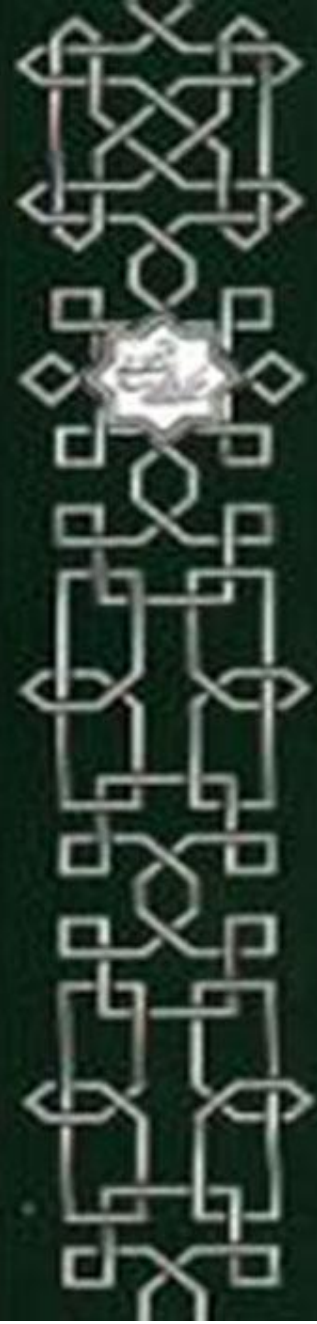


# یوسف قرآن

معنی قرآنی



یوسف قرآن

استاد محسن قرآنی

مترجم: سید مراد رضا رضوی

مجمع جهانی اہل بیت (ع)

## حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت و ظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتیٰ  
نہے نہے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے اور غنچے و کلیاں رنگ و نمکھلا پیدا کر لیتی ہیں تاریکیاں کانور اور کوچہ۔ و راہ اجالوں  
سے پر نور ہوجاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع  
ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت و قابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام کے مبلغ و موسس سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ (ص) غار حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم و آگہی کسی پیاسی  
اس دنیا کو چشمہ حق و حقیقت سے سیراب کر دیا، آپ کے تمام الہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم  
آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھے، اس لئے 23 برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں  
اور اس وقت دنیا پر حکمران لہان و روم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑ گئیں، وہ تہذیبی اصنام جو صرف دیکھنے میں  
اچھے لگتے ہیں اگر حرکت و عمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ، ولولہ اور شعور نہ رکھتے تو مذہبِ عقول و آگہی  
سے روبرو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان و تہذیب اور  
تہذیب و روایات پر غلبہ حاصل کر لیا۔

اگرچہ رسول اسلام (ص) کی یہ گرانہما میراث کہ جس کی اہل بیت علیہم السلام اور ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت و پاسبانی کی ہے، وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہو کر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کر دئی گئی تھی، پھر بھی حکومت و سیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیت علیہم السلام نے اپنا چشمہ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء و دانشور دنیائے اسلام کو تقدیم کئے جنہوں نے بیرونی افکار و نظریات سے متاثر اسلام و قرآن مخالف فکری و نظری موجوں کی زد پر ہنس حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پیشپناہی کی ہے اور ہر دور اور ہر زمانے میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا ہے، خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام و قرآن اور مکتب اہل بیت علیہم السلام کی طرف اٹھی اور گڑی ہوئی ہیں، دشمنان اسلام اس فکری و معنوی قوت و اقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامراں زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین و بے تاب ہیں، یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکار و نظریات دنیا تک پہنچائے گا، وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

(عالمی اہل بیت (ع) کو نسل) مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیت (ع) عصمت و طہارت کے پیروں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ۔ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے، تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہو سکے، ہمہمیں یقین ہے عقل و خرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہل بیت (ع) عصمت و طہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بی-راری کے علمبردار خاندان نبوت (ص) و رسالت کی جادواں میراث اپنے صحیح خدو خال میں دنیا تک پہنچادی جائے تو اخلاق و انسانیت کے دشمن، اہانت کے شکار، سامراجی خون خواروں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن و عجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (ع) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کے لئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا اونس خدمتگار تصور کرتے ہیں، زیر نظر کتاب، مکتب اہل بیت علیہم السلام کی ترویج و اشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، اس سلسلے میں قرأتی کی گرانقدر کتاب یوسف قرآن کو مولانا سید مراد رضا رضوی نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں، اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنہوں نے اس کتاب کے موطر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے، خدا کرے کہ۔ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت،

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

## کفتارہ ولف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الحمد لله رب العالمین

انبیاء گرامی (ع) خصوصاً پیغمبر اسلام (ص) اور آپ (ص) کے اہل بیت علیہم السلام پر خداوند متعال، فرشتوں اور اس کے اولیاء کا درود و سلام ہو۔ خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اب تک قرآن مجید کے پچیس (25) پاروں کی تفسیر لکھ چکا ہوں اور پانچ سالوں میں دس ایڈیشن سے زیادہ شائع ہو چکے ہیں۔ نیز 1376 شمسی مہینہ کتاب بعنوان "کتاب سال جمہوری اسلامی ایران" کا اعزاز بھی حاصل کر چکی ہے۔ خداوند عالم کا لطف و کرم ہے کہ اس تفسیر کا خلاصہ ہمیں سے زیادہ زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور دوسرے ممالک میں ریڈیو پر بھی نشر ہوا ہے اس کے علاوہ یہ تفسیر دوسرے مسلمانوں کے درمیان بھی مورد استقبال قرار پائی ہے اگرچہ سورہ یوسف تفسیر نور کس چھٹس جلد میں شائع ہو چکا ہے۔ لیکن چونکہ داستان حضرت یوسف علیہ السلام بہت شیریں اور پرکشش ہے۔ علاوہ انہیں نئی نسل کی تفسیر سے آشنائی اور قرآن کریم کے لطائف اور اشارات و نکات سے معرفت کے لئے بہترین راہ قرآنی داستانیں ہیں۔ لہذا ہم نے یہ ارادہ کیا کہ تفسیر نور کے اس حصہ کو علیحدہ شائع کراؤں تاکہ وہ لوگ جو پوری تفسیر کے مطالعہ کا وقت یا حوصلہ نہیں رکھتے یا تفسیر کا ایک مکمل دورہ (set) خریدنے کی صلاحیت نہیں رکھتے وہ بالکل محروم نہ رہ جائیں بلکہ کم از کم قرآن کے کچھ حصہ اور اس کی تفسیر سے آشنا ہو جائیں۔

ہمارے جوانوں کو اس کتاب کے مطالعہ کے بعد یقین ہو جائے گا کہ کس طرح خداوند عالم نے قرآن مجید کے (تقریباً) بارہ صفحہ میں ایک ایسی داستان بیان فرمائی ہے جس میں ہزاروں نکات پوشیدہ ہیں۔ میں اپنی کم معلومات کے باوجود تقریباً نو سو (900) نکات حاصل کر کے اس کتاب میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اس داستان میں تمام سازشوں پر خدا کے ارادہ کا غلبہ، بہترین اور سخت ترین حالات میں ایک جوان کی پاکدامنی، تدبیر و حکمت سے ایک قحط زدہ ملک کو نجات دلانا، تلخ حوادث کے مقابلہ میں ایک بوڑھے باپ کا صبر، حاسدوں کے مقابلے میں عفو و بخشش، نیک کردار افراد پر خدا کا خاص لطف موجود ہے اس کے علاوہ سینکڑوں تربیتی، خاندانی، اجتماعی، سیاسی، اعتقادی، اور انتظامی نکتے بھی ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اس سورہ کا مطالعہ دنیائے تفسیر میں وارد ہونے کے لئے بہترین راستہ قرار پائے گا۔ لیکن اس کے باوجود جلد-  
بازی میں قصوات کرنا نہیں چاہتا بلکہ کتاب کے مطالعہ کے بعد اس سلسلے میں آپ کے فیصلے کا منتظر ہوں۔  
بہر حال جو کچھ بھی ہے خداوند متعال، انبیاء (ع)، ائمہ معصومین (ع)، مراجع، علماء اور مدرسین کے وسیلے سے ہم تک پہنچا ہے  
اس کے علاوہ ہمیں اسلامی انقلاب، امام خمینی (رح) اور شہداء کے خون نے قرآن مجید سے انس اور اس میں غور و فکر کی راہ عنایت  
فرمائی ہے جس کے شکر سے ہم عاجز ہیں۔ جن افراد کے ذہن میں کوئی نئے نکات یا اعتراضات پیرا ہوں، ہمیں ان سے آگاہ  
فرمائیں، ہم ان کے شکر گزار ہوں گے۔

محسن قرآنی

شمسی 1379\_3\_21

## سورہ یوسف کا رخ نبیا

سورہ یوسف مکی سورتوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کی ایک سو گیارہ (111) آیتیں ہیں ، حضرت یوسف علیہ السلام کا نام قرآن میں 27 مرتبہ آیا ہے جس میں پچیس بار خود اسی سورہ میں ہے اس سورہ کی آیتیں آپس میں ایک دوسرے سے پیوستہ ہیں اور چہر فصلوں میں جذاب انداز اور خلاصہ کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان کو بچپن سے لے کر مصر کی خزانہ داری تک بیان کیا گیا ، آپ(ع) کی عفت و پاکدامنی ، آپ(ع) کے خلاف تمام سازشوں کا پردہ فاش ہونا اور قدرت الہی کی جلوہ نمائی اس سورہ میں نمایاں ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان فقط اسی سورہ میں بیان ہوئی ہے ۔ جبکہ دوسرے انبیاء (ع) کی داستانیں مختلف سورتوں میں موجود ہے۔ (1) حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان توریت کی "کتاب پیدائش" میں فصل نمبر 37 سے لیکر پچاس 50 تک مذکور ہے۔ لیکن قرآن اور توریت کا تقابلی جائزہ لینے سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ قرآن محفوظ ہے اور توریت میں تحریف ہوئی ہے ۔ ادنیٰ دنیا میں بھی یوسف و زلیخا کی داستان ایک خاص اہمیت کی حامل ہے ۔ "نظامی گنجوی کی مظلوم یوسف و زلیخا" "فردوسی کی طرف منسوب یوسف و زلیخا" کا نام اس ادبی دنیا میں لیا جاسکتا ہے۔

(1) حضرت آدم و نوح (علیہما السلام) دونوں کی داستانیں بارہ 12 سورتوں میں ، داستان حضرت ابراہیم (ع) اٹھارہ 18 سورتوں میں ، داستان حضرت ص (ع) گیارہ 11 سورتوں میں، حضرت داؤد (ع) کا واقعہ پانچ سورتوں میں ، حضرت ہود (ع) و سلیمان (ع) دونوں کی داستانیں چار 4 سورتوں میں اور حضرت عیسیٰ (ع) و زکری (ع) کی داستانیں تین 3 سورتوں میں مذکور ہیں ۔ تفسیر حدائق .



قرآن حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان میں خود آپ (ع) کی شخصیت کو حوادث کی بھٹی سے گزرنے ہی کو داستان کا اصلی مرکز و محور قرار دیتا ہے۔

جبکہ دوسرے انبیاء (ع) کی داستانوں میں زیادہ تر مخالفین کا انجام، ان کی ہٹ دھرمی اور ان کی ہلاکت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

بعض روایتوں میں عورتوں کو سورہ یوسف کی تعلیم سے روکا گیا ہے لیکن بعض صاحبان نظر کے نزدیک ان روایتوں کی سند معتبر

نہیں ہے۔ (2)

اس کے علاوہ انہی کا سبب؛ عزیز مصر کی بیوی زلیخا کا عشق کرنا ہے، جس میں قرآنی بیان کی بنیاد پر کوئی منفی پہلو نہیں ہے

-----  
(2) تفسیر نمونہ.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے۔

**آیت 1:**

(1) اَلرَّ تِلْكَ ا یَا ثُ الْکِتَابِ الْمُبِیْنِ.

" الف لام را وہ واضح اور روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔"

**آیت 2:**

(2) اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فُرَّ اِنَّا عَرَبِیًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ.

" ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھو۔"

**نکات:**

قرآن جس زبان میں بھی نازل ہوتا دوسروں پر اس سے آشنائی لازم ہوتی لیکن قرآن کا عربی زبان میں نازل ہونا ایک خاص امتیاز

کا حال ہے ، ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

الف - عربی زبان کی لغت اتنی وسیع اور اس کے قوانین اتنے محکم ہیں کہ دوسری زبانوں میں ایسی باتیں نہیں ملتی۔

ب۔ روایت کے مطابق اہل جنت کی زبان عربی ہے۔

ج۔ جس علاقے کے لوگوں میں قرآن نازل ہوا ان کی زبان عربی تھی لہذا آسمانی کتاب کا کسی دوسری زبان میں ہونا ممکن نہ تھا۔

خداوند عالم نے قرآن مجید کے بھیجنے کے طریقے کو "نزول" کہا ہے جیسا کہ بارش کے سلسلے میں بھی "نزول" ہی استعمال کیا گیا۔  
ہے قرآن اور بارش کے درمیان کچھ ایسی مشابہتیں ہیں جن کا ذکر مناسب ہے :

الف۔ دونوں آسمان سے نازل ہوتے ہیں (نزلنا) (1)

ب۔ دونوں خود بھی پاک ہیں اور دوسروں کو پاک کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں (لیطہرکم) (2) (یزکبہم) (3)

ج۔ دونوں زندگی کا وسیلہ ہیں (دعاکم لما یحییکم) (4) (لنحی بہ بلد میتنا) (5)

د۔ دونوں باعث برکت ہیں (مبارکاً) (6)

-----

(1) سورہ ق آیت 9.

(2) يُنزل علیکم من السماء ماء لیطہرکم بہ۔ انفال، آیت 11.

(3) رہنا وبعث فیہم رسولاً... یعلمہم الكتاب والحکم ویزکبہم۔ بقرہ آیت 129.

(4) انفال آیت 24.

(5) فرقان آیت 49.

(6) ہذا کتاب انزلناہ مبارک انعام آیت 92 نزلنا من السماء ماء مبارکاً۔ (سورہ ق آیت 9).

ھ۔ قرآن بادش کی طرح قطرہ قطرہ ، آیت آیت نازل ہوا ہے (نزل تدریجی)

شائد قرآن کے عربی ہونے پر تاکید کی وجہ یہ ہو کہ ان لوگوں کا جواب دے دیا جائے جو کہتے ہیں کہ قرآن کو ایک عجمی شخص

نے پیغمبر اسلام (ص) کو سکھایا تھا۔<sup>(1)</sup>

پیام:

1- قرآن خود معجزہ ہے اس میں معجزات کی تمام اقسام: علمی ، تاریخی ، عینی سب شامل ہیں اس میں انہیں حروف تہجی کو استعمال

کیا گیا ہے جنہیں تم استعمال کرتے ہو۔ (الر) (سورہ کی پہلی آیت میں اسی طرف اشارہ ہے )

2- قرآن کا مقام و مرتبہ بہت بزرگ و برتر ہے (تلك)

3- قرآن عربی زبان میں ہے لہذا دوسری زبانوں میں اس کا ترجمہ نماز میں عربی کا قائم مقام نہیں ہو سکتا (قرآناً عربی)

4- ایک طرف قرآن کا عربی میں نازل ہونا ، اور دوسری طرف اس میں تدریجاً غور و فکر کا حکم اس بات کی علامت ہے کہ۔

تمام مسلمانوں پر عربی زبان سے آشنائی لازمی ہے (قرآناً عربی)

5- قرآن فقط تلاوت ، تہرک اور حفظ کے لئے نہیں ہے بلکہ بشر کے لئے تعقل اور تکامل کا ذریعہ ہے۔ (لعلکم تعقلون)

(1)۔۔۔وَلَقَدْ نَعَلِمُ أَنَّہُمْ یَقُولُونَ إِنَّمَا یُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِّسَانُ الَّذِی یُلْحِدُونَ إِلَیْہِ أَعْجَمِیٌّ وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُبِیِّنٌ. (سورہ نحل آیت 103)

آیت 3:

(3) نَحْنُ نَقْصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْعَافِينَ.

"ہم اس قرآن کو آپ کی طرف وحی کر کے آپ سے ایک نہایت عمدہ قصہ بیان کرتے ہیں اگرچہ آپ اس سے پہلے (ان واقعات سے بالکل) بے خبر تھے۔"

نکات:

"نقص" داستان اور بیانِ داستان دونوں معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

قصہ اور داستان انسان کی تربیت میں قابل توجہ حصہ رکھتے ہیں کیونکہ داستان ایک امت کی زندگی کا عینی مجسمہ اور عملی تجربہ ہے۔ تاریخ اقوام کا آئینہ ہے ہم جس قدر ماضی کی تاریخ سے آشنا ہوں گے اتنا ہی محسوس ہو گا کہ ہم نے ان لوگوں کو کس عمر کے برابر زندگی گزاری ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے نبج البلاغہ کے مکتوب نمبر 31 میں اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام کو مخاطب کر کے کچھ باتیں بیان فرمائی ہیں جن کا مضمون یہ ہے:

"اے میرے لخت جگر! میں نے ماضی کی تاریخ اور سرگزشت کا اس طریقے سے مطالعہ کیا ہے اور آگاہ ہوں گویا میں نے ان لوگوں کے ساتھ زندگی گزاری ہو اور ان کی عمر پائی ہو۔"

شاید انسان پر قصہ اور داستان کی تاثیر کی وجہ یہ ہو کہ انسان داستان سے قلبی لگ رکھتا ہے تاریخی کتابیں اور داستانی آثار معمولاً تاریخ بشریت میں ایک خاص اہمیت کے حامل اور اکثر لوگوں کے لئے قابل فہم رہے ہیں۔ جبکہ عقلی و استدلالی بحثوں کو بہت کم افراد ہی درک کر پاتے ہیں۔

قرآن مجید نے حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان کو بعنوان "احسن القصص" یاد کیا ہے لیکن روایات میں پورے قرآن کو "احسن القصص" کہا گیا ہے۔ یقیناً ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے اس لئے کہ پورا قرآن تمام کتب آسمانی کے درمیان "احسن القصص" ہے جبکہ سورہ یوسف تمام قرآنی سورتوں میں "احسن القصص" ہے۔ (1)(2)

(1) تفسیر کنزالدقائق۔

(2) اگر آیت کے اس ٹکڑے "احسن القصص" کو بغور دیکھا جائے تو اس توجیح کی ضرورت پیش نہیں آئے گی جسے صاحب کنزالدقائق نے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ یہاں بہترین داستان مقصود نہیں ہے اس لئے کہ قصہ کی جمع "قصص" نہیں بلکہ "قصص" ہے یہاں خداوند متعال کا مقصود یہ ہے کہ ہم قصہ گوئی کا بہترین طریقہ اور اس کی روش بیان کر رہے ہیں یعنی پورا قرآن "احسن القصص" ہے لیکن اس سورہ میں بہترین شیوہ اور اسلوب کو بروئے کار لایا گیا ہے۔ پورے سورہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہو جائے گی کہ کون سا بہترین شیوہ یہاں استعمال کیا گیا ہے۔ جو قصہ گوئی کے فن سے آگاہ ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ بہترین قصہ وہ ہے جو با مقصد ہو۔ قرآن مجید کے سارے سورے با مقصد ہیں اور وہ بھی عالی ترین مقصد جو ہدایت ہے وہ اس سورہ میں بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ لیکن دوسری شرط یہ ہے کہ قصہ ایک جگہ بیان کیا جائے اسی لئے جو چاشنی ایک مکمل ناول میں ہوتی ہے وہ قسط وار میں نہیں ہوتی۔ یہی وہ بہترین روش ہے جو اس سورے میں استعمال کیں گئیں ہے۔ اس سے قبل آپ نے "سورہ یوسف کا رخ زیبا" عنوان میں ملاحظہ فرمایا کہ دوسرے انبیاء (ع) کی داستان قرآن مجید کے مختلف سورتوں میں ملتی ہے لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ فقط اسی سورہ میں ہے وہ بھی اپنی خاص زیبائی و خوبصورتی کے ساتھ لہذا پورا قرآن احسن القصص ہے لیکن جناب یوسف کا قصہ، قصہ۔ گوئی کے تمام فنون سے بہرہ مند ہے۔ (مترجم)

دوسری داستانوں سے قرآنی داستانوں کا فرق:

- 1- قصہ کہنے والا خدا ہے (نحن نقص) (1)
- 2- بالمقصد ہے (نقص عليك من انباء الرسل ما نثبت به فادك) (2)
- 3- صحیح اور سچ ہے نہ کہ خیال و تصور۔ (نقص عليك نبأهم بالحق) (3)
- 4- علمی بنیاد پر ہے نہ کہ وہمی و گمانی (فلنقصنّ عليهم بعلم) (4)
- 5- وسیلہ تفکر ہے نہ کہ ذریعہ بے حسی (فانقص القصص لعلهم يتفكرون) (5)
- 6- عبرت و نصیحت کا ذریعہ ہے نہ کہ تفریح و سرگرمی (كان في قصصهم عبر) (6)

-----

- (1) سورہ یوسف آیت 3.
- (2) سورہ ہود، آیت 120.
- (3) سورہ کہف آیت 13.
- (4) سورہ اعراف آیت 7.
- (5) سورہ اعراف آیت 176.
- (6) سورہ یوسف آیت 111.

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ " احسن القصص " ہے ، چونکہ :

1- تمام قصوں میں معتبر ترین قصہ ہے ۔ (بما اوحین)

2- اس داستان میں عظیم ترین جہاد (جسے جہاد بالنفس سے تعبیر کیا گیا ہے) کا تذکرہ ہے۔

3- اس داستان کا مرکزی کردار ایک ایسا نوجوان ہے جو تمام انسانی کمالات کا حامل ہے (یعنی صبر، تقویٰ، پاکدامنی، ایمان، امانت،

حکمت، بخشش، احسان، وغیرہ)

4- اس داستان کے تمام افراد آخر کار خوشبخت ہو گئے، مثلاً حضرت یوسف (ع) بادشاہ ہو گئے جناب یوسف (ع) کے بھائیوں نے توبہ۔

کر لی، آپ (ع) کے پدر بزرگوار کی بینائی لوٹ آئی، قحط زدہ ملک کو عجات مل گئی، ملووسی اور حسد، وصال اور محبت میں تباہی ہو گئی۔

5- اس قصے میں تمام اصداد کو ایک دوسرے کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً فراق و وصال، خوشی و غم، خشک سالی و سبز زاری

، وفاداری و جفاکاری، مالک و مملوک، کنواں اور محل، فقر و غنا، غلامی و بادشاہی، نابینائی و بینائی، ناجائز تہمت اور پاکدامنی۔

فقط الہی قصے ہی نہیں بلکہ خداوند عالم کے تمام کام "عمدہ" ہیں اس لئے کہ وہ :



بہترین پیدا کرنے والا ہے۔ احسن الخالقین (1)

بہترین کتاب کا نازل کرنے والا ہے۔ نزل احسن الحدیث (2)

بہترین صورت بنانے والا ہے۔ فاحسن صورکم (3)

بہترین دین کا مالک ہے۔ و من احسن دینا من اسلم وجهہ للہ (4)

بہترین جزا دینے والا ہے لیجزیہم اللہ احسن ما عملوا (5)

اور خداوند عالم ان تمام اچھائیوں کے مقابلے میں انسان سے بہترین عمل چاہتا ہے لیبلوکم ایکم احسن عملا (6)

قرآن مجید میں غفلت کے تین معانی بیان ہوئے ہیں :

الف۔ بری غفلت: (و انّ کثیرا من الناس عن اياتنا لغافلون) (7) اگرچہ بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل رہتے ہیں۔

ب۔ اچھی غفلت: (الذین یرمون المحصنات الغافلات المومنات)

-----  
(1) سورہ مومنون آیت 14.

(2) سورہ زمر آیت 23.

(3) سورہ غافر آیت 64.

(4) سورہ نساء آیت 125.

(5) سورہ نور آیت 38.

(6) سورہ ہود آیت 7.

(7) سورہ یونس آیت 92.

لعنوا فى الدنيا والاخر) (1) جو لوگ بے خبر پاک دامن مومنہ عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے ۔

ج۔ طبعی غفلت : یعنی آگاہ نہ ہونا (و ان كنت من قبله لمن الغافلین)

پیام:

- 1- قرآنی داستانوں میں قصہ گو ، خود خداوند عالم ہے (نحن نقص)
- 2- دوسروں کے لئے نمونہ پیش کرنے کے لئے بہترین افراد کا انتخاب اور تعارف کروائیں۔ (احسن)
- 3- قرآن "احسن الحدیث" اور سورہ یوسف "احسن القصص" ہے (احسن القصص)
- 4- بہترین داستان وہ ہے جو وحی کی بنیاد پر ہو (احسن القصص بما اوحین)
- 5- قرآن شریف بہترین اور خوبصورت انداز میں داستان بیان کرنے والا ہے۔ (احسن القصص)
- 6- پیغمبر گرامی (ص) وحی کے نازل ہونے سے پہلے "گزشتنہ تاریخ" سے نا آشنا تھے... (لمن الغافلین)

آیت 4:

(4) إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ

" (وہ وقت یاد کرو) جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا: اے بابا! میں نے (خواب میں) گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے - میں نے دیکھا ہے کہ یہ سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔"

نکتہ :

حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان خواب سے شروع ہوتی ہے تفسیر المیزان میں علامہ طباطبائی (رح) فرماتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان ایک ایسے خواب سے شروع ہوتی ہے جو انہیں بشارت دیتا ہے اور مستقبل کے بارے میں روشن امید دلاتا ہے تاکہ انہیں تربیت الہی کی راہ میں صابر و بردبار بنائے۔

جناب یوسف (ع) حضرت یعقوب (ع) کے گیارہویں فرزند ہیں جو بنیامین کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ بنیامین کے علاوہ دوسرے بھائی دوسری ماں سے ہیں۔ حضرت یعقوب (ع) حضرت اسحاق (ع) کے اور حضرت اسحاق (ع) حضرت ابراہیم (ع) کے فرزند ہیں (1)۔

اولیاءِ الہی کے خواب مختلف ہوتے ہیں۔ کبھی تعبیر کے محتاج ہوتے ہیں جیسے حضرت یوسف (ع) کا خواب اور کبھی تعبیر کی ضرورت نہیں ہوتی ہے جیسے حضرت ابراہیم کا خواب جس میں حضرت اسماعیل (ع) کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

(1) تفسیر مجمع البیان .

## خواب کے سلسلے میں ایک اور گفتگو

پیغمبر اکرم (ص) فرماتے ہیں: الروایات ثلاث: بشری من اللہ، تخزین من الشیطان والذی یحدث بہ الانسان نفسه فیراہ فی منامہ (1)

یعنی خواب کی تین قسمیں ہیں: (الف) خدا کی طرف سے بشارت۔ (ب) شیطان کی طرف سے غم و غصہ (ج) وہ مشکلات جن سے انسان روزمرہ دچار ہوتا ہے پھر انہیں خواب میں دیکھتا ہے۔

بعض دانشمند اور علوم نفسیات کے ماہرین خواب دیکھنے کو شکست اور ناکامی کا نتیجہ سمجھتے ہیں وہ اپنی بات کو مستند کرنے کے لئے ایک پرانی ضرب المثل پیش کرتے ہیں "شتر در خواب بھد پنہ دانہ" جسے اردو میں "بلی کے خواب میں چھیچھڑے" کہہ سکتے ہیں۔

بعض تو خواب کو خوف کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور اسکے لئے یہ ضرب المثل پیش کرتے ہیں "دور از شتر بخواب تا خواب آشفته نبینی" (اونٹ سے دور سو تاکہ پریشان کنندہ خواب نہ دیکھو) بعض، خواب کو غرائز اور ہوس کا آئینہ سمجھتے ہیں۔

اگرچہ خواب کے سلسلے میں مختلف نظریات ہیں لیکن کسی نے بھی خواب کی حقیقت و اصلیت سے انکار نہیں کیا ہے۔ ہاں اس بات کی طرف توجہ رکھنی چاہئے کہ تمام خواب ایک ہی تحلیل کے ذریعہ قابل حل نہیں ہیں۔

علامہ طباطبائی (رح) تفسیر المیزان (1) میں فرماتے ہیں: عالم وجود تین ہیں (1) عالم طبیعت (2) عالم مثال (3) عالم عقل، چونکہ انسان کی روح مجرد ہے لہذا خواب میں ان دو عالم سے ارتباط پیدا کرتی ہے اور استعداد و امکان کے مطابق حقائق کو درک کرتی ہے اگر روح کامل ہو تو صاف فضا میں حقائق کو درک کر لیتی ہے اور اگر روح کمال کے آخری درجوں تک نہ پہنچی ہو تب بھس حقائق کو دوسرے ساچو نمیں درک کر لیتی ہے۔

جس طرح عالم بیداری میں ہم شجاعت کو شیر کے سانچے میں، حیلہ و مکر کو لومڑی کے قالب میں اور بلندی کو پہاڑ کی صورت میں دیکھتے ہیں اسی طرح خواب میں علم کو نور، شادی بیاہ کو لباس اور جہل و نادانی کو سیاہ چہرہ کے قالب میں دیکھتے ہیں۔ اس بحث کے نتیجہ کو ہم چند مثالوں میں پیش کرتے ہیں۔ جو لوگ خواب دیکھتے ہیں ان کی متعدد قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ان لوگوں کا خواب جو کامل اور مجرد روح کے حامل ہیں وہ حواس کے خواب آلود ہونے کے بعد عالم عقل سے ارتباط پیدا کرتے ہوئے حقائق کو صاف و شفاف دوسری دنیا سے حاصل کر لیتے ہیں (جسے ٹی۔وی اپنے مخصوص انٹینے کے ذریعہ کہ جو بلندی پر نصب ہوتا ہے دور دراز کی امواج کو بھی باآسانی پکڑ لیتا ہے) ایسے خواب جو حقائق کو

(1) المیزان فی تفسیر القرآن ج 11 ص 299.

براہ راست درک کر لیتے ہیں وہ تعبیر کے محتاج نہیں ہوتے ہیں۔

دوسری قسم : ان لوگوں کا خواب جو متوسط روح کے حامل ہوتے ہیں ایسے افراد حقائق کو دھندلا ، اور تشبیہ و تخمیل کے ساتھ دیکھتے ہیں (ایسے خواب کی تعبیر کے لئے ایسا مفسر درکار ہے جو مشاہدات کی دنیا سے دور رہ کر تفسیر کرے یعنی جو کہ خواہوں کسی تعبیر جانتا ہو اسے خواب کی تعبیر کرنی چاہئے)

تیسری قسم : ایسے افراد کا خواب جن کی روح حد درجہ پریشان اور گوناگوں خیالات میں گم ہوتی ہے ایسے لوگوں کا خواب کوئی مفہوم ہی نہیں رکھتا یہ خواب کی وہ قسم ہے جو تعبیر کے قابل نہیں ہے ایسے ہی خواب کو قرآن نے "اضغاث احلام" (یعنی پریشان کرنے والے خواب) کے نام سے یاد فرمایا ہے۔

ابن سیرین نے خواب کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے۔ اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ جب کسی نے اس سے پوچھا کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہے کہ ایک شخص عالم خواب میں منہ اور شرمگاہ پر مہر لگا رہا ہے ؟ تو ابن سیرین نے جواب دیا : وہ شخص مساکین و محتاجین کا موزن ہوگا جو اذان کے ذریعہ کھانے اور جماع کو ممنوع اعلان کرے گا (یعنی اذان سنتے ہی کھانا پینا اور جماع حرام ہے)

قرآن نے کچھ ایسے خوابوں کا ذکر کیا ہے جو تحقیق پذیر ہوئے ہیں۔ آپ حضرات مندرجہ ذیل خوابوں کو ملاحظہ فرمائیں :

الف۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب جس میں انہوں نے گیارہ ستارے اور چاند و سورج کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ اس کی

تعبیر یہ ہوئی کہ حضرت یوسف (ع) بادشاہ ہوگئے اور بھائیوں اور ماں باپ نے سر تسلیم خم کر دیا۔

ب۔ قید خانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کے دونوں ساتھیوں کا خواب جس کی تعبیر یہ ہوئی کہ ایک آزاد ہو گیا دوسرے کو سزائے موت سنائی گئی۔

ج۔ عزیز مصر کا خواب کہ لاغر اور کمزور گائے موٹی تازی گائے کو کھا رہی ہے جس کی تعبیر یہ ہوئی کہ کھیتی، سرسبز و شادابی کے بعد خشک سالی میں تبدیل ہو گئی۔

د۔ جنگ بدر میں پیغمبر اسلام (ص) کا خواب جس میں آپ (ص) نے مشرکین کی تعداد کو کم دیکھا جس کی تعبیر مشرکوں کی شکست ہوئی<sup>(1)</sup>

ه۔ حضرت پیغمبر اسلام (ص) کا وہ خواب کہ مسلمین اپنا سر منڈوائے ہوئے مسجد الحرام میں داخل ہو رہے ہیں۔ جس کی تعبیر فتح مکہ اور خانہ خدا کی زیارت ہوئی<sup>(2)</sup>

و۔ حضرت موسیٰ (ع) کی مادر گرامی کا خواب جس میں انہیں جناب موسیٰ (ع) کو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل کے حوالے کرنے کا حکم دیا گیا (اذ اوحینا الی امک ما یوحی ان اقدفیه فی التابوت)<sup>(3)</sup>

"جب ہم نے آپ کی والدہ کی طرف اس بات کا اہام کیا جو بات اہام کی جاتی ہے (وہ یہ) کہ اس (بچے) کو صندوق میں رکھ دیں..."، روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ

-----

(1) سورہ انفال آیت 43. (إِذْ يُرِيكُهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ...)

(2) سورہ فتح آیت 27. (لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّسُلَ بِالْحَقِّ...)

(3) سورہ طہ آیت 38-39.

یہاں وحی سے مراد وہی "خواب" ہے

ز۔ حضرت ابراہیم (ع) کا خواب کہ وہ اپنے فرزند اسماعیل (ع) کو ذبح کر رہے ہیں (1)

قرآنی خوابوں سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم اپنی روزمرہ زندگی میں ایسے افراد کو جانتے ہیں جنہوں نے خواب کے ذریعہ بعض ایسے امور سے آگاہی حاصل کی ہے کہ جہانگ معمولاً انسان کی رسائی ناممکن ہوتی ہے۔

سید قطب فرماتے ہیں: میں نے امریکہ میں خواب دیکھا کہ میرے بھانجے کی آنکھ سے خون بہ رہا ہے۔ میں نے مصر ایک خط لکھا جو اب ملایہ بات صحیح ہے حالانکہ خونریزی ظاہراً آنکھوں سے نہیں ہو رہی تھی۔

ملا علی ہمدانی جو کہ مراجع تقلید میں سے تھے ان سے حکایت ہوئی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے ایک عالم نے خواب میں پیغمبر اکرم (ص) کو دیکھا جنہوں نے اس سے فرمایا:

"ابھی جو پیغام ایران سے پہنچا ہے کہ اس سال وجوہات سامرہ سے نہیں پہنچیں گی اس سے پریشان نہ ہوں، الملاری میں سو توہان ہیں انہیں لے لو"۔

جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میرزائے شیرازی کے نمائندے نے دروازہ کھٹکھٹایا اور مجھے ان کے سامنے پیش کر دیا میں جیسے ہنس حاضر ہوا میرزائے شیرازی نے فرمایا: الملاری میں سو تومان ہیں دروازہ کھول کر نکال لو اور مجھے سمجھلایا کہ خواب کے موضوع کو ظاہر نہ کرو۔

(1) سورہ صافات آیت 102. (فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَؤُا بِنِيَّ إِلَىٰ أَرْضِي فِي الْمَنَامِ أَيُّ أَدْبَحَكَ...)



صاحب مفتیٰ الحنان جناب شیخ عباس قمی (رح) نے اپنے بیٹے کو خواب میں آکر کہا : میرے پاس ایک کتاب امانت تھی اس کو اس کے مالک تک پہنچا دو تاکہ میں برزخ میں آرام سے رہ سکوں۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوئے تو اس کتاب کی تلاش میں لگ گئے جو علامتیں باپ نے بتائی تھیں ان کے مطابق کتاب کو لے کر چلے لیکن راستے میں وہ کتاب گر کر تھوڑی سی خراب ہو گئی۔ اس کتاب کو انہوں نے مالک تک پہنچایا اور باپ کی طرف سے عذر خواہی بھی کر لی۔ رات کو محدث قمی دوبارہ اپنے فرزند کے خواب میں آئے اور فرمایا: تم نے اس کتاب کے مالک سے کیوں نہیں کہا کہ وہ کتاب تھوڑی سی خراب ہو گئی ہے تاکہ وہ اگر تالوان چاہتا تو تم سے اس کا مطالبہ کرتا اسی عیب پر راضی ہو جاتا۔

پیام:

- 1- ماہاپ اپنے بچوں کی مشکلات کو حل کرنے کیا بہترین ذریعہ ہیں (یا ایت)
  - 2- والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچے کے خواب کے بارے میں بھی متوجہ رہیں (یا ایت)
  - 3- خواب کی لغت میں "اشیاء حقائق کی نمائندگی کرتی ہیں" (مثلاً خورشید باپ کی اور چاند ماں کی اور ستارے بھائیوں کس علامت ہیں)۔ (رایت احد عشر اکو کبا...)
  - 4- کبھی خواب دیکھنا حقائق کو دریافت کرنے کا ایک راستہ ہوتا ہے۔ (انی رایت)
  - 5- کبھی نوجوانوں میں ایسی صلاحیت ہوتی ہے جو بزرگوں کو سر جھکانے پر مجبور کر دیتی ہے (ساجدین)
  - 6- اولیائے خدا کا خواب سچا ہوتا ہے (ر ایت)
- اس آیت میں "ریت" کی تکرار اس بات کی علامت ہے کہ حتماً دیکھا ہے۔ واقعہ خیالی و تصویری نہیں ہے بلکہ خارجی حقیقت رکھتا ہے۔
- 7- حضرت یوسف (ع) شروع میں خواب کی تعبیر نہیں جانتے تھے لہذا خواب کی تعبیر کے لئے اپنے باپ سے مدد طلب کس (یا ایت)

## آیت 5:

(5) قَالَ يَا بَنِيَّ لَا تَقْصُصْ زِيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ

"یعقوب (ع) نے کہا: اے بیٹا (دیکھو خیردار) کہیں اپنا خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا (ورنہ) وہ لوگ تمہارے لئے مکاری کی تدبیر کرنے لگیں گے اس میں تو شک ہی نہیں ہے کہ شیطان آدمی کا کھلا ہوا دشمن ہے۔"

## نکات:

اصول زندگی میں سے ایک اصل "راز داری" ہے اگر مسلمانوں نے اس آیت کی روشنی میں عمل کیا ہوتا تو یہ سب استعداد و سرمایہ ، خطی کتابیں ، علمی آثار اور تمام آثار قدیمہ دوسرے ممالک کے میوزیم مینز ہوتے اور محقق (Diplomate) وسیاح کے روپ میں دشمن ہمارے منافع ، منابع اور امکانات سے باخبر نہ ہوتا اور سادہ لوحی و خیانت کی وجہ سے ہمارے اسرار ایسے لوگوں کے ہاتھ میں نہ جاتے جو ہمیشہ مکر و فریب کے ذریعہ ہماری تاک میں رہتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائیوں کے سامنے اپنے خواب کو اپنے باپ سے بیان نہ کرنا خود آپ (ع) کی عقل منبری کی

علامت ہے۔

پیام:

- 1- والدین کو چلیئے کہ وہ اپنے بچوں کی خواہشات اور عادات سے آگاہ ہوں تاکہ صحیح راستہ کس رہنمائی کر سکیں۔ (فیکیدوالک کید)
- 2- معلومات اور اطلاعات کی تقسیم بندی کرتے ہوئے پوشیدہ اور آشکار چیزوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنا چاہئے (لاتقصص)
- 3- ہر بات کو ہر کس و ناکس سے نہیں کہنا چلیئے (لاتقصص)
- 4- حسدات کی راہوں کو نہ بھڑکائیں (لاتقصص... فیکیدو)
- 5- اگر کچھ خواب بیان کرنے کے لائق نہیں ہوتے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ بیداری میں دیکھی جانے والی بہت ساری چیزوں کو بھی بیان نہیں کرنا چاہئے (لاتقصص)
- 6- اہیاء (ع) کے گھرانوں میں بھی مسائل اخلاقی مثلاً حسد و حیلہ وغیرہ موجود ہیں (یا بنی لاتقصص... فیکیدوا...)
- 7- اہم مسائل کی صحیح پیش بینی کرتے ہوئے اگر سوء ظن کا اظہار کیا جائے یا بعض خصلتوں سے پردہ فاش کیا جائے تو کوئی برائی نہیں ہے۔ (فیکیدوالک کید)
- 8- انسان کا مکر و فریب میں مبتلا ہونا شیطانی کام ہے (فیکیدوا... ان الشیطان)
- 9- شیطان ہماری اندرونی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم پر مسلط ہو جاتا ہے۔ بھائیوں کے درمیان حسد و جلن کے۔ احول نے شیطان کے لئے انسان سے دشمنی کرنے کی راہ کو ہموار کر دیا (فیکیدوا... ان الشیطان للانسان عدو مبین)

آیت 6:

(6) وَكَذَلِكَ يَجْتَبِيكَ رَّبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۖ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

"(جو تم نے دیکھا ہے) ایسا ہی ہو گا تمہارا پروردگار تم کو برگزیدہ قرار دے گا اور تمہیں ان باتوں کے انجام کا علم (اور خوابوں کی تعبیر) سکھائے گا اور وہ اپنی نعمت کو تم پر اور خاندان یعقوب پر اسی طرح پوری کرے گا جس طرح اس سے پہلے تمہارے دادا و پردادا پر اپنی نعمتیں پوری کر چکا ہے بے شک تمہارا پروردگار بڑا واقف کار حکمت والا ہے۔"

نکات:

تاویل خواب باطن کو بیان کرنا اور خواب کے وقوع کی کیفیت ہے "احادیث" کلمہ "حسرت" کس جمع ہے یہ کلمہ "اجرا بیان کرنے" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے چونکہ انسان اپنے خواب کو مختلف لوگوں سے بیان کرتا ہے لہذا خواب کو بھی حسرت کہا جاتا ہے بناریں "تاویل الاحادیث" یعنی خوابوں کی تعبیر۔

حضرت یعقوب (ع) اس آیت میں اپنے فرزند جناب یوسف (ع) کو ان کے خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے ان کے مستقبل کسی

خبر دے رہے ہیں ...

پیام:

- 1- اولیائے الہی خواب کے ذریعہ افراد کے مستقبل کا نظارہ کرتے ہیں (یجتیبیک ربک و یعلمک)
- 2- انبیاء علیہم السلام، خداوند عالم کے برگزیدہ افراد ہیں (یجتیبیک)
- 3- انبیاء (ع) اللہ کے بلا واسطہ شاگرد ہیں (یعلمک)
- 4- مقام نبوت و حکومت، نعمتوں کا سرچشمہ ہے (و یتم نعمتہ)
- 5- انبیاء گرامی (ع) کا انتخاب علم و حکمت الہی کی بنیاد پر ہے (یجتیبیک. علیم حکیم)
- 6- اپنے برگزیدہ بندوں کے لئے خداوند عالم کا سب سے پہلا تحفہ "علم" ہے (یجتیبیک ربک و یعلمک)
- 7- تعبیر خواب ان امور میں سے ہے جسے خداوند متعال انسان کو عطا کرتا ہے - (یعلمک من تاویل الاحادیث)
- 8- انتخاب میں لیاقت کے علاوہ اصل و نسب بھی اہمیت رکھتا ہے (یجتیبیک ... و ابویک من قبل)
- 9- قرآن کی لغت میں اجداد باپ کے حکم میں ہیں: (ابویک من قبل ابراہیم و اسحاق)

آیت 7:

(7) لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٍ لِّلسَّائِلِينَ .

"یوسف اور انکے بھائیوں (کے قصہ) میں پوچھنے والوں کے لئے یقیناً بہت سی (ارادہ خدا کے حاکم ہونے کی) نشانیاں ہیں۔"

نکات:

حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی کی داستان میں بہت سی ایسی علامتیں اور نشانیاں موجود ہیں جن سے خداوند-عالم کسی قدرت آشکار ہوتی ہے ان میں سے ہر ایک اہل تحقیق و جستجو کے لئے عبرت و نصیحت کا باعث ہے ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

1- حضرت یوسف علیہ السلام کا پر اسرار خواب (2) تعبیر خواب کا علم (3) حضرت یعقوب (ع) کا اپنے فرزند کے مستقبل سے مکمل طور پر آگاہ ہونا (4) کنوئیں میں رہنا اور کسی خطرے سے دوچار نہ ہونا (5) اندھا ہونا اور دوبارہ بینائی کا لوٹنا (6) کنوئیں کی گہرائی اور جاہ و جلال کی بلندی (7) قید خانہ میں جانا اور حکومت تک پہنچنا (8) پاک رہنا اور ناپاکی کی تہمت سننا (9) فریق و وصال (10) غلامی و بادشاہی (11) گناہوں کی آلودگی کے بجائے زردان کو ترجیح دینا (12) اپنی بزرگواری سے بھائیوں کی غلطیوں کو جلد معاف کر دینا۔

انہیں نشانوں کے ساتھ ساتھ بہت سے ایسے سوالات بھی ہیں جن میں سے ہر ایک کا جواب زندگی کی راہوں کو روشن کرنے والا

ہے -

حسادت انسان کو بھائی کے قتل پر کیسے آمادہ کر دیتی ہے ؟

دس آدمی ایک خیانت میں کیسے متحد ہو جاتے ہیں ؟

حضرت یوسف علیہ السلام اپنی بزرگواری کی وجہ سے اپنے خیانت کار بھائیوں کو سزا دینے سے کیسے صرف نظر کر لیتے ہیں ؟

انسان آلودگی اور لذت گناہ پر یاد الہی کے ساتھ قید خانہ کو کیسے ترجیح دیتا ہے؟

یہ سورہ اس وقت نازل ہوا جب پیغمبر اسلام (ص) اقتصادی اور اجتماعی محاصرہ میں سخت گرفتار تھے۔ یہ داستان انحضرت (ص) کی

تسلی خاطر کا باعث ہوئی کہ اے پیغمبر اگر آپ کے بعض رشتہ دار ایمان نہیں لاتے ہیں تو آپ رنجیدہ نہ ہوں، جناب یوسف کے بھائیوں نے تو ان کو کنویں میں ڈال دیا تھا۔

اس سورہ کی اہم آیتیں سازشوں پر خدا کے غلبہ کے بارے میں ہیں (بشری سازشیں ارادہ الہی کے سامنے بیکار ہو جاتی ہیں) حضرت

یوسف (ع) کو کنویں میں ڈال دینا کہ باپ کے نزدیک محبوب ہو جائیں۔ لیکن مبعوض ہو گئے دروازوں کو بند کر گیا گیا تاکہ آپ

(ع) شہوت سے آلودہ ہو جائیں لیکن آپ (ع) کی پاکیزگی ثابت ہو گئی، نہ کنواں، نہ غلامی نہ قید خانہ نہ قہر اور نہ سازشیں کوئی بھس

ارادہ الہی پر غالب نہ آسکیں۔

پیام:

- 1- قصہ بیان کرنے سے پہلے سننے والے کو داستان سننے اور عبرت آموزی کے لئے آمادہ کریں (لقد کان فی یوسف)
- 2- جب تک سننے اور سیکھنے کے عاشق نہ ہوں اس وقت تک قرآنی درسوں سے بطور کامل فائدہ نہیں اٹھا سکتے ہیں (للسائلین)
- 3- داستان ایک ہے لیکن اس واقعہ سے حاصل ہونے والے درس اور نکات بہت ہیں (آیات)
- 4- قرآنی داستانیں زندگی میں پیش آنے والے بہت سے سوالوں کا جواب دیتی ہیں (للسائلین)
- 5- "حسد" خاندان اور رشتہ داری کے محکم ستون کو بھی منہدم کر دیتا ہے (لقد کان فی یوسف)

آیت 8:

(8) إِذْ قَالُوا لِيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِمَّا نَحْنُ عُصْبُ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ .

"جب (یوسف کے بھائیوں نے) کہا کہ باجوہدیکہ ہمداری جماعت بڑی طاقت ور ہے تو-ہم یوسف اور اس کا حقیقی بھائی (بنی-امین) ہمارے والد کے نزدیک ہم سے بہت زیادہ پیارے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے والد یقیناً صریح غلطی میں ہیں۔"

نکات:

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ لڑکے تھے ان میں سے دو (یوسف و بنیامین) ایک ماں سے تھے جبکہ باقی دوسری ماں سے تھے۔ باپ کی محبت جناب یوسف (ع) سے (آپ (ع) کے چھوٹے ہونے یا کمالات کی وجہ سے تھی) بھائیوں کے لئے حسد و جلن کا سبب بنی اور حسد کے علاوہ "سخن عصب" کہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اندر خوںے تکبر اور غرور بھی موجود تھیں اور اس غرور و تکبر کے نتیجہ میں باپ کو بچوں سے محبت کرنے پر انحراف اور غلطی سے مستہم کرنے لگے



معاشرے اور سماج میں ایسے افراد بھی موجود ہیں جو خود کو بلندی پر لے جانے کے بجائے بلند افراد کو نیچے لے آتے ہیں۔ خود محبوب نہیں ہیں لہذا محبوب افراد کو داغدار کرتے ہیں۔

تبعیض و تفاوت کے درمیان فرق: تبعیض کسی کو بغیر دلیل کے برتری دینا۔ تفاوت: لیاقت و شرافت کس بنیاد پر برتری دینا۔  
مثلاً ڈاکٹر کے نسخے اور معلم کے نمبر فرق کرتے ہیں لیکن یہ تفاوت حکیمانہ ہے ظالمانہ نہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کس حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت حکیمانہ تھی نہ کہ ظالمانہ لیکن حضرت یوسف (ع) کے بھائی اس محبت کو تبعیض اور بسرون دلیل سمجھ رہے تھے۔

کبھی زیادہ محبت مصیبتوں کا سبب بنتی ہے۔ حضرت یعقوب - حضرت یوسف - کو بہت چاہتے تھے یہی محبت بھائیوں کے کیڑے اور ان کے کنویں میں ڈالے جانے کا سبب بنی اسی طرح "زیبا کی حضرت یوسف (ع) سے محبت" قید خانہ میں جانے کا سبب بنی لہذا جب حضرت (ع) کے اخلاق سے متاثر ہو کر زندان بان نے کہا کہ میں آپ (ع) سے محبت کرتا ہوں تو حضرت (ع) نے فرمایا: "میں ڈرتا ہوں کہیں اس محبت و دوستی کے پیچھے بھی کوئی مصیبت پوشیدہ نہ ہو۔" (1)

-----  
(1) تفسیر السین الجامع.

پیام:

- 1- اگر اولاد تبحیض اور دو گانگی کا احساس کر لے تو ان کے درمیان حسد کی آگ بھڑک اٹھتی ہے (احب ایینامین)
- 2- بچوں کے درمیان تفاوت کرنے سے باپ سے ان کا عشق و محبت کم ہو جاتا ہے (ان ابانا لفی ضلال مبین)
- 3- طاقت و قدرت محبت آور نہیں ہے (احب الی ایینا و نحن عصب)
- 4- "حسد" نبوت اور پدری حدود کو بھی توڑ دیتا ہے اور بچے اپنے باپ کو جو پیغمبر بھی ہیں "مخرف" اور "بے انصاف" کہتے لگتے ہیں (ان ابانا لفی ضلال مبین)
- 5- محبوب نظر ہونے کا عشق اور اسکی محبت ہر انسان کی فطرت میں موجود ہے اگر کوئی انسان سے محبت نہ کرے یا کسم توجہی برتے تو انسان کو اس سے تکلیف ہوتی ہے (احب الی ایین)

آیت 9:

(9) اَفْتُلُوا يُوسُفَ أَوْ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ

"(بھائیوں نے ایک دوسرے سے کہا خیر تو اب مناسب یہ ہے کہ یا تو یوسف کو مار ڈالو یا (کم از کم) اس کو کسی جگہ۔ (چل کر) پھینک تو البتہ تمہارے والد کی توجہ صرف تمہاری طرف ہو جائے گی اور اسکے بعد تم سب کے سب (باپ کی توجہ سے) اچھے آدمی بن جاؤ گے۔"

نکات:

جب انسان کو نعمتیں حاصل ہوتی ہیں تو اس کی چار حالتیں ہوتی ہیں۔ حسدات، بخل، ایثار، غبطہ۔ جب یہ۔ فکر ہو کہ۔ اگر ہمارے پاس فلاں نعمت نہیں ہے تو دوسرے بھی اس نعمت سے محروم رہیں تو اسے "حسادت" کہتے ہیں۔ اگر یہ فکر ہو کہ یہ۔ نعمت فقط میرے پاس رہے دوسرے اس سے بہرہ مند نہ ہوں تو اسے "بخل" کہتے ہیں اگر یہ فکر ہو کہ دوسرے اس سے بہرہ مند ہوں اگرچہ ہم محروم رہیں تو اسے "ایثار" کہتے ہیں۔ اگر یہ کہے کہ دوسرے افراد نعمت سے بہرہ مند رہیں۔ اے کاش ہم بھی نعمت سے بہرہ مند ہوتے تو اسے غبطہ اور رشک کہتے ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: میں کبھی اپنے بچوں سے اظہار محبت کرتا ہوں اور انہیں اپنے زانوں پر سٹھکاؤں۔ جبکہ۔ وہ ان تمام محبتوں کے مستحق نہیں ہوتے (میں اس لئے ایسا کرتا ہوں کہ) کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے تمام فرزند ایک دوسرے سے حسد و جلن کرنے لگیں اور حضرت یوسف (ع) کے ماجرے کی تکرار ہو جائے۔<sup>(1)</sup>

(1) تفسیر نمونہ بختل بجا، ج 74 ص 87.

پیام:

- 1- بری فکر انسان کو خطرناک عمل کی طرف لے جاتی ہے (لیوسف. احب .اقتلو)
- 2- حسد و جلن انسان کو بھائی کے قتل پر آمادہ کرتی ہے (اقتلوا یوسف)
- 3- انسان ، محبت کا خواہاں ہے اور محبت کا کم ہونا بہت بڑے خطرات و انحرافات کا باعث ہوتا ہے (یخل لکم وجہ ایکم)
- 4- اگرچہ قرآن "محبوبیت کی راہ" ایمان و عمل صالح کو قرار دیتا ہے ان الذین امنوا و عملوا الصالحات سیجعل لهم الرحمن ودا<sup>(1)</sup> لیکن شیطان محبوبیت کی راہ کو برا اور کٹی بتاتا ہے (اقتلوا... یخل لکم وجہ ایکم)
- 5- حسد کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ دوسروں کو نابود کرنے سے اسے نعمتیں مل جائیں گی - (اقتلوا... یخل لکم وجہ ایکم)
- 6- شیطان کل توبہ کر لینے کا دھوکا دے کر آج گناہ کا راستہ دکھاتا ہے۔ (وتکونوا من بعده قوماً صالحین)
- 7- علم و آگاہی ہمیشہ انحراف سے دوری کا سبب نہیں ہے - جناب یوسف (ع) کے بھائیوں نے قتل اور شہر بدر کرنے کو برا سمجھنے کے باوجود اسی کو انجام دی (وتکونوا من بعده قوماً صالحین)

آیت 10:

(10) قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غِيَابِ الْجُبِّ يَلْتَقِطُهُ بَعْضُ السَّيَّارِ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ .

"ان میں سے ایک کہنے والا بول اٹھا کہ یوسف کو جان سے تو نہ مارو (ہاں اگر تم کو ایسا ہی کرنا ہے) تو کسوں اور کسوں میں سے لے جا کر ڈال دو کوئی راہ گیر اسے نکال کر لے جائے گا (اور تمہارا مطلب بھی حاصل ہو جائے گا)"

## نکات:

"جُبَّ" اس کنویں کو کہتے ہیں جس میں پتھر نہ بچھائے گئے ہوں "غیابت" بھی ان طاقتوں کو کہتے ہیں جو کنوینگی دیوار میں پانی کے قریب ہوتے ہیں جو اوپر سے دکھائی نہیں دیتے ہیں۔

نہی از منکر (برائیوں سے روکنا) ایسی برکتوں کا حامل ہے جو آئندہ روشن ہوتے ہیں۔ (لا تفتلوا) نے حضرت یوسف (ع) کو نجات دلائی اور اس کے بعد آپ (ع) نے ایک مملکت کو قحط سے نجات دلائی اسی طرح جس طرح ایک دن جناب آسیہ نے فرعون سے "لا تفتلوا" کہہ کر جناب موسیٰ (ع) کو نجات دلائی اور اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دلائی درحقیقت یہ وعدہ الہی کا روشن نمونہ ہے خداوند عالم فرماتا ہے من احياءها فکانما احيانا للناس جميعا<sup>(1)</sup> جو بھی ایک شخص کو حیات دے گا گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔

## پیام:

1- اگر برائیوں کو بطور کامل نہیں روک سکتے تو جہاں تک ممکن ہو روکنا چاہیے۔ (لا تفتلوا... والقوه)

آیت 11:

(11) قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَى يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنَاصِحُونَ .

"سب نے (یعقوب سے) کہا باجان آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہم پر اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم لوگ تو اس کے خیر خواہ ہیں۔"

پیام:

- 1- جو لوگ کچھ نہیں ہوتے وہ زیادہ دعویٰ اور پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ (انا له لناصرحون)
- 2- ہر بھائی قابل اطمینان نہیں ہے (گویا حضرت یعقوب نے جناب یوسف کو بارہا بھائیوں کے ساتھ جانے سے روکا ہے اسی لئے بھائیوں نے یہ کہہ کر (مالک لاتأمنا) اعتراض کیا ہے )
- 3- نعرے بازی سے دھوکا نہ کھ اور بے مسمی اسم سے پرہیز کرو (خائن اپنا نام ناصح رکھتا ہے) (لناصرحون)
- 4- دشمن بدگمانی کو دور کرنے کے لئے ہر قسم کا اطمینان دلاتا ہے ۔ (اناله لناصرحون)
- 5- خیانت کار اپنی غلطی کو دوسروں کی گردن پر ڈالتا ہے۔ (مالک)

6- روز اول ہی سے انسان نے خیر خواہی کے نام پر دھوکا کھلایا ہے ، شیطان نے جناب آدم و حوا کو غفلت میں ڈالنے کے لئے

یہی کہا تھا کہ میں آپ کا خیر خواہ ہوں (وقاسمہما انی لکما لمن الناصحین)<sup>(1)</sup> (انا لہ لناصرحون)

7- بعض و حسد، انسان کو مختلف گناہوں پر مجبور کرتا ہے (جیسے جھوٹ ، دھوکہ دینا یہاں تک کہ اپنے محبوب ترین رشتہ دار کو بھس

دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ (انا لہ لناصرحون)

**آیت 12:**

(12) أَرْسَلَهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَعُ وَيَلْعَبُ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ.

" آپ اس کو کل ہماری ساتھ بھیج دیجئے کہ ذرا (جنگل) سے پھل پھلاری کھائے اور کھیلے کودے اور ہم لوگ تو اس کے

نگہبان ہی ہیں۔"

**نکات:**

انسان تفریح و ورزش کا محتاج ہے جیسا کہ اس آیت میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ وہ قوی ترین منطوق و دلیل جس کی بنیاد پر حضرت

یعقوب (ع) کو اپنے بیٹوں کی خواہش کو تسلیم کرنا پڑا وہی تفریح ہے کہ یوسف کو تفریح کی ضرورت ہے، بعض روایتوں میں آیا ہے کہ۔

مومن کو اپنا کچھ وقت تفریح و لذت کے لئے مخصوص کرنا چاہیے تاکہ اس کے وسیلہ سے تمام کام بخوبی انجام دے<sup>(2)</sup>

(1) سورہ اعراف آیت 21 .

(2) نوح البلاغ حکمت 390

فقط کل ہی نہیں بلکہ آج بھی اور آئندہ بھی اس کھیل اور ورزش کے بہانے جوانوں کو سرگرم کیا جا رہا ہے اور کیا جاتا رہے گا ہم سارے جوانوں کو حقیقی ہدف سے دور اور غفلت میں رکھا جا رہا ہے کھیلوں کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں تاکہ اہم چیزیں کھیل شمار ہونے لگیں۔ استکبار اور سازشی لوگ صرف کھیل کود سے سوء استفادہ نہیں کرتے بلکہ ہر پسندیدہ و مقبول نام سے اپنے برے اہداف کی ترویج کرتے ہیں، ڈپلومیٹ (diplomate) کے روپ میں خطرناک ترین جاسوسوں کو دوسرے ممالک میں روانہ کرتے ہیں فورس اور دفاعی امور کے مشیر ہونے کے پیچھے سازش کرتے ہیں اور اس کے راز حاصل کر لیتے ہیں۔

حقوق بشر کے بہانے کر کے اپنے نوکروں کی حملیت کرتے ہیں، دوا کے نام پر اپنے نوکروں کے لئے اسلحہ روانہ کرتے ہیں، اقتصادی ماہرین کے بہانے ممالک کو کمزور تر بنا دیتے ہیں، سم پاشی کے بہانے باغات اور کھیتوں کو برباد کر دیتے ہیں۔ حتیٰ اسلامی ماہرین کے روپ میں غیر اسلامی چیزوں کو اسلامی لباس میں پیش کرتے ہیں۔

پیام:

1- بچے کی تفریح باپ کی اجازت سے ہونی چاہیے (ارسلہ)

2- ورزش و تفریح، کھیل کود شیطانی جالونمیں سے ایک جال ہے اور غافل کرنے کا ذریعہ ہے (ارسلہ معنا خدا یرتع و یلعب)

3- بھائیوں نے دھوکہ دینے کے لئے مباح اور منطقی وسیلہ سے سوء استفادہ کیا (ارسلہ... یرتع و یلعب)



آیت 13:

(13) قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنْ تَدْهَبُوا بِهِ وَأَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنْتُمْ عَنْهُ غَافِلُونَ.

"(یعقوب نے) کہا تمہارا اس کو لے جانا مجھے صدمہ پہنچانا ہے اور میں تو اس سے ڈرتا ہوں کہ تم سب کے سب اس سے بے خبر ہو جاؤ اور (مبادا) اسے بھیڑیا کھا جائے۔"

نکات:

حضرت یعقوب (ع) نے بظاہر بھیڑے کے حملے سے خوف کا اظہار کیا۔ مصلحتوں کی بنیاد پر حسالت کا ذکر نہیں فرمایا، امر-ال-حال بھی یہی ہے کہ ہمیں جس چیز سے ڈرنا چاہیے اس سے نہیں ڈرتے۔ ہمیں حساب و کتاب دوزخ سے ڈرنا چاہیے لیکن نہیں ڈرتے۔ رزق و روزی، مقام و دولت جو پہلے سے مقدر ہیں اس سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے لیکن ہم پھر بھی ڈرتے ہیں!!۔

پیام:

1- راز فاش نہ کریں (اخاف ان یاکلمہ الذئب) حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کی حسادت سے واقف تھے اس لیے حضرت یوسف (ع) سے فرمایا تھا کہ بھائیوں سے اپنا خواب بیان نہ کرنا، لیکن یہاں پر ان کی حسادت کا ذکر نہیں کرتے بلکہ۔۔ بھیڑے اور غفلت کا پہانہ کر رہے ہیں۔

2- اپنے بچوں کی نسبت احساس ذمہ داری پیغمبروں (ع) کی ایک خصلت ہے۔ (لَیَحْزُنُنَّی...اخاف)

3- اپنے بچوں کو مستقل بنائیں، عشق پداری اور اپنے بچے کو آنے والے احتمالی خطرہ سے بچلاؤ حقیقتیں ہیں، لیکن اپنے بچے کو مستقل بنانا بھی ایک حقیقت ہے حضرت یعقوب (ع) نے جناب یوسف (ع) کو تمام بھائیوں کے ساتھ روانہ کر دیا اس لیے کہ۔۔ نوجوان کو آہستہ آہستہ باپ سے جدا ہو کر اپنے لئے دوست بنانا چاہیے اسے فکر کر کے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہیے چاہے کتنی ہنس مشکلات اور غم و الم کا سامنا کرنا پڑے۔

4- جھوٹے کو راستہ نہ دکھ (روایتوں میں آیا ہے کہ بھیڑے کا موضوع جناب یوسف (ع) کے بھائیوں کے ذہن میں نہیں تھا بلکہ

حضرت یعقوب (ع) کے بیان نے انہیں اس طرف متوجہ کیا<sup>(1)</sup>)

-----  
(1) تفسیر نور العظیمین

آیت 14:

(14) قَالُوا لَئِنِ أَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَ إِنَّا إِذَا لَخَّاسِرُونَ

"وہ لوگ (یعقوب کے بیٹے) کہنے لگے جبکہ ہماری جماعت قوی ہے (اس پر بھی) اگر اس کو بھیڑے کھاجائے تو ہم لوگ یقیناً بڑے گھانا اٹھانے والے (کے) ٹھہریں گے۔"

نکات:

"عص" متحد قوی گروہ و جماعت کو کہتے ہیں اس لئے کہ وحدت و یکجہتی میں اعصاب بدن کی طرح ایک دوسرے کس حملت کرتے ہیں۔

پیام:

- 1- کبھی بزرگ اپنے تجربہ اور آگاہی کی بنیاد پر خطرے کا احساس کر لیتے ہیں لیکن جوان اپنی طاقت و قدرت پر مغرور ہوتے ہیں اور خطرہ کو مذاق سمجھتے ہیں۔ (نخن عص) باپ پریشان ہے لیکن بچے اپنی طاقت و قدرت پر نازاں ہیں۔
- 2- اگر کوئی ذمہ داری کو قبول کر لے اور اسے نہ نبھاسکے تو وہ اپنا سرمایہ ، شخصیت ، آبرو اور ضمیر کو خطرے میں ڈال دیتا ہے اور آخر کار نقصان اٹھاتا ہے (لخاسرون)

3- ظاہری فریب اور جھوٹے احساسات کا اظہار جناب یوسف (ع) کے بھائیوں کا ایک دوسرا حربہ تھا۔ (إِنَّا إِذَا لَخَّاسِرُونَ)

آیت 15:

(15) فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَاجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غِيَابِ الْجُبِّ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هَذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ

"غرض یوسف کو جب یہ لوگ لے گئے اور اس پر اتفاق کر لیا کہ اسکو اندھے کنویں میں ڈال دیں اور (آخر کار یہ لوگ کسر گزرے تو) ہم نے یوسف کی طرف وحی بھیجی کہ (تم گھبر نہیں) ہم عنقریب تمہیں بڑے مرتبہ پر پہنچائیں گے (تب آپ اٹکے) اس فعل (بد) کے بارے میں انہیں ضرور بتائیں گے جبکہ انہیں اس بات کا شعور تک نہیں ہوگا۔"

نکات:

جب سے خدا نے حضرت یوسف (ع) کو حاکم بنانے کا ارادہ کیا اسی وقت سے ضروری ہو گیا کہ جناب یوسف (ع) چنانچہ مراحل سے گزریں غلام بنیں تاکہ غلاموں پر رحم کریں، کنویں اور قید خانہ میں رہیں تاکہ قیدیوں پر رحم کریں۔ اسی طرح خداوند متعال اپنے پیغمبر حضرت محمد (ص) سے فرماتا ہے کہ۔ آپ فقیر و یتیم تھے پس یتیم و فقیر کو اپنے پاس سے نہ بھگائیں (الم یجدک یتیمًا فاوی... فاما الیتیم فلا تفہر...)<sup>(1)</sup>

پیام:

1- کنویں کے اندر جناب یوسف (ع) کے اطمینان کا بہترین وسیلہ روشن مستقبل اور نجات کے بارے میں "خدا کی طرف سے

الہام ہے" (اوحینا الیہ)

-----

(1) سورہ نوحی آیت 6 تا 9.

2- مخالفین کا اتفاق نظر اور اجتماع تمام مقالات پر کارساز اور حقانیت کی دلیل نہیں ہے بلکہ قانون خداوندی ہی حق ہونے کی دلیل

ہے۔ (اجمعوا... و اوحینالیہ)

3- حساس موقع پر امداد الہی، اولیاءِ خدا کی طرف آتی ہے (فی غیابت الجب... و اوحینالیہ)

4- جناب یوسف (ع) جوانی میں بھی وحی الہی کو حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے (اوحینالیہ)

سازش اور عمل کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے (بھائیوں نے کنویں میں پھینکنے کی سازش کی (القوہ) لیکن جب عمل کا مرحلہ آیا تو

جناب یوسف (ع) کو کنویں میں چھوڑ دیا (یجعلوہ)

آیت 16:

(16) وَجَاءُوا آبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ.

"اور یہ لوگ (پہنی سازش کو عملی جامہ پہنانے کے بعد) رات کی ابتدا میں اپنے باپ کے پاس (بنائے رونا) روتے ہوئے آئے۔"

پیام:

- 1- سازش کرنے والے احساسات اور مناسب موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ (عشائے)
- 2- گریہ ہمیشہ صداقت کی علامت نہیں ہے لہذا ہر آنسو پر بھروسہ نہ کریں۔ (بیکون)<sup>(1)</sup>

(1) قرآن مجید میں گریہ اور آنسو کی چار قسمیں ہیں:

- 1- شوق و محبت کے آنسو۔ عیسائیوں کا ایک گروہ قرآن مجید کی آیتیں سن کر آنسو بہاتا تھا... (تیری اعیینہم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق) (سورہ مائدہ آیت 83)
- 2- حزن و حسرت کے آنسو۔ عشق و محبت سے سرشار مسلمان جیسے ہی رسول اکرم (ص) سے سنتے تھے کہ جنگ میں جانے کی جگہ نہیں ہے تو رونے لگتے تھے۔ (تفیض من الدمع حزنا الا یجدوا ما ینفقون) (سورہ توبہ آیت 92)
- 3- خوف و ہراس کے آنسو: اولیاء الہی کے سامنے جیسے ہی آیت کی تلاوت ہوتی ہے روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے ہیں: (خزوا سجدا و بکیا) (سورہ مریم آیت 58) (و یخون للاذقان بیکون و یزیدہم خشوعا) (سورہ بنی اسرائیل آیت 109)
- 4- مگرچھ کے آنسو: سورہ یوسف کی یہی سولہویں آیت جس میں برادران یوسف اپنے باپ کی خدمت میں روتے ہوئے آئے کہ یوسف کو بھیدیا کھا گیا (بیکون)

آیت 17:

(17) قَالُوا يَا أَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ .

"اور کہنے لگے : اے بابا! ہم لوگ تو جا کر دوڑ لگانے لگے اور یوسف کو (تنہا) اپنے اسباب کے پاس چھوڑ دیا اتنے میں بھیڑیا آکر اسے کھا گیا اور ہم لوگ سچے بھی ہوں پھر بھی آپ کو ہماری باتوں پر یقین نہیں آئے گا۔"

نکات:

بھائیوں نے اپنی خطا کی توجیہ کے لئے پے درپے تین جھوٹ کا سہارہ لیا:

1- کھیلنے گئے تھے۔

2- یوسف کو سلمان کے پاس چھوڑ دیا تھا۔

3- یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔

پیام:

1- خیانت کار، ڈریوک اور جھوٹا ہوتا ہے، راز فاش ہونے سے ڈرتا ہے (ما انت بمومن لنا و لو كنا صادقین)

2- مقابلہ و مسابقہ کا رواج گزشتہ ادیان میں بھی تھا۔ (نستبق)

آیت 18:

(18) وَجَاءُوا عَلَىٰ قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ

"یہ لوگ یوسف کے کرتے پر جھوٹ موٹ (بھید) کا خون بھی (گا کے باپ کے پاس) لے آئے۔ یعقوب نے کہا (بھیڑے نے نہیں کھلایا ہے) بلکہ تمہارے دل نے تمہارے بچ کے لئے ایک بات گڑھی ہے پھر (تو مجھ کو) صبر جمیل (کرنا) ہے اور جو تم لوگ کہتے ہو اس پر خدا ہی سے مدد مانگی جاتی ہے۔"

نکات:

مقدرات الہی پر صبر کرنا اچھی بات ہے لیکن ایک بچے پر جو ظلم ہوا ہے اس پر صبر کرنا کون سی ایسی بات ہے جسے حضرت یعقوب (ع) "فصبر جمیل" سے یاد فرما رہے ہیں؟

جواب: سب سے پہلی بات تو یہ کہ حضرت یعقوب (ع) وحی کے ذریعہ سے جانتے تھے کہ جناب یوسف (ع) زندہ ہیں۔ دوسری بات یہ کہ جناب یعقوب (ع) کی ذرا سی ایسی حرکت جس سے بھائیوں کو گمان ہو جاتا کہ حضرت یوسف (ع) زندہ ہیں تو وہ کنوئیں پر جا کر انہیں میست و نالود کر دیتے، تیسری بات یہ کہ ایسا کام نہیں کرنا چاہیے کہ حتی ظالموں پر بھی مکمل طور پر توبہ کس رہائیں ہو جائیں۔



پیام:

1- مظلوم نمائی کے دھوکے میں نہ (جناب یعقوب (ع) خون بھرے کرتے اور آنسو کے فریب میں نہ آئے بلکہ فرمایا یہ تم نے

اپنے بچ کے لئے گڑھا ہے) (بل سولت لکم انفسکم)

2- سازشوں سے بچتے رہو۔ (بدم کذب)

3- نفس اور شیطان، انسان کے نزدیک گناہ کو اچھا کر کے پیش کرتے ہیں اور گناہگاروں کے لئے طرح طرح کے بہانے بناتے ہیں۔

۔ (بل سولت لکم انفسکم)

4- بہترین صبر وہ ہے جہاں دل جل رہا ہو آنسو نہ تھمتے ہوں پھر بھی خدا فراموش نہ ہو۔ (واللہ المستعان)

5- باطنی طاقت اور صبر کے علاوہ حوادث میں انسان کو اللہ سے بھی مدد حاصل کرنی چاہیے (فصبر جمیل واللہ المستعان)

آیت 19:

(19) وَجَاءَتْ سَيَّارَ فَأَرْسَلُوا وَّارِدَهُمْ فَأَدْلَى دَلْوَهُ قَالَ يَا بُشْرَى هَذَا عَلَآمٌ وَأَسْرُوهُ بِضَاعَ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ .

"اور (خدا کی شان دیکھو یوسف کنویں میں تھے کہ ایک قافلہ (وہاں) آکر اترا ان لوگوں نے اپنے سقے کو (پانی بھرنے) بھیجا۔ اس نے اپنا ڈول ڈالا ہی تھا (کہ یوسف اس میں ہو بیٹھے اور اس نے کھینچا تو باہر نکل آئے) وہ پکارا ! آہا یہ تو لڑکا ہے اور قافلہ۔ والوں نے یوسف کو قیمتی سرمایہ سمجھ کر چھپا رکھا حالانکہ جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں خدا اس سے خوب واقف ہے۔"

نکات:

خداوند متعال اپنے مخلص بندوں کو ان کے حال پر نہیں چھوڑتا بلکہ مصیبتوں اور مشکلات سے نجات دیتا ہے۔

جیسا کہ جناب نوح (ع) کو پانی کے اوپر، جناب یونس (ع) کو پانی کے اندر اور جناب یوسف (ع) کو پانی کے کنارے نجات دی۔ اسی طرح جناب ابراہیم (ع) کو آگ سے جناب موسیٰ (ع) کو وسط دریا میں اور حضرت محمد مصطفیٰ (ص) کو غار کے اندر، حضرت علی علیہ السلام کو شب ہجرت رسول اکرم (ص) کے بستر پر سوتے ہوئے نجات دی۔

جب بھی خدا ارادہ کرتا ہے تو انسانی درخواست اور خواہش کے بغیر وہ جامہ عمل سے آراستہ ہو جاتا ہے۔ جناب موسیٰ (ع) آگ لانے گئے تھے لیکن وحی اور پیغمبری کے ساتھ لوٹے، یہ قافلہ پانی لانے کے لئے گیا تھا لیکن وہ جناب یوسف (ع) کو نجات دے کر لوٹا۔

ارادۃ الہی سے کنویں کی رسی وسیلہ قرار پائی کہ جناب یوسف (ع) کنویں کی گہرائی سے نکل کر تخت و تاج اور حکومت تک پہنچیں تو ذرا غور کریں کہ "حبل اللہ" (اللہ کی رسی) سے کیا کیا کارنامے انجام پذیر ہو سکتے ہیں اور انسان بلندیوں کی کن منازل تک پہنچ سکتا

ہے۔

پیام:

- 1- جب اپنے حملیت نہیں کرتے تو خدا غیروں کے ذریعہ سے مدد کرتا ہے جناب یوسف کے بھائی انہیں کنویں میں ڈال کر چلتے گئے لیکن نا آشنا قافلہ نے انہیں نجات دی (جائت سیار)
- 2- کام کا آپس میں تقسیم کرنا معاشرتی زندگی کے اصولوں میں سے ایک اصل ہے (واردہم) (پانی لانے کے ذمہ دار شخص کا ذکر ہے)
- 3- کچھ لوگ انسان کو بھی بضاعت اور پوٹھی سمجھنے لگتے ہیں۔ (بضاع)
- 4- حقیقت دوسروں سے پوشیدہ ہو سکتی ہے لیکن عالم الغیب خدا سے کسے پوشیدہ ہو<sup>(1)</sup> (اسروہ ... واللہ علیم)

-----  
(1) واقعہ یوسف میں ہر گروہ نے کچھ نہ کچھ چھپانا چاہا لیکن خداوند عالم نے سب کچھ آشکارا کر دیا بھائیوں نے کنویں میں ڈالنے کو چھپایا، زلیخا نے اپنے عشق کو چھپایا۔  
لیکن خدا نے ظاہر کر دیا۔

آیت 20:

(20) وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الرَّاهِدِينَ .

"(قافلے والوں نے) یوسف کو بڑی کم قیمت پر چند گنتی کے کھوٹے درہم کے عوض بیچ ڈالا اور وہ لوگ اس میں زیادہ طمع بھسی نہیں رکھتے تھے ۔"

نکات:

ہر آدمی اپنے وجود کے یوسف کو سستا بیچ کر پشیمان ہوتا ہے کیونکہ ، عمر ، جوانی ، عزت و استقلال اور انسان کی پاکیزگی ان میں سے ہر ایک یوسف ہے جسے سستا نہیں بیچنا چاہئے۔

پیام:

- 1- وہ مال جو آسانی سے آتا ہے وہ آسانی سے چلا بھی جاتا ہے (شَرَوْهُ)
- 2- جو شخص کسی چیز کی اہمیت اور قیمت کو نہیں پہچانتا اسے سستا بیچ دیتا ہے (بِثَمَنٍ بَخْسٍ) (قافلہ والے حضرت یوسف (ع) کس حقیقت و اہمیت سے نا آشنا تھے)
- 3- انسان کھلے گریا جاتا ہے پھر غلام بنایا جاتا ہے اس کے بعد سستا بیچ دیا جاتا ہے۔
- 4- پیسوں کی تاریخ ، اسلام سے ہزاروں سال پرانی ہے (دَرَاهِمَ )
- 5- نظام غلامی اور غلام فروشی کا سابقہ طولانی ہے - (شَرَوْهُ)
- 6- قانون طلب و رسد (بازار میں مال کی آمد اور خریدار کی کثرت) قیمت کی تعیین میں موثر ہے (چونکہ قافلے والے بیزار تھے اس لئے یوسف کو ارزاں بیچ دیا)
- 7- بے معرفت مردوں نے جناب یوسف (ع) کو کم قیمت میں بیچ دیا لیکن با معرفت عورتوں نے جناب یوسف (ع) کو ایک کریم فرشتہ کہا - روایت میں آیا ہے "زبّ امرئ افقه من الرجل" کتنی ہی ایسی عورتیں ہیں جو مردوں سے زیادہ سمجھ دار ہوتی ہیں۔

## آیت 21:

(21) وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

"اور مصر کے لوگوں میں سے جس نے ان کو خریدا تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا: اس کو عزت و آبرو سے رکھو (غلام نہ سمجھو) عجب نہیں یہ ہمیں کچھ نفع پہنچائے یا (شاید) اسکو اپنا بیٹا ہی بنالیں۔ اور یوں ہم نے یوسف کو اس سرزمین میں (جگہ دے کر) قابض بنایا اور غرض یہ تھی کہ ہم اسے خواب کی باتوں کی تعبیر سکھائیں اور خدا تو اپنے کام پر ہر طرح سے غالب و قادر ہے مگر بہتیرے لوگ اسے نہیں جانتے ہیں۔"

## نکات:

اگر انسان کا خریدار عزیز ہو تو تلخ حوادث میں بھی انجام لچھا ہوتا ہے لہذا اگر ہم خود کو واقعی عزیز (یعنی خدائے متعال) کے ہاتھوں بیچ ڈالیں تو آخرت میں خسارت و حسرت میں گرفتار نہ ہوں گے۔

پیام:

- 1- بزرگواری جناب یوسف (ع) کے چہرہ سے نملیاں تھی یہاں تک کہ جس نے آپ (ع) کو خریدا اس نے بھی پنس بیسوی سے تاکید کردی کہ ان کو غلام کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ (اَکْرَمِي مَثْوَاهُ )
- 2- دل، اللہ کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں۔ لہذا حضرت یوسف (ع) کی محبت خریدار کے دل میں بیٹھ گئیں ( عَسَىٰ اَنْ يَنْفَعَنَا اَوْ نَنْتَحِذَهُ وَاَلَدًا )
- 3- لوگوں کا احترام کر کے ان سے مدد کی امید رکھ سکتے ہیں (اکرمی ... ینفعن)
- 4- بچے کو گود لینا تاریخی سابقہ رکھتا ہے ( نَنْتَحِذَهُ وَاَلَدًا )
- 5- علم و قدرت، ذمہ داری کو قبول کرنے کی دو شرطیں اور نعمت الہی ہیں (مَكَّنَّا... لِنُعَلِّمَهُ)
- 6- تلخیوں برداشت کرنے کا نتیجہ شیرینی ہے ( بِشْمَنِ بَحْسٍ... مَكَّنَّا لِيُوسُفَ )
- 7- خدا کا غالب ارادہ جناب یوسف (ع) کو چاہ سے جاہ تک لے گی ( مَكَّنَّا لِيُوسُفَ )
- 8- جس کو ہم حادثہ سمجھتے ہیں در حقیقت خداوند عالم اس کے ذریعہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کس راہ ہم سوار کرتا ہے (عَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ )
- 9- لوگ ظاہری حوادث کو دیکھتے ہیں لیکن الہی اہداف سے بے خبر ہوتے ہیں (لَا يَعْلَمُونَ)

آیت 22:

(22) وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ .

"اور جب یوسف اپنی جوانی کو پہنچے تو ہم نے ان کو حکم (نبوت یا حکمت) اور علم عطا کیا اور نیکوکاروں کو ہم ایسے ہی جزا دیا کرتے ہیں۔"

نکات:

کلمہ "أَشُدُّ" کا ریشہ "شد" ہے جو مضبوط گرہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یہاں بطور استعارہ (1) "روحی و جسمی استحکام" کے لئے آیا ہے۔

یہ کلمہ قرآن مجید میں کبھی بلوغ کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسے سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوا ہے "حتی یبلغ اشده" (2) یعنی مال یتیم کے قریب نہ ج یہاں تک کہ وہ سن بلوغ تک پہنچ جائے۔ اور کبھی "یہی" اشد چالیس سال کے سن کے لئے استعمال ہوا ہے جیسے سورہ احقاف میں ارشاد ہوا ہے "بلغ اشده و بلغ اربعین سن" (3) اور کبھی بڑھاپے سے پہلی والی زندگی کے لئے استعمال ہوا ہے جیسے سورہ غافر میں ارشاد ہوا "ثم یخرجکم طفلاً ثم لتبلغوا اشدکم ثم لتکونوا شیوخاً" (4)

(1) استعارہ علم معانی بیان کی ایک اصطلاح ہے جو درحقیقت تشبیہ ہے لیکن فرق یہ ہے کہ تشبیہ میں مشبہ و مشبہ بہ مذکور ہوتا ہے لیکن جب یہ حذف ہو جاتے ہیں تو

اسے "استعارہ" کہتے ہیں۔ مترجم

(2) سورہ انعام آیت 152،

(3) سورہ احقاف آیت 15،

(4) سورہ غافر آیت 62.

پیام:

- 1- ایک قوم و معاشرے کی رہبری کے لئے علم و حکمت کے علاوہ جسمی طاقت بھی ضروری ہے (بَلَّغَ أَشُدَّهُ)
- 2- علومِ انبیاء (ع) انتسابی نہیں ہیں (آتَيْنَاهُ عِلْمًا)
- 3- الطافِ الہی انسان کی لیاقت اور قانون کی بنیاد پر ہے (نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ)
- 4- پہلے نیکی اور احسان کرنا چاہئے تاکہ انعامِ الہی کے لائق ہو سکیں (نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ)
- 5- نیک کام کرنے والے اس دنیا میں بھی کامیاب ہو جاتے ہیں (كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ)
- 6- ہر وہ شخص جو علمی اور جسمانی طاقت رکھتا ہے لطفِ الہی اس کے شامل حال نہیں ہوتا بلکہ محسن ہوگا۔ بھسی ضروری ہے۔ (نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ)

آیت 23:

(23) وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ .

" اور جس عورت کے گھر میں حضرت یوسف رہتے تھے اس نے (اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے) خود ان سے آرزو کی اور تمام دروازے بند کر دیئے اور (بے تابانہ) کہنے لگی : لو میں تمہارے لئے آمادہ ہو نیوسف نے کہا: معاذ اللہ (اللہ کی پناہ) وہ میرا پروردگار ہے اس نے مجھے اچھا مقام دیا ہے (میں ایسا ظلم کیونکر کر سکتا ہوں) بے شک (ایسا) ظلم کرنے والے فلاح نہیں پاتے ۔"



## نکات:

آیت کے اس جملہ "إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ" کی تفسیر میں دو احتمال پائے جاتے ہیں:

1- خداوند متعال میرا پروردگار ہے جس نے مجھے عزت دی ہے اور میں نے اسی کی طرف پناہ لی ہے۔

2- عزیز مصر میرا مالک ہے اور میں نے اس کے دسترخوان پر زندگی گزاری ہے، اس نے تم سے میرے بارے میں "اکرمی مشواہ

" کہا ہے لہذا میں اس سے خیانت نہیں کر سکتا۔

یہ دونوں احتمال اپنے لئے دلائل رکھتے ہیں اور شواہد کی بنیاد پر استناد بھی کیا جاتا ہے۔ لیکن ہماری نظر میں پہلا احتمال بہتر ہے کیونکہ حضرت یوسف (ع) نے تقویٰ الہی کی بنیاد پر خود کو گناہ سے آلودہ نہ کیا۔ نہ یہ کہ اس بنیاد پر پرہیز کیا کہ۔ چونکہ۔ میں عزیز مصر کے گھر میں رہتا ہوں اور اس کے مجھ پر حق ہیں لہذا اس کی بیوی کے ساتھ برا قصد نہیں کروں گا۔ کیونکہ یہ کام تقویٰ سے کم تر ہے۔

یقیناً اس سورہ میں چند جگہوں پر کلمہ (رَبِّكَ) سے مراد "عزیز مصر" ہے لیکن کلمہ "رَبِّي" جو استعمال ہوا ہے اس سے مراد

خداوند متعال ہے۔ دوسری طرف جناب یوسف (ع) کی شان سے بعید ہے کہ وہ خود کو اتنا حقیر بنا لیں کہ عزیز مصر کو "رَبِّي" کہتے

لگیں۔

پیام:

- 1- جہاں کم تقویٰ اور نامحرم عورتیں رہتی ہیں وہاں جوان لڑکوں کو نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ وہاں غلط آرزوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ( وَرَاوَدْتُهُ ... فِي بَيْتِهِ )
- 2- بڑے گناہ نرم لطیف انداز سے شروع ہوتے ہیں - ( وَرَاوَدْتُهُ )
- 3- غلط کام کرنے والوں کا نام لینے سے پرہیز کرنا چاہیے ان کے سلسلے میں فقط اشارہ کنایہ سے بات کرنی چاہیے ( اَلَّتِي )
- 4- مرد کا پاک ہونا کافی نہیں ہے کیونکہ کبھی کبھی عورتیں بھی مردوں کے لئے پریشانی کا باعث ہوتی ہیں ( وَرَاوَدْتُهُ )
- 5- نامحرم مرد و عورت کا کسی ایسی جگہ جمع ہونا جہاں کوئی نہ ہو، گناہ کس راہ ہمسوار کرتا ہے ( غَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ )
- 6- ہمیشہ تاریخ میں "زنا کا گناہ ایک ثابت شدہ جرم ہے" اسی وجہ سے عزیز مصر کی بیوی نے تمام دروازوں کو مضبوطی سے بند کر دیا تھا۔ ( غَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ )
- 7- رسوائی سے بچنے کے لئے بذات خود اقدامات کئے۔ ( غَلَّقَتِ )
- 8- عشق بطور دفعی اور یک بارگی نہیں ہوتا بلکہ دل لبھانے کے نتیجے میں تدریجاً پیدا ہوتا ہے یوسف کا مسلسل گھر میں رہنا عشق کا باعث ہوا ( فِي بَيْتِهِ )

9- شہوت کی طاقت اس حد تک ہے کہ بادشاہ کی بیوی بھی اپنے غلام کی اسیر ہو جاتی ہے۔ (وَرَاوَدْنَاهُ النِّسَى)

10- تقویٰ کی بہترین قسم یہ ہے کہ خدا سے محبت کی بنیاد پر گناہ نہ کریں نہ کہ دنیا میں رسوائی اور آخرت کے خسوف سے گناہ

ترک کریں (مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ)

11- تمام دروازے بند ہیں لیکن خدا کی پناہ کا دروازہ کھلا ہے۔ (غَلَقْتُ الْأَبْوَابَ... مَعَاذَ اللَّهِ)

12- تقویٰ اور انسانی ارادہ انحراف اور غلطیوں کی راہ پر غالب آسکتا ہے (مَعَاذَ اللَّهِ)<sup>(1)</sup>

-----  
(1) اولیاء الہی خدا کی پناہ حاصل کرتے ہیں اور اس سے فائدہ بھی اٹھاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ (ع) نے فرعون کے قتلوں سے خدا کی پناہ مانگی (انی عدت برہی و ربکم من کل متکبر لا یومن بیوم الحساب) (سورہ مومن آیت 27)، جناب مریم کی والدہ فرماتی ہیں: خدایا میں مریم اور اسکی نسل کو تیری پناہ میں دیتی ہوں (انی اعینھا بک و ذرینھا من الشیطان الرجیم) (سورہ آل عمران آیت 36) خداوند عالم اپنے پیغمبر کو اپنی ذات کی پناہ حاصل کرنے کا حکم دیتا ہے (قل اعوذ...) (سورہ فلق آیت 1، سورہ ناس آیت 1)

13- خدا سے لو لگنا گناہ اور لغزش سے دور رہنے کا سبب ہے (مَعَاذَ اللَّهِ)

14- اگر ہمارا کوئی بزرگ یا سربراہ گناہ کا حکم دے تو ہمیں اس کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے (هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ) (لا

طاع لمخلوق في معصی الخالق) لوگوں کی اطاعت کے لئے اللہ کی معصیت نہیں کرنا چاہئے<sup>(1)</sup>

15- اعوذ باللہ کہنے کے بجائے ایک بیک خدا کی پناہ میں چلے گئے اور "مَعَاذَ اللَّهِ" کہہ دیا تاکہ اپنی پناہ منگی (کہ میں نے خود پناہ

حاصل کی ہے) کو بیان نہ کریں درحقیقت حضرت یوسف (ع) اپنے لئے کسی کمال کے قائل نہ ہوئے۔

16- گناہ کے انجام کی یاد، گناہ کرنے سے روکتی ہے (لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ)

17- زنا یا پاک دل نوجوان کے خلاف سازش کرنا، خود اپنے او پر، اپنے شوہر یا بیوی پر، معاشرے اور معاشرے کے افراد پر ظلم

ہے۔ (لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ)

18- پل بھر کا گناہ انسان کو ابدی فلاح و بہبود سے روک دیتا ہے۔ (لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ)

19- گناہ کرنا ناشکری اور کفرانِ نعمت ہے۔ (لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ)

آیت 24:

(24) وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ .

"(عزیز مصر کی بیوی) زلیخا نے تو ان کے ساتھ (برا) ارادہ کر ہی لیا تھا اور اگر یہ بھی اپنے پروردگار کی دلیل نہ دیکھ چکے ہوتے تو (غریزہ کی بنیاد پر) قصد کر بیٹھتے (ہم نے اس کو یوں بچایا) تاکہ ہم اس کو برائی اور بدکاری سے دور رکھیں، بے شک وہ ہمارے خالص بندوں میں سے تھا"۔

نکات:

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "برہان رب" علم و یقین اور حکمت کا نور تھا جس کو خداوند عالم نے گزشتہ آیتوں میں ذکر فرمایا ہے (آئینہ علماء و حکما)<sup>(1)</sup> اور جیسا کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ برہان رب سے مراد: باپ یا جبرئیل (ع) کس صورت دیکھنا ہے، اس کی کوئی محکم سند نہیں ہے۔

قرآن مجید میں کئی مرتبہ اولیائے خدا کے بارے میں دشمنان دین کی سازشوں اور ارادوں کا ذکر آیا ہے لیکن ان تمام موارد میں خداوند عالم نے ان کی سازشوں پر پانی پھیر دیا مثلاً جنگ تبوک سے واپسی پر منافقین نے چاہا کہ پیغمبر اسلام (ص) کے اونٹ کو بھڑکا کر آحضرت (ص) کو شہید کر دیں لیکن وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکے ، (وهموا بما لم ينالوا)<sup>(2)</sup>

(1) تفسیر کشف الاسرار.

(2) - سورہ توبہ آیت 74 .

نیز کچھ لوگوں نے پیغمبر اسل(ص)م کو مخرف کرنے کا ارادہ کیا (فہمت طائف منهم ان یضلوک)<sup>(1)</sup>

یا دست درازی کا ارادہ کیا لیکن کامیاب نہیں ہوئے (ہم قوم ان یسطوا الیکم ایدیہم فکف ایدیہم عنکم)<sup>(2)</sup>

پیام:

1- اگر امداد الہی نہ ہو تو ہر شخص کے پیر پھسل جائیں (وہم ہما لولا ان رأی بڑھان ربہ)

2- خداوند متعال اپنے مخلص بندوں کی حفاظت کرتا ہے (لنصرف عنہ السوء... اِنَّہ من عبادنا المخلصین)

3- اہلبیاء (ع) میں عام انسانوں کی طرح غریزہ شہوت موجود ہے لیکن خدا پر قوی ایمان ہونے کی بنیاد پر گناہ نہیں کرتے<sup>(3)</sup> (ہم

ہما لولا ان رأی بڑھان ربہ)

(1) سورہ نساء آیت 113.

(2) سورہ مائدہ آیت 11.

(3) حضرت یوسف (ع) پاکدامن اور معصوم تھے۔ اسکی دلیل ان لوگوں کا بیان ہے جو کسی نہ کسی طرح آپ (ع) سے متعلق تھے۔ بطور نمونہ کچھ دلیلیں ملاحظہ۔

ہوں۔ 1- خداوند عالم نے فرمایا: لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّہ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ۔ 2- خود حضرت یوسف (ع) نے فرمایا: رَبِّ السِّجْنِ احب الی مما یدعوننی

الیہ۔ پروردگارا! قید خانہ میرے لئے اس سے بہتر ہے جسکی طرف یہ لوگ مجھے بلا رہے ہیں۔ دوسری جگہ پھر فرمایا: انی لم اکنہ بالغیب۔ میں نے صاحب خانہ کے پیچھے

خیانت نہیں کی ہے۔ 3- زلیخا نے کہا: لقد روادتہ عن نفسه فاستعصم۔ یقیناً میں نے یوسف کو لہلہا تھا لیکن وہ معصوم ہیں۔ 4- عزیز مصر نے کہا: یوسف اعرض عن

هذا واستغفری للذنبک۔ اے یوسف تم اس ماجرا سے صرف نظر کرلو۔ اور زلیخا سے کہا: تم اپنے گناہ سے توبہ کرو۔ 5- شاہد جس نے گواہی دی کہ اگر کریم پیچھے سے

پھٹا ہے تو معلوم ہو گا کہ یوسف پاکدامن ہیں (ان کان قمیصہ...)۔ 6- مصر کی عورتوں نے گواہی دی کہ ہم جناب یوسف کے بارے میں کوئی گناہ نہیں جانتیں، (ما

علمنا علیہ من السوء)۔ 7- اہلبیاء کہ جس نے تمام لوگوں کو فریب دینے کا وعدہ کیا ہے اس نے کہا: الاعبادک منهم المخلصین میں تیرے مخلص بندوں کا مقابلہ نہیں

کر سکتا، اور یہ آیت جناب یوسف (ع) کو "مخلص" کہہ رہی ہے۔

آیت 25:

(25) وَاسْتَبَعَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَأَلْفَيَْا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ .

"اور دونوں دروازے کی طرف جھپٹ پڑے اور زلیخا نے پیچھے سے ان کا کرتہ (پکڑ کر کھینچا) اور پھاڑ ڈالا، ناگہانی دونوں نے زلیخا کے شوہر کو دروازے کے پاس کھڑا پایا، زلیخا (یوسف سے انتقام لینے یا اپنی پاکدامنی ثابت کرنے کے لئے) جھٹ (اپنے شوہر) سے کہنے لگی کہ جو تمہاری بیوی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے اسکی سزا اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ یا تو قید کر دیا جائے یا دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا جائے"۔

نکات:

"استباق" کے معنی یہ ہیں کہ دو یا چند آدمی ایک دوسرے سے سبقت و پہل کریں "فَدَّ" لمبائی میں پھٹ جانے کو کہتے ہیں۔

"لفاء" یعنی ناگہاں پالینا۔

پیام:

- 1- صرف معاذ اللہ کہنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ گناہ سے فرار بھی ضروری ہے۔ (وَاسْتَبَقَا )
- 2- کبھی ظاہری عمل ایک ہوتا ہے لیکن اہداف مختلف ہوتے ہیں ایک دوڑتا ہے تاکہ گناہ میں لوٹ نہ ہو، دوسرا دوڑتا ہے تاکہ۔  
گناہ سے آلودہ کر دے (اسْتَبَقَا )
- 3- گناہ کی جگہ سے فرار کرنا اور ہجرت ضروری ہے (اسْتَبَقَا الْبَابَ)
- 4- دروازے بند ہونے کا پہانہ کرنا کافی نہیں ہے بلکہ بند دروازے کی طرف بھاگنا چاہیے شاید کھل جائے۔ (اسْتَبَقَا الْبَابَ)
- 5- عزیز مصر کی بیوی نے اپنے شوہر کے احساس اور اس کی محبت سے خوب خوب فائدہ اٹھانا چاہا (بِأَهْلِكَ)
- 6- مجرم خود کو بری الذمہ کرنے کے لئے دوسروں پر تہمت لگاتا ہے (أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا)
- 7- شکایت کرنے والا کبھی کبھی خود مجرم ہوتا ہے (قَالَتْ مَا جَزَاءُ...)
- 8- ہمیشہ سے شوہر دار عورت پر دست درازی کو جرم شمد کیا گیا ہے (مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا)
- 9- قید خانہ اور مجرموں کو قید کرنا تاریخی سابقہ رکھتا ہے (يُسْجَنَ)
- 10- عزیز مصر کی طرف سے سزا کا اعلان کرنا بیوی کی قدرت و طاقت کی علامت ہے (يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ)
- 11- ہوس آلود عشق، ایک پل میں عاشق کو قاتل بنا دیتا ہے۔ (يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ)



آیت 26:

(26) قَالَ هِيَ رَاوَدْتَنِي عَنْ نَفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ فَمِصُّهُ قَدْ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنْ

الْكَاذِبِينَ .

"یوسف نے کہا: اس نے خود مجھ سے (میری خواہش کے برخلاف) میری آرزو کی تھی اور زلیخا ہی کے کنبہ والوں میں سے ایک گواہی دینے والے نے گواہی دی کہ اگر ان کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہے تو یہ سچی ہے اور وہ جھوٹے (کیونکہ ایسی صورت میں یوسف اور عزیز مصر کی بیوی آگے سے ایک دوسرے سے درگیر ہوتے اور کرتا آگے سے پھٹتا)"

نکتہ:

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ وہ گواہ ایک بچہ تھا جس نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کی طرح گوارے میں گواہی دی لیکن چونکہ اس کی سند محکم نہیں ہے لہذا اس پر اعتبار نہیں کر سکتے ہیں، بہتر یہی ہے کہ عزیز مصر کے مشاوروں میں سے ایک مشورہ دینے والے کو ماہیں جو اس کی زوجہ کے خاندان سے تھا اور ذہن و ہوشمند تھا اور وہ عزیز مصر ہی کی طرح واقعہ کا گواہ ہو گیا۔ کیونکہ اگر وہ باہرے کا عینی گواہ ہوتا تو جملہ شرطیہ کے ساتھ واقعہ کی گواہی دینا بے معنی ہو جائے گا (ان کان...) (1) (اگر ایسا...)

(1) مقدمات پر تہمت لگانے کا مسئلہ قرآن مجید میں بہت جگہوں پر موجود ہے ملاحظہ فرمائیے کہ پر زنا کی تہمت لگائی گئی لیکن خداوند نے عجات دی۔ پیغمبر اسلام کی بیوی پر بھی تہمت لگائی گئی اور یہاں جناب یوسف (ع) کی طرف بدکاری کی نسبت دی گئی۔

پیام:

1- جناب یوسف (ع) نے بات شروع نہیں کی۔ اگر عزیز کی زوجہ آپ (ع) پر تہمت نہ لگائی تو شاید آپ (ع) اس کی آبروریزی نہ کرتے اور یہ نہ کہتے: (ہِيَ رَاوَدْتَنِي)

2- جس پر تہمت لگائی جا رہی ہے اس کو اپنا دفاع کرنا چاہیے اور اصلی مجرم کو پہنچوانا چاہیے۔ (ہِيَ رَاوَدْتَنِي)

3- جن راہوں کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا خدائے متعال ان راہوں سے مدد فرماتا ہے۔ (شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهِ)

4- جرم شناسی میں باریک نکات سے مسائل کو کشف کیا جاتا ہے۔ (إِنْ كَانَ فَمِيصُهُ...)

5- قاضی قرآن کی بنیاد پر فیصلہ کر سکتا ہے۔ (مِنْ قُبُلٍ)

6- بے گناہ کا دفاع واجب ہے، خاموشی ہر جگہ اچھی نہیں ہوتی۔ (شَهِدَ شَاهِدٌ)

7- جب خدا چاہتا ہے تو مجرم کے رشتہ دار بھی اس کے خلاف گواہی دیتے ہیں۔ (شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهِ)

8- گواہی میں حسب و نسب، موقعیت اور رشتہ داری نہیں دیکھنی چاہئے۔ (شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهِ)

آیت 27:

(27) وَإِنْ كَانَ فَمِيصُهُ قُدًّا مِنْ ذُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ .

"اور اگر ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہو تو یہ جھوٹی اور وہ سچے ہیں۔"

نکات:

جناب یوسف (ع) کی داستان میں آپ (ع) کا کرتا بڑا کلر سا ہے۔ ایک جگہ کرتہ کا پیچھے سے پھٹا ہونا آپ (ع) کی بے گناہی اور

زلیخا کا جرم ثابت کر گیا۔

دوسری جگہ کرتہ کا نہ پھٹنا بھائیوں کے جرم کا گواہ بن گیا کیونکہ جب انہوں نے جناب یوسف (ع) کو کنویں میں ڈالنے کے بعد آپ (ع) کے پیراہن کو خون آلود کر کے باپ کی خدمت میں دکھایا اور کہا کہ جناب یوسف (ع) کو بھیڑیا کھا گیا ہے تو جناب یعقوب (ع) نے پوچھا: پھر کرتہ کیونہیں پھٹا؟ اور قصہ کے آخر میں بھی کرتہ باپ کی بینائی کا سبب بنا۔

پیام:

1- جرم اور مجرم کی تشخیص کے لئے جرم شناسی کے طریقوں کا اپنانا ضروری ہے۔ (إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدًّا مِنْ ذُبُرٍ...)

آیت 28:

(28) فَلَمَّا رَأَى قَمِيصَهُ قُدًّا مِنْ ذُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ

"پھر جب عزیز مصر نے ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا (توہنی بیوی سے) کہنے لگا: یہ تم ہی لوگوں کے چلتے ہیں اس میں کسوٹی شک نہیں کہ تمہارے چلتے بڑے (غضب کے) ہوتے ہیں۔"

## نکات:

کَیْدُكُنَّ سے مراد یہ ہے کہ پاک لوگوں پر تہمت لگانا اور خود سے بغیر پریشانی کے جلد از جلد تہمت کو دور کر دینا۔

اگرچہ قرآن مجید نے شیطان کے کید اور فریب کو کمزور شمار کیا ہے۔ ان کید الشیطان کان ضعیفا۔<sup>(1)</sup> لیکن اس آیت میں عورتوں کے چلتر کو بڑا بتایا گیا ہے۔ صاحب تفسیر صافی فرماتے ہیں شیطان کا وسوسہ تھوڑی دیر کے لئے، پیچھے سے، غائبانہ اور چوری چھپے ہوتا ہے لیکن عورت کا فریب لطائف و محبت کے ساتھ، سامنے سے اور دائمی ہوتا ہے۔

کبھی کبھی خدا بڑے بڑے کام چھوٹی چھوٹی چیزوں کے ذریعہ انجام دیتا ہے۔ ابرہہ کو ابابیل کے ذریعہ سرنگوں کرتا ہے، مکڑی کے جالے سے پیغمبر اسلام کی حفاظت کرتا ہے، کوئے کے ذریعہ نسل بشر کو تعلیم دی جاتی ہے، گود کے بچے کے ذریعہ جناب مہریم (ع) کی عفت اور پاکدامنی ثابت ہوتی ہے، پیچھے سے پھٹے ہوئے کرتے سے جناب یوسف کی پاکدامنی ثابت کرتا ہے، ہدہد کسی خبر ایک ملک کو باایمان بنا دیتی ہے اور اصحاب کہف کا انکشاف بیسے کے نمونے کے ذریعہ فرماتا ہے۔

## پیام:

- 1- حق نہیں چھپتا لیکن مجرم رسوا ہو جاتا ہے ( إِنَّہٗ مِنْ کَیْدِکُنَّ )
- 2- ناپاک عورتوں کے مکر و فریب سے بچنا چاہئے کیونکہ ان کا چلتر بڑے غضب کا ہوتا ہے۔ ( إِنَّ کَیْدِکُنَّ عَظِیْمٌ )

آیت 29:

(29) يُوسُفُ أَعْرَضَ عَنْ هَذَا وَاسْتَغْفِرَ لِذَنْبِكِ إِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ.

"(اور عزیز مصر نے یوسف سے کہا: اے یوسف اس کو جانے دو (اسے کہیں اور بیان نہ کرنا) اور (اپنی بیوی سے کہا: تو اپنے گناہ کی معافی مانگ، کیونکہ بے شک تم ہی از سر تاپا خطاکاروں میں سے ہو۔"

پیام:

- 1- عزیز مصر چاہتا تھا کہ یہ بات مخفی رہ جائے لیکن سارا جہاں اس واقعہ سے مطلع ہو گیا تاکہ جناب یوسف (ع) کس پاک-رامنی ثابت ہو جائے (يُوسُفُ أَعْرَضَ عَنْ هَذَا)
- 2- عزیز مصر نے بھی دوسرے کاخ نشیمنوں کی طرح ناموس اور غیرت کے سلسلے میں کاپلی کی اور اپنی بیوی کس سرزنش و ترویج سنجیدگی سے نہیں کی۔ (وَاسْتَغْفِرِي)
- 3- غیر الہی نمائندے اپنی بیویوں کی غیر اخلاقی حرکات پر ان کے خلاف کوئی سنجیدہ اور فیصلہ کن اقدام کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ (وَاسْتَغْفِرِي)
- 4- عورت کا اپنے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے سے جنسی رابطہ نامشروع و ناجائز ہے۔ (وَاسْتَغْفِرِي لِذَنْبِكِ)

آیت 30:

(30) وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَن نَّفْسِهِ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

"اور شہر (مصر) میں عورتیں چرچا کرنے لگیں کہ عزیز (مصر) کی بیوی اپنے غلام سے (ناجائز) مطلب حاصل کرنے کس آرزو منہر ہے بے شک غلام نے اسے اپنی الفت میں لہلہایا ہے ہم لوگ تو اسے صریح غلطی میں مبتلا دیکھتے ہیں۔"

نکات:

"شغاف" "دل کے اوپر پیچیدگی کو یاد دل کے اوپر نازک جلد جو دل کو اپنے گھیرے میں لئے رہتی ہے" اسے کہتے ہیں اس جملہ میں شَغَفَهَا حُبًّا کے معنی یہ ہیں کہ دل میں محبت رچ بس گئی ہے اور عشق شدید ہو گیا ہے (1)

ہر شخص جناب یوسف (ع) کو اپنا چاہتا ہے جناب یعقوب (ع) اپنا فرزند جانتے ہیں (یا بُنَيَّ) قافلے والے آپ (ع) کو اپنا سر-رہنما سمجھتے ہیں (شروه بٹمن بخس) عزیز مصر آپ (ع) کو اپنا گود لیا ہوا فرزند سمجھتا ہے (نتخذہ ولدا) زلیخا آپ (ع) کو اپنا معشوق سمجھتی ہے (شَغَفَهَا حُبًّا) قیدی آپ (ع) کو خواب کی تعبیر کرنے والا سمجھتے ہیں (نبینا بتاویلہ) لیکن خدا آپ کو اپنا برگزیدہ بنسره اور رسول سمجھتا ہے (یجتیبیک ربک) اور جو کچھ جناب یوسف (ع) کے لئے رہ گیا تھا وہ مقام رسالت تھا (واللہ غالب علی امرہ)

(1) تفسیر نمونہ۔

پیام:

- 1- حکومتی افراد اور ان کے خاندان کی خبریں جنگل کی آگ کی طرح پھیل جاتی ہیں۔ (قَالَ نِسْوَةٌ... اَمْرَ الْعَزِيزِ)
- 2- جب خدا چاہتا ہے تو دروازہ بند کرنے کے بعد بھی رسوائی کا داغ دامن کردار پر لگ سکتا ہے۔ (قَالَ نِسْوَةٌ... اَمْرَ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ...)

آیت 31:

(31) فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكًا وَأَاتَتْ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَذَا بَشَرًا إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ .

"تو جب زلیخا نے ان کے طعنے (اور بد گوئی) سنے تو اس نے عورتوں کو بلا بھیجا اور ان کے لئے ایک تکیہ گاہ آمادہ کس اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چھری دے دی (تاکہ پھل وغیرہ کاٹ سکیں) اور یوسف سے کہا: اب ان کے سامنے سے نکل توج، پس جب عورتوں نے انہیں دیکھا تو انہیں بڑا حسین پایا اور وہ سب کی سب (بیخودی) میں اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں اور کہنے لگیں پناہ ہے اللہ، یہ آدمی نہیں ہے یہ تو (ہو نہ ہو بس) ایک معزز فرشتہ ہے۔"

نکات:

کلمہ "حاشا" اور "تخاشی" کنارے اور الگ تھلگ رہنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے پورانے زمانے میں یہ رسم تھیں کہ۔ لوگ کسی کو بے عیب بنانا چاہتے تھے تو سب سے پہلے خداوند عالم کے بے عیب ہونے کو بیان کرتے پھر اس شخص کی بے عیبی کو بیان کرتے تھے۔<sup>(1)</sup>

(1) تفسیر المیزان.

پیام:

1- کبھی کبھی دوسروں کے مسائل پیش کرنے کا ہدف دلسوزی نہیں ہوتی بلکہ حسد و جلن، سازش اور ان کے خلاف نقشہ کشی

مد نظر ہوتی ہے (مَكْرِهَيْنَ)

2- جب عشق ہو جاتا ہے تو انسان ہاتھ کٹنے پر بھی متوجہ نہیں ہوتا۔ (قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ) (اب اگر آپ نے سنا کہ نماز کے وقت

حضرت علی علیہ السلام کے پیروں سے تیر نکال لیا گیا لیکن آپ متوجہ نہ ہوئے تو اس پر تعجب نہ کیجئے، اس لئے کہ اگر ظاہری حسن اور سطحی عشق ہاتھ کٹنے کی حد تک بڑھ سکتا ہے تو جمال واقعی سے گہرا عشق و محبت انسان کو کس کمال تک پہنچا سکتا ہے؟)

3- فوراً کسی پر تنقید نہیں کرنی چلیئے اس لئے کہ۔ اگر اس کس جگہ۔ پر آپ ہوتے تو شہید وہیں کام کرتے۔ (قَطَّعْنَ

أَيْدِيَهُنَّ) (تنقید کرنے والیوں نے جب ایک لمحہ کے لئے جناب یوسف کو دیکھا تو عزیز مصر کی بیوی کی طرح یوسف کی محبت میں گرفتار ہو گئیں۔)

4- کبھی کبھی مکر کا جواب مکر سے دیا جاتا ہے (عورتوں نے عزیز مصر کی بیوی کا راز فاش کرنے کی سازش کی تھی لیکن اس نے

مہمان بلا کر تمام سازشوں سے پردہ فاش کر دیا۔ (أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ)

5 - بزرگ اور بزرگواری کے مقابلہ میں انسان فطری طور پر افسردہ و تواضع سے پیش آتا ہے۔ (أَكْبَرَنَّهُ)

6- اہل مصر اس زمانے میں خدا اور فرشتوں پر ایمان رکھتے تھے۔ (حَاشَ لِلَّهِ ... مَلِكٌ كَرِيمٌ)



آیت 32:

(32) قَالَتْ فَذَلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ وَلَقَدْ رَاودَنَّهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاَسْتَعْصَمَ وَلَئِن لَّمْ يَفْعَلْ مَا امْرُؤُهُ لَيَسْجَنَنَّ وَاَيُّكُنَا

مِّنَ الصَّاغِرِينَ

"تب زلیخا ان عورتوں سے بولی جو اپنے ہاتھ کاٹ چکیں تھیں) بس یہ وہی تو ہے جس کے بارے تم سمجھے ملامت کرتی تھیں اور ہاں بے شک میں اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی خود اس سے آرزو مند تھی مگر اس نے اپنی عصمت قائم رکھیں اور جس کام کا میں حکم دیتی ہوں اگر یہ نہ کرے گا تو ضرور قید بھی کیا جائے گا اور خوار بھی ہوگا۔"

نکات:

نفسیاتی اور معاشرتی شرائط انسان کے عکس العمل میں اثر انداز ہوتے ہیں جب زلیخا اپنے برے کام کے آشکار ہونے سے ڈری تو "غلقت الابواب" دروازے بند کر ڈالے، لیکن جب مصر کی عورتوں کو اپنی طرح دیکھتی ہے تو علی الاعلان کہتی ہے "انا راودتہ" میں اس کی آرزو مند تھی۔

اسی طرح جب کسی معاشرے میں برائی کا احساس ختم ہو جاتا ہے تو ان کے لئے گناہ بڑے آسان ہو جاتے ہیں۔ شاید اسی کو روکنے کے لئے ہم دعائے کمیل میں پڑھتے ہیں "اللهم اغفر لی الذنوب التي تھتک العصم" پروردگارا! میرے ان گناہوں کو بخش دے جو حیا کے پردے کو چاک کر دیتے ہیں۔ کیونکہ شروع میں انسان کے لئے گناہ کرنا سخت ہوتا ہے لیکن جب حیا و شرم ختم ہو جاتی ہے تو پھر گناہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

پیام:

- 1- دوسروں پر ایسی ملامت نہ کرو جس میں خود ہی گرفتار ہو جاؤ (فَذَلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ)
- 2- گناہ سے آلودہ عشق، رسوائی کا سبب ہوتا ہے۔ (رَاوَدْتُهُ)
- 3- جھوٹا رسوا ہوتا ہے۔ جس نے کل کہا تھا کہ یوسف (ع) بدکاری کرنا چاہتے تھے (اراد باصلک سوء) وہی آج کہہ رہا ہے۔ ( )  
لقد راودتته میں نے آرزو کی تھی۔
- 4- کبھی دشمن بھی اپنے مد مقابل کی پاکدامنی کی گواہی دیتا ہے۔ (فَاسْتَعْصَمَ) کبھی مجرم کا ضمیر بھی بیدار ہو جاتا ہے۔
- 5- پاکدامنی نبوت کا لازمہ ہے۔ (فَاسْتَعْصَمَ)
- 6- بہت سے پاکدامن افراد اپنے ارادے اور قصد سے زندان میں جلتے ہیں (فَاسْتَعْصَمَ... لَيْسَجَنَّ) جناب یوسف اپنی پاکدامنی کے باوجود قید خانہ میں ڈال دئے جاتے ہیں۔
- 7- قدرت و طاقت سے غلط فائدہ اٹھانا اہل طاغوت کا طریقہ کار ہے۔ (لَيْسَجَنَّ)
- 8- قید اور رسوائی کی دھمکی، اہل طاغوت کا وطیرہ و حربہ ہے۔ (لَيْسَجَنَّ... الصَّاغِرِينَ)
- 9- ناکام عاشق دشمن ہو جاتا ہے۔ (قَالَتْ... لَيْسَجَنَّ وَلَيَكُونًا مِنَ الصَّاغِرِينَ)
- 10- محل میں رہنے والوں میں غیرت کی حس ختم ہو جاتی ہے (عزیز مصر نے اپنی بیوی کی خیانت کو سمجھ لیا تھا۔ اور اس سے توبہ کرنے کے لئے بھی کہا تھا لیکن اس کے باوجود جناب یوسف (ع) اور زلیخا کے درمیان جدائی نہ ڈالی)

آیت 33:

(33) قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ.

"(یہ سب باتیں سن کر یوسف نے) عرض کی اے میرے پالنے والے جس بات کی یہ عورتیں مجھ سے خواہش رکھتی ہیں اس کی نسبت مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے اور اگر تو ان عورتوں کا فریب مجھ سے دفع نہ فرمائے گا تو (مبادا) میں ان کی طرف مائل ہو-وجہ اور جاہلوں سے شملہ کیا جس۔"

نکات:

جناب یوسف (ع)، سرپا جواں مرد تھے۔ ایک بار بھائیوں کی حسدات کے نتیجے میں فدا ہوئے لیکن دشمنی نہیں کسی۔ دوسری مرتبہ۔ زلیخا کی شہوت کی وجہ سے قربان ہوئے لیکن گناہ نہیں کیا۔ تیسری دفعہ قدرت کے وقت آپ (ع) نے اپنے بھائیوں سے انتقام نہیں لیا۔ چوتھی مرتبہ جیسے ہی ملک کو خطرے میں دیکھا تو وطن لوٹنے کی خواہش کے بجائے ملک کی نجات اور اقتصادی امور کی تدبیر میں لگ گئے۔

ہر شخص کے لئے کوئی نہ کوئی چیز محبوب ہوتی ہے جناب یوسف (ع) کو اپنی پاکدامنی، عورتوں کی آرزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ ایک گروہ کے لئے دنیا زیادہ محبوب ہے **يَسْتَحِبُّونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا** (1) اور مومنین کے لئے اللہ محبوب تر ہے۔ **وَالَّذِينَ آمَنُوا اَشَدَّ حُبًّا**

للآلہ (2)(3)

-----  
(1) سورہ ابراہیم آیت 3.

(2) سورہ بقرہ آیت 165.

(3) واضح ہے کہ جناب یوسف (ع) کا مرتبہ اس سے بھی بلند و بالا ہے۔ مترجم.

پیام:

- 1- خدا کی ربوبیت کی طرف متوجہ ہونا آداب دعا میں سے ایک ادب ہے۔ ( رَبِّ )
- 2- اولیائے خدا شریفانہ زندگی کی پریشانیوں کو، گناہوں میں طوٹ آرام دہ زندگی سے بہتر سمجھتے ہیں۔ ( رَبِّ السِّجْنِ أَحَبُّ إِلَيَّ )
- 3- ہر آزادی کی اہمیت و عظمت نہیں ہے اور ہر قید خانہ عیب کا باعث نہیں ہے ( رَبِّ السِّجْنِ أَحَبُّ إِلَيَّ )
- 4- انسان، خدا کی مدد کی بنیاد پر ہر قسم کے حالات اور شرائط میں گناہ سے کنارہ کشی کر سکتا ہے ( رَبِّ السِّجْنِ أَحَبُّ ) (گناہ کے ماحول سے ہجرت ضروری ہے)
- 5- رنج و محن گناہ کے مرتکب ہونے کا جواز نہیں ہو سکتے۔ ( رَبِّ السِّجْنِ أَحَبُّ ... )
- 6- گناہ اور جنسی انحرافات سے محفوظ رہنے کے لئے خدا سے دعا اور مدد مانگنی چاہئے ( رَبِّ السِّجْنِ ... )
- 7- انسان کی شخصیت اسکی روح سے وابستہ ہے نہ کہ اسکے جسم سے اگر روح آزاد ہو تو زنا سران بھس بہشت ہے اور اگر روح تکلیف میں ہو تو محل سرا بھی قید خانہ ہوتا ہے ( رَبِّ السِّجْنِ أَحَبُّ )
- 8- یا تو تمام عورتیں جناب یوسف (ع) کی عاشق ہو گئیں اور ان تک پیغام بھجوایا یا پھر انہوں نے جناب یوسف (ع) کو عزیز مصر کی بیوی کی درخواست قبول کرنے کے لئے کہا ( كَيْدَهُنَّ ، يَدْعُونَنِي )

9- کوئی بھی انسان لطف خدا کے بغیر، گناہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا ہے۔ (وَالْأَلَّ تَصْرِفَ عَنِّي...) سحرانی مواقع میں تنہا راہ

نجات خدا پر بھروسہ ہے۔

10- الہی امتحان لحظہ بہ لحظہ سخت سے سخت تر ہوتا جاتا ہے جناب یوسف (ع) پہلے ایک عورت کے مکر میں گرفتار تھے اب کئی

عورتوں کے مکر میں گرفتار ہو گئے ( كَيْدَهُنَّ ، إِلَيْهِنَّ )

11- خدا کی نادانگی مول لے کر لوگوں کو راضی کرنا، جہالت اور نادانی ہے۔ (مِمَّا يَدْعُونَنِي ... وَأَكُنُّ مِنَ الْجَاهِلِينَ)

12- گناہ ؛ وہی اور خدا دادی علم کے سلب ہونے کا باعث بنتا ہے۔ (اتیناہ علما وحكما...اکن من الجاهلین)

13- صرف علم کا نہ ہونا جہالت نہیں ہے بلکہ ایک لحظہ کی لذت کا انتخاب کرنا اور رضائے الہی سے چشم پوشی بھی سب سے

بڑی نادانی ہے۔ (اکن من الجاهلین)

آیت 34:

(34) فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ .

"تو ان کے پروردگار نے ان کی سن لی اور ان سے عورتوں کے مکر کو دفع کر دیا اس میں شک نہیں کہ وہ بڑا سنے والا واقف کار ہے۔"

پیام:

- 1- اللہ والے مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔ ( فَاسْتَجَابَ لَهُ )
- 2- جو شخص بھی خدا کی پناہ گاہ میں چلا جائے وہ ہر چیز سے محفوظ رہتا ہے۔ ( فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ )
- 3- استجاب دعا خدا کے سمیع و بصیرا و علیم ہونے کی دلیل ہے۔ ( فَاسْتَجَابَ ... هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ )

آیت 35:

(35) ثُمَّ بَدَأَ لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيْسَجُنُّهُ حَتَّىٰ حِينٍ

"پھر (عزیز مصر اور اس کے لوگوں نے) باوجودیکہ (یوسف کی پاکدامنی کی) نشانیوں دیکھ لی تھیں اسکے بعد بھی ان کو یہیں مناسبت معلوم ہوا کہ کچھ مدت کے لئے ان کو قید ہی کر دیں۔"

پیام:

- 1- حسن و خوبصورتی ہمیشہ خوش بختی نہیں ہے بلکہ ( کبھی کبھی) درد سر بھی بن جاتا ہے۔ ( ثُمَّ بَدَا لَهُمْ ... لَيْسَ جُنَّةً )
- 2- ایک دیوانہ اگر کنوئیں میں ایک سوئی ڈال دے تو سو (100) عقلمند مل کر بھی باہر نہیں نکال سکتے ایک عورت عاشق ہو گئی لیکن اتنے مرد اور حکومتی افراد مل کر بھی اس رسوائی سے بچنے کے لئے کوئی فکر اور تدبیر نہ کر سکے۔ (بَدَا لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوْا)
- 3- اہل طاغوت کے درباروں اور محلوں میں عدالت کا نفاذ اور محاکمہ دکھاوے کے لئے ہوتا ہے تاکہ بے گناہ لوگوں کو محکوم کیا جا سکے۔ ( لَيْسَ جُنَّةً )
- 4- کاخ نشین عام طور پر لا پرواہ اور بے شرم ہوتے ہیں۔ ( مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوْا الْآيَاتِ لَيْسَ جُنَّةً ) جناب یوسف کی پاکدامنی کس ان تمام دلیلوں کے باوجود آپ کو قید خانہ میں ڈال دیتے ہیں۔

آیت 36:

(36) وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أُحْمَلُ فَوْقَ رَأْسِي حُبْرًا  
تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ نَبِئْنَا بِتَأْوِيلِهِ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ

"اور قید خانے میں یوسف کے ساتھ دو جوان بھی داخل ہوئے (چند دن کے بعد) ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے (خواب) دیکھا ہے کہ میں شراب (بنانے کے واسطے انگور) چھوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا (میں نے بھی خواب میں) اپنے کو دیکھا کہ میں اپنے سر پر روٹس اٹھائے ہوئے ہوں اور پرندے اس میں سے کھا رہے ہیں (یوسف) ہمیں اس کی تاویل بتا دینا آپ ہمیں ایک نیک انسان نظر آتے ہیں۔"

نکات:

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جناب یوسف (ع) کو نیک انسان کہنے کی وجہ یہ تھی آپ (ع) قید خانہ میں مریضوں کی خدمت کرتے تھے اور محتاجوں کی مشکلات کو دور کرنے نیز تمام لوگوں کی مشکل حل کرنے کی سعی فرماتے تھے (1)

(1) تفسیر نور العقلین - میران الحکم مادہ (سجن)



پیام:

- 1- تاریخی طور پر قیدی اور قید خانہ کا سابقہ بہت قدیمی ہے - ( وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ )
- 2- جناب یوسف (ع) کا قید خانہ ، عمومی تھا۔ ( مَعَهُ السِّجْنَ )
- 3- لوگوں کا احترام کرنا چاہیے۔ قرآن کریم جناب یوسف (ع) کے قیدی ساتھیوں کو (فتیان) کہہ رہا ہے -
- 4- تمام خوابوں کو آسان نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ بعض خوابوں میں اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں (أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا)۔ (ممكن ہے کہ۔ معمولی انسان بھی اہم خواب دیکھ لیں)
- 5- اگر انسان کسی پر اعتماد کر لیتا ہے تو اسکو اپنے تمام راز بتا دیتا ہے ( إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ )
- 6- نیک سیرت افراد قید خانہ میں بھی دوسروں کو متاثر کر دیتے ہیں ( إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ )
- 7- مجرم اور گناہ کار لوگ بھی نیک طبیعت افراد کے لئے ایک خاص مقام و منزلت کے قائل ہوتے ہیں۔ ( إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ )

آیت 37:

(37) قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَأْتُكُمَا بَتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ذَلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ.

"یوسف نے کہا: اس سے پہلے کہ جو کھانا تمہیں (قید خانہ سے) دیا جاتا ہے وہ آئے میں تمہیں اسکی تعبیر بتا دوں گا یہ۔ (تعبیر خواب بھی) منجملہ ان باتوں میں سے ہے جو میرے پروردگار نے مجھے تعلیم فرمائی ہیں، میں نے ان لوگوں کا مذہب چھوڑ دیا ہے جو خسرا پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کے بھی منکر ہیں۔"

نکات:

آیت کے ترجمے کے پہلے حصے میں یہ احتمال ہے کہ لَا يَأْتِيَكُمَا... کا مقصود یہ ہو کہ میں خدا کی طرف سے جانتا ہوں کہ۔ وہ غذا جو تمہارے لئے لائیں گے وہ کیا ہے۔ لہذا میں تمہارے خواب کی تعبیر بھی کر سکتا ہوں یعنی جناب یوسف (ع) نے تعبیر خواب کے علاوہ دوسری چیزوں کی بھی خبر دی ہے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام گھرو نمینجو کچھ غزن کا ذخیرہ ہوتا تھا اور جو سوگ جو کچھ کھاتے تھے سب کی خبر دے دیتے تھے۔

سوال: جناب یوسف (ع) نے ان کے خواب کی تعبیر فوراً کیونہیں بتائی بلکہ اس کو کچھ دیر کے لئے مخر کیونکر دیا؟ اس سوال کے

جواب کو فخر رازی کی زبان سے ملاحظہ فرمائیے:

1- جناب یوسف (ع) ان کو انتظار میں رکھنا چاہتے تھے تاکہ اس مدت میں ان کو نصیحت اور تبلیغ کر سکیں تاکہ شاید وہ شخص جس

کو پھانسی دی جانے والی ہے وہ ایمان لے آئے اور باایمان اور عاقبت بخیر اس دنیا سے کوچ کرے۔

2- جناب یوسف (ع) اس غذا کی قسم کو بیان کر کے جو ابھی نہیں آئی تھی انکا اعتماد حاصل کرنا چاہتے تھے۔

3- جناب یوسف (ع) ان کو زیادہ تشنہ کرنا چاہتے تھے تاکہ وہ اچھی طرح سہیں۔

4- چونکہ ان میں سے ایک کے خواب کی تعبیر پھانسی تھی لہذا دھر دھر کی باتیں کر رہے تھے تاکہ یہ بات سنے ہنس اس کس روح

پر دواز نہ کر جائے۔

پیام:

1- کبھی کبھی زیادہ متاثر کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ انسان علمی قسرت اور کمالات کو دوسروں سے بیان کرے

- (نَبَأْتُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ)

2- فرصت سے خوب فائدہ اٹھانا چلیے۔ (نَبَأْتُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ... إِنْ تَزَكُّتُمْ مِلَّ... ) جناب یوسف (ع) نے تعمیرِ خواب سے پہلے

انکی تربیت اور عقیدہ کی اصلاح شروع کی۔

3- اپنی معلومات اور علم کو خدا کی عطا قرار دینا چلیے۔ (عَلَّمَنِي رَبِّي )

4- تعلیم کا ہدف تربیت بھی ہے (عَلَّمَنِي رَبِّي )

5- خداوند عالم حکیم ہے لہذا بغیر کسی وجہ کے اپنے علم کے دروازے ہر کس و ناکس پر نہیں کھولتا (عَلَّمَنِي رَبِّي ) اس لئے کہ۔

میں نے (تَزَكُّتُمْ مِلَّ قَوْمٍ لَا يَمْنُونَ) اس قوم کے عقیدہ کو چھوڑ دیا جو ایمان دار نہیں ہے۔

6- جو کفر کی ظلمتوں سے فرار کرتا ہے اسکی نورِ علم تک رسائی ہوتی ہے (عَلَّمَنِي رَبِّي... إِنْ تَزَكُّتُمْ) میرے علم کا سبب کفر

کو ترک کرنا ہے۔

7- تمام ادیان آسمانی میں توحید اور معاد کا عقیدہ ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہے۔ (قَوْمٍ لَا يَمْنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرِ هُمْ

كَافِرُونَ )

8- ایمان کی بنیاد توحید اور تبرا ہے لہذا اس آیت میں کفار سے براءت اور بعد والی آیت میں اولیاءِ الہی سے توحید کا تذکرہ ہے۔ (إِنِّي

تَزَكُّتُمْ... وَاتَّبَعْتُ)

آیت 38:

(38) وَأَتَّبَعْتُ مِلَّ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ذَلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ .

"اور میں تو اپنے باپ دادا ابراہیم و اسحاق و یعقوب کے مذہب کا پیرو ہوں ہمارے لئے مناسب نہیں ہے کہ ہم خدایا کے ساتھ کسی چیز کو (اس کا) شریک بنائیں یہ بھی خدا کی ایک بڑی مہربانی ہے ہم پر بھی اور تمام لوگوں پر، مگر بہترے لوگ (اس کا) شکر (بھی) ادا نہیں کرتے۔"

نکات:

خاندانی شرافت جس طرح لوگوں کی شخصیت سازی میں موثر ہے اسی طرح قبول کرنے میں بھی اثر انداز ہے لہذا حضرت یوسف علیہ السلام خود کو بچھڑوانے کے لئے نہ صرف اپنے باپ دادا کے اہلبیاء (ع) ہونے پر اخصص کر رہے ہیں بلکہ اپنی خاندانی شرافت و عظمت کو پیش کرنے کے ساتھ ہی ساتھ اپنی دعوت حق کی اہمیت کو بھی اجاگر کر رہے ہیں یہ وہی روش ہے جسے اپنا تعارف کروانے کے لئے ہمارے پیغمبر (ص) نے اختیار فرمایا: میں وہی نبی امی ہوں جس کا نام و تعارف توریت و انجیل میں موجود ہے۔ نیز اہل اسلام حسین علیہ السلام اور امام زین العابدین علیہ السلام نے بھی کربلا و شام میں اپنی معرفت کروانے کے لئے اسی روش سے استفادہ فرمایا تھا: (انا بن فاطم الزہراء (ع) (1)۔

کلمہ "ملت" قرآن مجید میں مدین و مذہب کے معنی میں استعمال ہوا ہے سورہ حج کی 78 ویں آیت میں مل ابراہیم کی تصویر کشی اس طرح کی گئی ہے "اور خدا کی راہ میں ایسے جہاد کرو جس سے جہاد کرنے کا حق ہے اس (خدا) نے تمہیں منتخب کیا اور دین کے معاملہ میں تمہیں کسی مشکل سے دوچار نہیں کیا، یہ تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ لہذا نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کے ساتھ متمسک رہو۔"

(1) میں فرزند فاطمہ الزہراء (ع) ہوں۔

پیام:

- 1- حق تک پہنچنے کے لئے باطل کی شناخت اور اسے ترک کرنا ضروری ہے (تَرَكَتُ مِلًّا قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ وَاتَّبَعْتُ مِلًّا...)
- 2- دادا ، باپ کے حکم میں ہے لہذا دادا کو بھی "اب" کہا گیا ہے۔ (مِلًّا آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ)
- 3- انبیاء (ع) کو پاک اور شریف خاندان سے ہونا چاہیے ( آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ...)
- 4- تمام انبی (ع) الہی کا ہدف ایک ہے ( مِلًّا آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ...)
- 5- نبوت اور ہدایت تمام بشریت کے لئے توفیق اور فضل الہی ہے (عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ )
- 6- معنی راہوں کے ساتھ مثبت راستوں کی نشاندہی کرنا بھی ضروری ہے۔ (تَرَكَتُ مِلًّا... وَاتَّبَعْتُ مِلًّا...)
- 7- توحید کی طرف رجحان اور شرک سے پرہیز کے لئے "توفیق الہی" ضروری ہے۔ (ذَلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ...)
- 8- شرک تمام صورتوں میں قابل مذمت ہے (ذات ، صفات ، افعال اور عبادات) (مِنْ شَيْءٍ)
- 9- "کثرت افراہ" شناخت کے لئے صحیح معیار نہیں ہے (أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ)
- 10- انبیاء (ع) کی راہ سے روگردانی بہت بڑی کفرانِ نعمت ہے۔ (لَا يَشْكُرُونَ)
- 11- شرک کرنا ، خدا تعالیٰ کی ناشکری ہے (لَا يَشْكُرُونَ)

آیت 39:

(39) يَا صَاحِبِي السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُتَّفَقُونَ حَيْثُ أَمَّ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ.

"اے میرے قید خانہ کے دونوں رفیقو! (ذرا غور تو کرو کہ) بھلا جدا جدا معبود اچھے ہیں یا خدائے یکتا زبردست"۔

انسانوں کی تین قسمیں ہیں :

1- "قالب پذیر" یعنی جن کی اپنی کوئی شکل نہ ہو جسے پانی اور ہوا ، جس قالب میں ڈالیں وہی شکل اختیار کر لیں گے ۔

2- نفوذ ناپذیر اور مقاومت کرنے والے جسے لوہا جو بیرونی طاقت کے مقابلے میں سختی سے مقابلہ کرتا ہے۔

3- لیکن تیسری قسم ان افراد کی ہے جو دوسروں پر اثر انداز ہوتے ہیں جسے "امام اور رہبر" جو دوسروں کو خدائی رنگ میں رنگ دیتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام انسانوں کی اس تیسری قسم سے تعلق رکھتے ہیں جس کا ایک نمونہ یہ ہے کہ قید خانہ میں مشرک

کو موحد بنا رہے ہیں ۔

قرآن مجید میں مختلف مقالات پر سوالات اور تقابلی جائزہ لینے کی روش سے استفادہ کیا گیا ہے خداوند عالم کے سلسلے میں اس کے

بعض نمونے قابل توجہ ہیں ۔

(هل من شركائكم من بيد الخلق ثم يعيده) (1) کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو خلقت کی ابتدا بھی کرتا ہو اور

پھر اسے دوبارہ بھی پیدا کرے؟ (هل من شركائكم من يهدى الى الحق) (2) کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو حق کس

طرف ہدایت کرے؟ (أغیر الله ابغی رباً وهو رب کل شیء) (3)

آیا خدائے یکتا کے علاوہ دوسرے خدا کو قبول کرلوں حالانکہ وہی تمام چیزوں کا پروردگار رہے؟ (إِنَّ اللَّهَ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ) (4) اللہ

بہتر ہے یا وہ جس کو (خدا کا) شریک بنا رہے ہیں؟

(1) سورہ یونس آیت 34.

(2) سورہ یونس آیت 35.

(3) سورہ انعام آیت 164.

(4) سورہ نمل آیت 59.

پیام:

1- لوگوں کو پید محبت سے دعوت دیں ( یَا صَاحِبِی )

2- حساس زمان و مکان سے تبلیغ کے لئے استفادہ کرنا چلیئے۔ ( یَا صَاحِبِی السِّجْنِ أَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ . )

(قید خانہ میں جیسے ہی حضرت یوسف (ع) نے مشاہدہ کیا کہ یہ لوگ تعبیر خواب کے محتاج ہیں فوراً اس موقع کو غنیمت سمجھ

کر اس سے تبلیغ کے لئے فائدہ اٹھایا )

3- سوال و جواب اور تقابلی جائزہ ، ارشاد و ہدایت کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ ( أَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ حَیْرٌ... )

آیت 40:

(40) مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَأَبْكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنْ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ.

"(فسوس) تم لوگ تو خدا کو چھوڑ کر بس ان چند ناموں ہی کی پرستش کرتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گڑھ

لیا ہے ، خدا نے تو ان کے لئے کوئی دلیل نہیں نازل کی ، حکومت تو بس خدا ہی کے واسطے (خاص) ہے اس نے (تو) حکم دیا ہے کہ۔

تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یہی مستحکم دین ہے مگر (فسوس) بہتیرے لوگ نہیں جانتے۔"



پیام:

1- خدائے یکتا کے علاوہ دوسرے خدا کی کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ وہ صرف تمہارے اور تمہارے بزرگوں کی خیال پروری ہے

- ( مَا تَعْبُدُونَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاكُمْ )

2- بہت ساری طاقتیں، کمیٹیاں، انجمنیں، ادارے، سیمینار، قراردادیں، ملاقاتیں، حمایتیں، اطاعتینا اور دوسرے عن-لوین و الق-لب "بے

مسمی" اسم اور ہمارے جدید دور کے بت ہیں جن کو ہم نے خود بنایا ہے اور خدا کے بجائے ان کے گرویدہ ہو گئے ہیں۔ ( مَا

تَعْبُدُونَ...إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا )

3- انسان کے عقائد عقلی اور شرعی دلائل پر استوار ہونے چاہئیں۔ ( مِنْ سُلْطَانٍ )

4- خدا کے علاوہ کسی دوسرے کے حکم پر فروتنی کا مظاہرہ نہ کیجئے کیونکہ حکم صادر کرنے کا حق فقط خدا کو ہے۔ ( إِنَّ

الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ )

5- خدا کے قانون کے علاوہ ہر قانون متزلزل ہے۔ ( ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ )

6- جہالت و نادانی شرک کا باعث بنتی ہے۔ ( لَا يَعْلَمُونَ )

7- اکثر و بیشتر لوگ جاہل ہیں۔ ( أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ) ( یا تو جاہل بسیط ہیں یعنی ہنسی نادانی سے واقف ہیں یا جاہل

مرکب ہیں یعنی اپنے گمان میں عالم ہے حالانکہ حقیقت میں جاہل ہے )

آیت 41:

(41) يَا صَاحِبِي السِّجْنِ أَمَا أَحَدُكُمْمَا فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا وَأَمَا الْآخَرُ فَيُصَلِّبُ فَنَأْكُلُ الطَّيْرَ مِنْ رَأْسِهِ قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ .

"اے میرے قید خانہ کے دونوں رفیقو! (بچھا اب تعبیر خواب سنو) تم میں سے ایک (جس نے انور دیکھے ہیں، رہا ہو کر) اپنے مالک کو شراب پلائے گا اور دوسرا (جس نے روٹیاں سر پر دیکھی ہیں) سولی پر چڑھایا جائے گا اور پرندے اس کا سر (نوچ نوچ کر) کھائیں گے جس امر کو تم دونوں دریافت کرتے ہو (وہ یہ ہے اور) اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔"

نکات:

کلمہ "رب" حاکم، مالک اور ارباب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ بطور مثال "رب الدار" یعنی مـکان کا مالک۔ پس اس جملہ۔  
"فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا" کا معنی "اپنے حاکم کو شراب پلائے گا" ہوگا۔

پیام:

- 1- لوگوں کا احترام کرنا چلیئے اگرچہ وہ آپ کے ہم فکر نہ ہوں۔ (يَا صَاحِبِي)
- 2- نوبت اور باری کی رعایت کرنی چلیئے (أَمَا أَحَدُكُمْمَا...) (پہلے وہ جس نے پہلے خواب کا تذکرہ کیا تھا)
- 3- بعض خوابوں کی تعبیر بہت اہم ہو سکتی ہے اگرچہ اس کا دیکھنے والا مشرک ہی کیوں نہ ہو۔ (فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا)
- 4- حضرت یوسف (ع) کا خواب کی تعبیر بیان کرنا قیاس یا پیش بینی نہیں ہے بلکہ خدا کی طرف سے قطعی خبر ہے۔ (قُضِيَ الْأَمْرُ)

آیت 42:

(42) وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِنْهُمَا اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ فَأَنْسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ

"اور ان دونوں میں سے جس کی نسبت یوسف نے سمجھا تھا کہ وہ رہا ہو جائے گا اس سے کہا: اپنے مالک (عزیز مصر) کے پاس میرا تذکرہ کرنا مگر شیطان نے اسے اپنے آقا سے (یوسف کا) ذکر کرنا بھلا دیا یوں یوسف قید خانہ میں کئی برس رہے۔"

نکات:

"ظَنَّ" علم و اعتقاد کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے چونکہ حضرت یوسف (ع) نے گذشتہ آیت میں یقین و صراحت کے ساتھ ایک قیدی کی آزادی اور دوسرے کو سزائے موت کی خبر دی ہے لہذا یہاں پر "اظن" کے معنی گمان اور شک و تردید کے نہیں ہیں۔

کلمہ "بِضْع" دس سے کم عدد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور اکثر مفسرین نے حضرت یوسف (ع) کی قید کی مدت سات سال ذکر کی ہے (واللہ اعلم)

بعض تفسیروں میں اس جملہ "فَأَنْسَاهُ الشَّيْطَانُ" کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے: "شیطان نے پروردگار کسی پہلو کو جناب یوسف (ع) کے ذہن سے بھلا دیا اور آپ (ع) نے خدا سے مدد طلب کرنے کے بجائے بادشاہ کے ساتھی سے مدد چاہی" یہ حضرت یوسف (ع) کا ترک اولی تھا لہذا چند سال مزید آپ (ع) زندان میں رہے مگر صاحب تفسیر المیزان علامہ طباطبائی (رح) تحریر فرماتے ہیں کہ ایسی روایات قرآن مجید کے خلاف ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید نے حضرت یوسف (ع) کو مخلصین میں شمار کیا ہے اور مخلصین تو سک شیطان کی رسائی نہیں ہے اس کے علاوہ 45 ویں آیت میں آیا ہے کہ "قَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّ" ان دو قیسریوں میں سے جس (قیدی) نے رہائی پائی تھی اسے بڑی مدت کے بعد وہ بات یاد آگئی۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ فراموشی، سرتاقی سے مربوط ہے حضرت یوسف (ع) سے نہیں۔

پیام:

1- اہلبیاء (ع) بھی معمولی راستوں سے اپنی مشکلات حل کرنے کے لئے اقدامات کرتے ہیں اور یہ توحید و توکل الہی کے منافی نہیں

نہیں۔ (اذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ)

2- ہر تقاضا رشوت نہیں ہے (اذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ) جناب حضرت یوسف (ع) نے ہدایت اور تعبیر خواب کے لئے کوئی اجرت

اور رشوت کی درخواست نہیں کی بلکہ فرمایا کہ میری مظلومیت کی خبر بادشاہ تک پہنچادو۔

3- عام طور پر لوگ کسی مرتبے، مقام اور آسائش کے بعد پرانے دوستوں کو بھول جاتے ہیں۔ (فَأَنْسَاهُ الشَّيْطَانُ)

4- حضرت یوسف (ع) کا قید خانہ سے بھگنا اور تہمت سے بری ہونا، شیطان کے اہداف کے خلاف تھا لہذا اس نے جناب یوسف

(ع) کی یاد کو ساتی کے ذہن سے محو کرنے کی سازش کی (فَأَنْسَاهُ الشَّيْطَانُ)

آیت 43:

(43) وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَى سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعَ عِجَافٍ وَسَبْعَ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ

يَأْتِيهَا الْمَلَأُ أَفْثُونِي فِي رِيَايَ إِنْ كُنْتُمْ لِلرِّيَا تَعْبُرُونَ

"اور (ایک دن) بادشاہ نے (بھی خواب دیکھا اور) کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں انکو سہاڑھ دہلیس پتلیس گائیں

کھائے جاتی ہیں اور سات تازی سبز بالیاں اور (سات) سوکھی خشک بالیاں خواب میں دیکھی ہیں اے (میرے دربار کے) سردارو! اگر

تمہیں خواب کی تعبیر آتی ہے تو میرے (اس) خواب کے بارے میں نظریہ پیش کرو۔"

## نکات:

ابھی تک اس سورہ میں تین خواب ذکر ہوئے ہیں<sup>(1)</sup> خود حضرت یوسف (ع) کا خواب<sup>(2)</sup> قید خانہ کے رفیقوں کا خواب<sup>(3)</sup> بادشاہ

مصر کا خواب۔

پہلا خواب آپ (ع) کے لئے پریشانی کا سبب بنا لیکن دوسروں کے خوابوں کی تعبیر کا بتانا آپ (ع) کے لئے عزت و شرف کا باعث بنا۔ توریت میں آیا ہے کہ ایک بار بادشاہ نے دیکھا کہ لاغر اور کمزور گائیں موٹی تازی گائیوں کو کھائے جا رہی ہیں اور دوسری مرتبہ دیکھا کہ سبز بالیاں خشک بالیوں کے ساتھ ہیں<sup>(1)</sup>

-----  
(1) تفسیر المیزان.

آیا عزیز مصر وہی بادشاہ مصر ہے یا دو الگ الگ شخصیات ہیں؟ اس سلسلے میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے چونکہ اس بحث کا کوئی عملی فائدہ نہیں ہے لہذا ہم اس بحث سے چشم پوشی کرتے ہیں۔

کتاب "روضہ کافی" میں ہے کہ خواب کی تین قسمیں ہیں:

1- خدا کی طرف سے خوشخبری۔

2- شیطان کی طرف سے وحشت زدہ کرنا۔

3- بے سروپا اور پریشان کرنے والے خواب۔

پیام:

1- ایک ظالم بادشاہ کے خواب دیکھنے سے خدا ایک قوم کو خشک سالی سے نجات دیتا ہے (بشرطیکہ تعبیر بتانے والا یوسف-ع) (ع)

ہو۔)۔ (قَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَى)

2- بادشاہ مصر نے اپنے تعجب آور خواب کو کئی بار دیکھا تھا۔ (أَرَى)

3- رسا اور صاحب قدرت افراد تھوڑی سی ناگواری سے خطرے کا احساس کرنے لگتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم سے قدرت چھین

لی جائے۔ (قَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَى... أَفْتُونِي فِي رُبَاي)

4- تعبیر خواب کے لئے اہل کی طرف رجوع کرنا چلیئے ہر کس و ناکس کی تعبیر پر اعتماد اور توجہ نہیں کرنی چاہیئے۔ (أَفْتُونِي

... إِنَّ كُنْتُمْ لِلرُّبَايَا تَعْبُرُونَ)

آیت 44:

(44) قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالَمِينَ

"ان لوگوں نے عرض کی یہ تو پریشان خوابوں میں سے ہے اور ہم لوگ اس قسم کے پریشان خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔"

نکات:

لفظ "اضغاث" ضغث کی جمع ہے جو "مخلوط کرنے" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور "ضغث" لکڑی کے گٹھرو کو بھی کہتے ہیں، لفظ "احلام" حلم کی جمع ہے جو پریشان خواب کے معنی میں ہے "اضغاث احلام" یعنی وہ پرانہ اور پریشان خواب جس کا سرا تعبیر کرنے والوں کی سمجھ سے باہر ہو۔

پیام:

- 1۔ ہنسی جہالت اور نادانی کی توجیہ نہیں کرنی چلیئے چونکہ اہل دربار خواب کی صحیح تعبیر سے ناواقف تھے لہذا بلاشبہ اسے خواب کو پریشان خواب کہہ دیا۔ (قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ)
- 2۔ ہر کام کو اس کے اہل کے سپرد کرنا چلیئے (ماہر محقق اور دانشمند، تعبیر خواب کرتا ہے لیکن جو اس سے نابلد ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ خواب پریشان ہے جو قابل تعبیر نہیں ہے)۔ (مَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالَمِينَ)

آیت 45:

(45) وَقَالَ الَّذِي نَجَّا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّ أَنَا أَنْبَتُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ .

"اور جس (قیدی) نے ان دونوں (قیدیوں) میں سے رہائی پائی تھی اور اسے ایک زمانہ کے بعد (یوسف کا قصہ) یاد آیا، بول اٹھا کہ۔ مجھے (قید خانہ تک) جانے دیجئے تو میں اس کی تعبیر بتائے دیتا ہوں"۔

نکات:

"ام" اگرچہ انسانوں کے اجتماع کو کہا جاتا ہے لیکن یہاں پر ایام (مدتوں) کے اجتماع کے معنی میں استعمال ہوا ہے (1)۔

پیام:

- 1- لپھٹائیاں اپنے اثرات کو دیر یا سویر آشکار کر ہی دیتی ہیں۔ (ادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّ)
- 2- صاحبانِ علم کو معاشرے کے سامنے بچھنوائیں تاکہ لوگ ان سے بہرہ مند ہو سکیں۔ (فَأَرْسِلُونِ)
- 3- بعض محققین بڑی سخت زندگی گزار رہے ہیں ان سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ (فَأَرْسِلُونِ)

(1) تفسیر کبیر و تفسیر المیزان۔



آیت 46:

(46) يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعُ عَجَافٍ وَسَبْعِ سُنبُلَاتٍ حُضْرٍ وَأُخَرَ  
يَابِسَاتٍ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ

"(غرض وہ گیا اور یوسف سے کہنے لگا) اے یوسف اے بڑے سچے (یوسف) ذرا ہمیں یہ تو بتائے کہ سات موٹی تازی گاؤں کو سات دہلی پتلی گاؤں کھائے جاتی ہیں اور سات تازی ہری بالیاں اور پھر سات سوکھی مرجھائی ہوئی (اس کی تعبیر کیا ہے) تاکہ میں لوگوں کے پاس پلٹ کر جس (اور بیان کروں) تاکہ ان کو بھی (تمہاری قدر اور اس خواب کی حقیقت) معلوم ہو جائے۔"

## نکات:

'صدیق' اس شخص کو کہتے ہیں جس کی رفتار و گفتار اور عقیدہ سب ایک دوسرے کی تصدیق کریں۔ چونکہ حضرت یوسف (ع) کے دوست ان کی رفتار و گفتار کا قید خانہ میں مشاہدہ کر چکے تھے اور دوسری طرف اس شخص نے اپنے اور اپنے ساتھی کے خواب کی تعبیر کو واقع کے مطابق پایا تھا لہذا حضرت یوسف (ع) کو صدیق کہہ کر پکارا۔

خداوند عالم نے حضرت ابراہیم (ع) کو صدیق کہا تو انہیں اپنا خلیل بنا لیا (واتخذ الله ابراهيم خلیلاً) (1)

حضرت مریم (ع) کو صدیقہ کہا تو انہیں برگزیدہ بنا دیا (ان الله اصطفاک) (2) اور حضرت یوسف (ع) کو صدیق کہا تو ان کو بہر

طرح کی قدرت عطا کر دی (وکذلک مکنا لیوسف) (3)

حضرت ادریس (ع) کو صدیق کہا تو بلند مقام تک پہنچا دیا (و رفعناه مکاناً علیاً) (4) اور جو لوگ اس درجہ کے لائق نہیں ہیں

انہیں صدیقین اور سچوں کے ساتھ رہنا چاہیے (فاولئک مع الذین انعم الله علیہم من النبیین والصدیقین...) (5)

"صدیق" ان القاب میں سے ایک لقب ہے جسے پیغمبر اسلام (ص) نے حضرت علی علیہ السلام کو عطا فرمایا ہے۔ (6)

ایک احتمال یہ ہے کہ جملہ "لعلہم یعلمون" کا مقصود لوگوں کو حضرت یوسف کی

ارزش و اہمیت سے واقف کرنا ہو یعنی میں لوگوں کی طرف پلٹوں تاکہ ان کو معلوم ہو سکے کہ آپ کیسے گوہر نایاب ہیں۔

(1) سورہ نساء آیت 125.

(2) سورہ آل عمران آیت 42.

(3) سورہ یوسف آیت 56.

(4) سورہ مریم آیت 57.

(5) سورہ نساء آیت 69.

(6) تفسیر الطیب البیان و تفسیر الکبیر سورہ مومن آیت 28 کے ذیل میں.

پیام:

- 1- درخواست سے پہلے مناسب ہے کہ شخص کے ذاتی کمالات کو بیان کریں۔ (أَيُّهَا الصِّدِّيقُ)
- 2- اپنے سوالات اور مشکلات کو ایسے لوگوں کے سامنے پیش کریں جن کا سابقہ لچھا ہو اور وہ سچے ہوں۔ (أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَ)

آیت 47:

(47) قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا فَمَا حَصَدْتُمْ فَذُرُّوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تَأْكُلُونَ .

"(یوسف نے جواب میں) کہا (اسکی تعبیر یہ ہے) کہ تم لوگ متواتر سات برس کاشتکاری کرتے رہو گے تو جو (فصل) تم کاٹو اس (کے دانہ) کو بالیوں ہی میں رہنے دو (چھڑانا نہیں) مگر وہ تھوڑا (بہت) جو تم خود کھ"۔

نکات:

حضرت یوسف (ع) نے اپنے قیدی ساتھی سے بغیر کسی گلے شکوے کے کہ مجھے کیوں بھول گئے؟ بادشاہ کے خواب کی تعبیر فوراً بتادی کیونکہ علم و حکمت کا چھپانا بالخصوص ایسے موقع پر کہ جب لوگ (بلکہ معاشرہ) اس کے بہت زیادہ محتاج ہوں ایک پاک اور نیک خصلت انسان کی شان کے خلاف ہے۔

حضرت یوسف (ع) تعبیر خواب کے بجائے اس خفک سالی سے مقابلہ کرنے کے طریقے تفصیلی طور پر بیان فرماتے رہے ہیں تاکہ۔ معلوم ہو جائے کہ میں خوابوں کی تعبیر کے علاوہ منصوبہ بندی اور انتظامی صلاحیتوں سے بھی مالا مال ہوں۔

زراعت کا علم، ذخیرہ سازی کی سیاست اور خرچ کرنے میں صرفہ جوئی سے کام لینے کے حکمت آمیز پیچلت اس آیت میں واضح طور پر بیان کیے گئے ہیں۔

پیام:

- 1- خدائی افراد کو لوگوں کی فلاح و بہبود اور آرام و آسائش کے متعلق ہمیشہ غور و فکر کرنا چاہئے نیز طویل مدت اور کم مدت کے پروگرام بھی پیش کرنے چاہئیں۔ (تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ)
- 2- اگر گیہوں اپنی بالیوں کے ساتھ ہو تو اسکی زندگی بڑھ جاتی ہے (فَدْرُوهُ فِي سُنْبِلِهِ)
- 3- منظم پروگرام بنانے کے بعد قدرتی حوادث مثلاً زلزلہ، سیلاب، اور خشک سالی کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ (فَدْرُوهُ فِي سُنْبِلِهِ)
- 4- منصوبہ بندی اور مستقبل کے لئے تدبیر کرنا۔ خدا پر توکل اور اس کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے منافی نہیں ہے (فَدْرُوهُ فِي سُنْبِلِهِ) (تدبیر کے ساتھ تقدیر کا استقبال کرنا چاہئے)
- 5- تمام پروگرام عملی صلاحیت کے حامل ہونے چاہئیں (فَدْرُوهُ فِي سُنْبِلِهِ)
- اس زمانے میں چونکہ گندم کو محفوظ کرنے کے لئے مخصوص برج نما گودام یا کوئی جدید ٹیکنالوجی نہیں تھی لہذا گندم کو محفوظ رکھنے کا بہترین طریقہ یہی تھا کہ گیہوں کو اس کی بالیوں میں رہنے دیا جائے
- 6- ہر مصیبت اور سختی، بری نہیں ہوتی۔ یہی خشک سالی جناب یوسف (ع) کی حاکمیت کا پیش خیمہ بنی۔ اسی طرح یہ قحط صرفہ جوئی اور لوگوں کے درمیان زیادہ کام کرنے کا رجحان پیدا کرنے کا باعث بنا۔ (تَزْرَعُونَ... فَدْرُوهُ، إِلَّا قَلِيلًا...)
- 7- آج کی کفالت شعاری، کل کی خود کفالی ہے اور آج کی فضول خرچی کل کے لئے باعث پریشانی ہے۔ (قَلِيلًا مِمَّا تَأْكُلُونَ)
- 8- مستقبل کے بارے میں فکر کرنا اور معاشرے کی اقتصادی مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کے لئے طویل مدت کے پروگرام بنانا ملکی نظام کے لئے ضروری ہے۔ (تَزْرَعُونَ... فَدْرُوهُ... إِلَّا قَلِيلًا)
- 9- بحرانی حالات اور شرائط میں تولید و توزیع پر حکومت کا کنٹرول ضروری ہے۔ (تَزْرَعُونَ... فَدْرُوهُ...)
- 10- کافروں کے خواب بھی حقائق کو بیان کر سکتے ہیں اور معاشرے کی حفاظت کے لئے دستور العمل بھی ہو سکتے ہیں۔

آیت 48:

(48) ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تُخْصِنُونَ .

"پھر اسکے بعد بڑے سخت سات برس آئیں گے جو کچھ تم لوگوں نے ان سات سالوں کے واسطے پہلے سے جمع کر رکھا ہوگا لوگ سب کھا جائیں گے مگر قدرِ قلیل جو تم (بچ کے طور پر) بچا رکھو گے۔"

آیت 49:

(49) ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْرِضُونَ .

"(بس) پھر اس کے بعد ایک سال آئے گا جس میں لوگوں کے لئے بارش ہوگی (اور خشک سالی کس مشکل حال ہو جائے گی) اور لوگ اس سال (پھلوں اور روغن دار دانوں کی فراوانی کی وجہ سے ان کا رس) چوڑھیں گے۔"

نکت:

"يُغَاثُ النَّاسُ" یا تو "غوث" سے ہے یعنی لوگوں کو خداوند عالم کی طرف سے مدد حاصل ہوگی اور 14 سالہ مشہکلات حال

ہو جائیں گی یا "غیث" سے ہے یعنی بارش ہوگی اور تلخ حوادث ختم ہو جائیں گے۔<sup>(1)</sup>

(1) الہیزان فی تفسیر القرآن.

حضرت یوسف (ع) نے سات موٹی گائیں اور سات دہلی پٹلی گائیوں اور سبز و خشک بالیوں کی تعمیر یہ فرمائی کہ۔ 14 چودہ سال نعمت اور خشک سالی کے ہوں گے لیکن پندرہواں سال جو باران رحمت اور نعمت کی فراوانی کا ہوگا اس کا تذکرہ بادشاہ کے خواب میں نہیں ہے درحقیقت یہ غیب کی خبر تھی جسے حضرت یوسف (ع) نے بیان فرمایا تاکہ آپ (ع) اعلان نبوت کے لئے راہ ہموار کر سکیں  
(ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ...)

سماج میں ایک کارآمد اور کامیاب منظم اور انتظامیہ کے لئے درج ذیل شرائط کا حامل ہونا ضروری ہے۔

- 1- لوگوں کا اعتماد۔ (انا لنراک من المحسنین)
- 2- صداقت۔ (یوسف ایہا الصدیق)
- 3- علم و دانائی۔ (علمنی ربی)
- 4- صحیح پیشین گوئی۔ (فَدَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ)
- 5- قوم کی اطاعت۔ کیونکہ لوگوں نے حضرت یوسف کی بیان کردہ حجابیزیر عمل کیا۔

پیام:

1- مستقبل کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے بچت کرنا اور منظم طریقے سے خرچ کرنا نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔

سَبْعُ شِدَادٍ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ...

2- خرچ کرتے وقت تھوڑا سا بچ اور سرمایہ ذخیرہ کر لیں (إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تُحْصِنُونَ)<sup>(1)</sup>

3- خواب نہ صرف آئندہ کے حوادث کو بتا سکتے ہیں بلکہ انسان کے لئے مشکلات سے رہائی اور پھر خوشحالی کا ذریعہ اور اشارہ بھی

ہو سکتے ہیں (يُعَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ)

-----

(1) مِمَّا تُحْصِنُونَ یعنی محفوظ جگہ پر ذخیرہ کر لیں۔

آیت 50:

(50) وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ

أَيْدِيَهُنَّ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ .

"(یہ تعبیر سننے ہی بادشاہ نے حکم دیا کہ یوسف کو میرے حضور میں لے اور پھر جب (شای) چوبدار (یہ حکم لے کر) یوسف کے پاس آیا تو یوسف نے کہا تم اپنے بادشاہ کے پاس لوٹ جا اور اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا مسئلہ کیا تھا جنہوں نے (مجھے دیکھ کر) اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے؟ آیا میں ان کا طالب تھا یا وہ (میری) اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ۔ میرا پروردگار ہنس ان کے مکرو فریب سے خوب واقف ہے۔"

نکات:

جناب یوسف (ع) نے بادشاہ کے خواب کی تعبیر اور سنجیدہ و منظم پروگرام، بغیر کسی شرط و قید کے بیان کر کے ثابت کر دیا کہ۔ وہ کوئی معمولی قیدی نہیں ہیں بلکہ ایک غیر معمولی اور دانا انسان ہیں۔

جب بادشاہ کا فرستادہ حضرت یوسف (ع) کی خدمت میں آیا تو آپ (ع) نے آزادی کی خبر کا خیر مقدم نہیں کیا بلکہ سابقہ فائل پر دوبارہ تحقیق کی درخواست کی، اس لئے کہ آپ (ع) نہیں چاہتے تھے کہ بادشاہ کا عفو آپ (ع) کے شامل حال ہو بلکہ۔ یہ۔ چاہتے تھے کہ آپ (ع) کی بے گناہی اور پاکدامنی ثابت ہو جائے تاکہ بادشاہ کو سمجھا سکیں کہ تمہاری حکومت میں کس قدر فساد اور ناانصافی کا فرما ہے۔



شاید حضرت یوسف (ع) نے عزیز مصر کے احترام میں اس کی بیوی کا نام نہیں لیا بلکہ اس مہمان نوازی والے واقعہ۔ کس طرف

اشارہ کیا۔ (قطعہن ایدھن)

حدیث میں موجود ہے کہ پیغمبر اسلام (ص) نے فرمایا: مجھے حضرت یوسف (ع) کے صبر پر تعجب ہے اس لئے کہ جب عزیز مصر نے خواب کی تعبیر چاہی تو نہیں فرمایا کہ جب تک قید خانہ سے آزاد نہیں ہو جاتا خواب کی تعبیر بیان نہیں کروں گا۔ لیکن جب حضرت یوسف (ع) کو آزاد کرنا چاہا تو آپ (ع) قید خانہ سے اس وقت تک باہر تشریف نہ لائے جب تک تہمت کا بالکل خاتمہ نہ ہو گیا۔<sup>(1)</sup>

-----  
(1) تفسیر طیب البیان.

پیام:

1- وہ متفکر ذہن جن کی ملک کو ضرورت ہو اگر وہ کسی جرم کے مرتکب نہیں ہوئے تو حکومت کی مدد سے انہیں آزاد کر دینا۔

چلیے۔ (قَالَ الْمَلِكُ اَنْتُوْنِي بِه...)

2- ہر طرح کی آزادی قابل اہمیت نہیں ہے بلکہ بے گناہی کا ثابت کرنا آزادی سے اہم ہے۔ (اِزْجِعْ اِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ)

3- جو قیدی آزادی کے بجائے فائل کی تحقیق کا مشورہ دیتا ہے وہ یقیناً بے گناہ ہے۔ (فَاسْأَلْهُ)

4- حضرت یوسف (ع) نے پہلے لوگوں کے ذہن کو پاک کیا پھر مسلیت قبول فرمائی ( مَا بَالُ النَّسْوِ)

5- آبرو اور عزت کا دفاع واجب ہے۔ ( مَا بَالُ النَّسْوِ )

6- حضرت یوسف (ع) کو قید خانہ میں ڈالنے کی سازش میں تمام عورتیں شریک تھیں۔ (كَيْدِهِنَّ)

7- حضرت یوسف (ع) نے اپنے پیغام میں بادشاہ کو یہ بھی بتا دیا کہ آزادی کے بعد آپ (ع) بادشاہ کو اپنا مالک نہیں سمجھیں

گے اور نہ ہی وہ جناب یوسف (ع) کو اپنا غلام سمجھنے کا اختیار رکھتا ہے۔ بلکہ خدا کو اپنا مالک سمجھتے ہیں ( اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ )

آیت 51:

(51) قَالَ مَا خَطْبُكَ إِذْ رَأَوْتَنِّي يُوسُفَ عَنِ نَفْسِهِ قُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوءِ قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ الْأَنْ حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَا رَأَوْتُهُ عَنِ نَفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ.

"چنانچہ بادشاہ نے ان عورتوں (کو طلب کیا اور) ان سے پوچھا کہ جس وقت تم لوگوں نے یوسف سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی خود ان سے تمنا کی تھی تو تمہیں کیا معاملہ پیش آیا تھا وہ سب کی سب عرض کرنے لگیں پاکیزہ ہے اللہ ہم نے یوسف میں کسی طرح کی کوئی برائی نہیں دیکھی (تب) عزیز (مصر) کی بیوی (زلیخا) بول اٹھی اب تو حق سب پر ظاہر ہو ہی گیا ہے (اصل بات یہ ہے کہ) میں نے خود اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی تمنا کی تھی اور بے شک وہ یقیناً سچوں میں سے ہے۔"

نکت:

کسی اہم کام کے سلسلے میں دعوت دینے کو "خطب" کہتے ہیں۔

"خطیب" اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں کو کسی اہم اور بڑے ہدف و مقصد کی دعوت دے "حصص" یعنی حق کا باطل سے

جدا ہو کر آشکار ہو جائے۔<sup>(1)</sup>

اس داستان میں خداوند عالم کی سنتوں میں سے ایک سنت یہ جلوہ نما ہوئی ہے کہ تقویٰ الہی اور پرہیز گاری کی وجہ سے مشکل کام

آسان ہو جاتے ہیں<sup>(2)</sup>

(1) تفسیر طیب البیان.

(2) (من یتق الله يجعل له مخرجا و یرزقه من حيث لا يحتسب) اور جو تقویٰ الہی اختیار کرتا ہے اللہ اس کے لئے مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے

رزق دیتا ہے جہاں سے وہ سوچ بھی نہ سکتا ہو۔ (سورہ طلاق آیت 2، 3)

پیام:

- 1- جب کوئی مسئلہ بہت سنگین ہو جائے اور کسی سے بھی حل نہ ہو پارہا ہو تو سربراہ مملکت کو اس میں مداخلت کرنی چاہیے اور تحقیق کے بعد مشکل کو حل کرنا چاہیے۔ ( قَالَ مَا حَطْبُكُمْ... )
  - 2- متہم کو عدالت میں حاضر کرنا چاہیے تاکہ وہ اپنا دفاع کر سکے۔ ( قَالَ مَا حَطْبُكُمْ... ) یہاں تک کہ زیلتا بھس عدالت میں حاضر تھی ( قَالَتْ اَمْرَ الْعَزِيزِ )
  - 3- پریشانی کے ساتھ آسانی اور تلخی کے ساتھ شیرینی ہے کیونکہ جہاں (اراد باہلک سوء) ہے وہاں اسی زبان پر ( مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوءٍ ) بھی جاری ہے۔
  - 4- حق ہمیشہ کے لئے مخفی نہیں رہ سکتا۔ (الآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ )
  - 5- ضمیر کبھی نہ کبھی بیدار ہو کر حقیقت کا اعتراف کرتا ہے۔ (أَنَا رَاوِدْتُهُ )
- معاشرے اور ماحول کا دب ضمیر فروشوں کو حق کا اعتراف کرنے پر مجبور کر دیتا ہے (عزیز مصر کی بیوی نے جب دیکھا کہ۔ تمام عورتوں نے یوسف (ع) کی پاک دامنی کا اقرار کر لیا ہے تو اس نے بھی حقیقت کا اعتراف کر لیا)

آیت 52:

(52) ذَلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ

"(یوسف نے کہا) یہ قصہ میں نے اس لئے چھپا دیا تاکہ (تمہارے) بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں اس کی (مانت میں) خیانت نہیں کی اور خدا خیانت کاروں کے مکر و فریب کو کامیابی سے ہمکنار نہیں کرتا۔"

نکات:

یہ کلام حضرت یوسف علیہ السلام کی گفتگو ہے یا عزیز مصر کی بیوی کے کلام کا حصہ۔ ہے؟ اس سلسلے میں مفسرین کے دو نظریے ہیں بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا کلام ہے (1) جب کہ بعض مفسرین اسے عزیز مصر کسی بیوی کا بیان قرار دیتے ہیں (2) لیکن آیت کے مضمون کو مد نظر رکھتے ہوئے پہلا نظریہ صحیح ہے لہذا یہ جملہ عزیز مصر

(1) تفسیر مجمع البیان، تفسیر المیزان .

(2) تفسیر نمونہ.

کی بیوی کا کلام نہیں ہو سکتا کیونکہ ایک بے گناہ کو ساہا سال قید خانے میں قیدی بنا کر رکھنے سے بڑی خیانت اور کیا ہو سکتی ہے؟  
 یوسف علیہ السلام اپنے اس جملے سے قید خانہ سے دیر سے آزاد ہونے کی وجہ بیان فرما رہے ہیں: دوبارہ ان کسے پکارے میں  
 تحقیق کی گئی ہے اور وہ اپنی حقیقی حیثیت و فضیلت پر فائز ہوئے ہیں۔

پیام:

- 1- کریم انسان انتقام لینے کے درپے نہیں ہوتا بلکہ حیثیت اور کشف حقیقت کی تلاش میں رہتا ہے (ذَلِكَ لِيَعْلَمَ)
- 2- حقیقی ایمان کی علامت یہ ہے کہ انسان تنہائی میں خیانت نہ کرے (لَمْ أَحْنَهُ بِالْعَيْبِ)
- 3- دوسروں کی ناموس پر بری نگاہ ڈالنا گویا اس شخص کے ساتھ خیانت کرنا ہے (لَمْ أَحْنَهُ)
- 4- خیانت کار اپنے کام یا برے کام کی توجیہ بیان کرنے کے لئے سازش کرتا ہے (كَيْدَ الْخَائِنِينَ)
- 5- خیانت کار، نہ صرف اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتا بلکہ اس کی عاقبت بھی بخیر نہیں ہوتی، حقیقت میں اگر ہم پاک  
 ہوں (لَمْ أَحْنَهُ بِالْعَيْبِ) تو خداوند عالم اجازت نہیں دیتا کہ ناپاک افراد ہماری آبرو برباد کر سکیں۔ (إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ)
- 6- حضرت یوسف علیہ السلام اس کوشش میں تھے کہ بادشاہ کو آگاہ کر دیں کہ تمام حوادث اور واقعات میں ارادہء خداوندی اور  
 سنت الہی کارفرما ہوتی ہے (إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي ...)

آیت 53:

(53) وَمَا أُبْرِيءُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ

"اور میں اپنے نفس کی صفائی پیش نہیں کرتا کیونکہ (انسانی) نفس برائی پر اسٹنا ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے بے شک میرا پروردگار بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

نکات:

قرآن مجید میں نفس کی مختلف حالتیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

- 1- نفس امارہ: یہ نفس انسان کو برائی کی طرف لے جاتا ہے اگر عقل و ایمان کے ذریعہ لگام نہ لگائی جائے تو انسان یک باہرگی ذلت و ہلاکت میں گر جائے گا۔
  - 2- نفس لوامہ: یہ وہ نفسانی حالت ہے جس کی بنیاد پر برائی کرنے والا انسان خود اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے، تو بہ اور عذر خواہی کی طرف قدم بڑھاتا ہے، سورہ قیامت میں اس نفس کا تذکرہ ہے۔
  - 3- نفس مطمئنہ: یہ وہ نفسانی حالت ہے کہ جو انبیاء و اولیائے الہی اور ان کے حقیقی تربیت یافتہ افراد کو حاصل ہوتی ہے جس کی بنیاد پر وہ ہر وسوسے اور حادثے سے کامیاب و کامران پلٹتے ہیں ایسے افراد فقط خدا سے لو لگائے رہتے ہیں۔
- حضرت یوسف علیہ السلام اس امتحان میں اپنی سربلندی اور عدم خیانت کو خداوند عالم کے لطف کرم کا نتیجہ قرار دے رہے ہیں اور ایک انسان ہونے کی بنیاد پر جس میں انسانی مصلحت موجود ہے خود کو اس سے الگ نہیں سمجھ رہے ہیں۔
- معدد روایات میں نفس کے خطرات اور خود کو بری الذمہ قرار دینے نیز نفس سے راضی ہونے کا تذکرہ موجود ہے اپنے نفس سے راضی ہونے کو روایات میں عقل کا دیوانہ پن اور شیطان کا سب سے بڑا پھندہ قرار دیا گیا ہے (1)

(1) غرر الحکم.

پیام:

- 1- کبھی بھی اپنے آپ کو پاکیزہ اور خواہشات نفسانی سے محفوظ قرار نہیں دینا چاہیے۔ (وَمَا أُبْرِيئُ نَفْسِي )
- 2- شرط کمال یہ ہے کہ اگرچہ ساری دنیا اسے کمال سمجھ رہی ہو لیکن وہ شخص کبھی خود کو کمال نہ سمجھے۔ حضرت یوسف (ع) کی داستان میں برادران یوسف، عزیز مصر کی بیوی، گواہ، بادشاہ، شیطان، قیدی، سب کے سب آپکی پاکدامنی کی گواہی دے رہے ہیں لیکن آپ (ع) خود فرما رہے تھے کہ۔ (مَا أُبْرِيئُ نَفْسِي )
- 3- ہوا و ہوس اور نفس کا خطرہ بہت ہی خطرناک ہے اسے کھیل نہیں سمجھنا چاہیے۔ (إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَ بِالسُّوئِ)<sup>(1)</sup>
- 4- انبیاء (ع)، معصوم ہونے کے باوجود انسانی فطری غرائز کے حامل ہیں۔ (إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَ بِالسُّوئِ)
- 5- نفس اپنی خواہشات کی بار بار تکرار کرتا ہے تاکہ تمہیں مصیبت میں گرفتار کر دے۔ (لَأَمَّارَ )
- 6- اگر خداوند عالم کا لطف و کرم نہ ہو تو فطرت انسانی منفی امور کی طرف زیادہ میلان رکھتی ہے۔<sup>(2)</sup> (لَأَمَّارَ بِالسُّوئِ)
- 7- فقط رحمت خداوندی ہی سرمایہ نجات ہے اگر انسان کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو وہ قعر ضلالت و گمراہی میں گر پڑے گا۔ (إِلَّا مَا رَحِمَ)

- 8- جناب یوسف (ع) خداوند عالم کی خاص تربیت کے زیر سایہ تھے لہذا کلمہ (رَبِّي) کی تکرار ہوئی ہے۔
- 9- مری کو رحمت اور مہربانی سے کام لینا چاہیے۔ (إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ )
- 10- عفو و درگزر رحمت الہی تک پہنچنے کا مقدمہ ہے پہلے (غفور) فرمایا ہے بعد میں (رحیم) کا ذکر ہے۔
- 11- تمام خطرات کے باوجود رحمت الہی سے ملاوس نہیں ہونا چاہیے۔ ( غَفُورٌ رَحِيمٌ )

(1) آیہ شریفہ میں چار طریقوں سے تاکید کی گئی ہے۔ - اِنَّ - لام تاکید - صیغہ مبالغہ - جملہ اسمیہ۔

(2) نام سجاد علیہ السلام نے مناجات شاکین میں نفس کے لئے 15 پندرہ خطرے ذکر کئے ہیں جن کی طرف توجہ رکھنا ضروری ہے۔



آیت 54:

(54) وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ اَسْتَحْلِصُهُ لِنَفْسِي فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ اٰمِيْنٌ

"اور بادشاہ نے کہا یوسف کو میرے پاس لے ، میں ان کو خاص طور سے (بطور مشاور) اپنے لئے رکھوں گا اس نے یوسف سے باتیں کیں تو (یوسف کی اعلیٰ قابلیت ثابت ہوئی اور) اس نے کہا بے شک آج سے آپ ہمارے بااختیار معاون ہیں۔"

نکات:

کتاب "لسان العرب" میں ہے: جب بھی انسان کسی کو اپنا محرم راز اور اسے اپنے امور میں دخیل قرار دیتا ہے تو ایسی صورت میں (استخلصہ) کہا جاتا ہے۔

جناب یوسف (ع) نے قید خانہ سے نکلنے وقت زندان کے دروازے پر چند جملے لکھے تھے جن میں آپ (ع) نے قید خانہ کی تصویر کشی کی ہے۔ ہذا قبور الاحیاء، بیت الاحزان، تجرب الاصدقاء و شماتہ الاعداء۔<sup>(1)</sup> زندان؛ زندہ لوگوں کا قبرستان، غم و

الم

-----

(1) شماتہ، کسی کی تباہی و بربادی پر خوش ہونے کو کہتے ہیں۔

کا گھر، دوستوں کو پرکھنے کی جگہ اور دشمنوں کے لئے خندہ زنی کا مقام ہے<sup>(1)</sup>

بادشاہ کو جب حضرت یوسف (ع) کی امانت و صداقت پر یقین ہو جاتا ہے اور آپ (ع) میں شرمہ برابر بھی خیانت نہیں پاتا تو آپ

(ع) کو اپنے لئے چن لیتا ہے (غور کیجئے کہ) اگر خدا اپنے بندوں میں خیانت نہ پائے گا تو وہ کیا کرے گا!؟

یقیناً ایسے افراد کو خدا اپنے لئے چن لے گا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں انبیاء (ع) کے لئے یہ جملے مذکور ہیں۔

(و انا اخترتك فاستمع لما يوحى) <sup>(2)</sup> ترجمہ: اور میں نے آپ (حضرت موسیٰ) کو منتخب کر لیا ہے لہذا جو وحی کی جا رہی ہے

اسے سیں (واصطنعتك لنفسی) <sup>(3)</sup> ترجمہ: اور میں نے آپ (حضرت موسیٰ) کو اپنے لئے اختیار کیا ہے۔

بادشاہ نے کلمہ "لدينا" سے یہ اعلان کیا کہ یوسف (ع) ہماری حکومت میں قدر و منزلت کے حامل ہیں، نہ کہ فقط ہمارے دل

میں۔ لہذا تمام عہدہ دار افراد پر ان کی اطاعت ضروری ہے۔

چونکہ حضرت یوسف کے لئے حکومت تقدیر الہی میں تھی، لہذا خداوند عالم نے آپ (ع) کو چند امتحانات میں مبتلا کیا تاکہ آپ

(ع) کو تجربہ حاصل ہو جائے۔ بھائیوں کے مکر و فریب میں گرفتار کیا تاکہ صبر کریں۔ آپ (ع) کو کنوئیں اور قید خانے میں ڈلوایا تاکہ۔

کسی (بے گناہ) کو

-----

(1) تفسیر مجمع البیان.

(2) سورہ طہ آیت 13.

(3) سورہ طہ آیت 41.

کونیں اور قیدخانے میں نہ ڈالیں۔

غلامی کی طرف کھینچنا تاکہ غلاموں پر رحم کریں۔ زلیخا کے دام میں گرفتار کیا تاکہ جنسی مسائل کی اہمیت کو سمجھیں۔ بادشاہ کس مصاحبت میں رکھا تاکہ آپ (ع) کی تدبیر جلوہ نما ہو۔

پیام:

- 1- اگر خدا چاہے تو کل کے قیدی کو آج کا بادشاہ بنا سکتا ہے۔ (قَالَ الْمَلِكُ اِنَّنِي بِهِ اَسْتَحْلِصُهُ لِنَفْسِي)
- 2- سربراہ مملکت کے خاص مشیروں کو بالقوی، باتدبیر، قوم کی فلاح و بہبودی کے لئے صحیح پروگرام بنانے کی صلاحیت رکھنے والے، اور امانت دار ہونا چاہیے۔ (اَسْتَحْلِصُهُ لِنَفْسِي... مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ) حضرت یوسف (ع) میں یہ تمام صفات موجود تھیں۔
- 3- جب تک انسان خاموش رہے اس وقت تک اس کے عیوب و کمالات مخفی رہتے ہیں۔ (فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ)
- 4- انتخاب کرتے وقت حضوری گفتگو مفید ہے (فَلَمَّا كَلَّمَهُ)
- 5- اگر کسی پر اطمینان حاصل ہو جائے تو اسے اختیارات دے دینا چاہئے۔ (لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ)
- 6- کافر و مشرک بھی معنوی کمالات سے لذت محسوس کرتے ہیں "کمال" کو پسند کرنا ہر انسان کی فطرت میں موجود ہے۔ (اَسْتَحْلِصُهُ لِنَفْسِي)
- 7 باختیار اور امانت دار ہونا دونوں بیک وقت ضروری ہیں (مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ) کیونکہ اگر کوئی امین ہو لیکن باختیار نہ ہو تو ہرست سے امور کو انجام دینے کی قدرت نہیں رکھتا اور اگر باختیار ہو اور امین نہ ہو تو بیت المال کو بے دریغ خرچ کر دے گا (1)

(1) اسی بنا پر حضرت علی علیہ السلام نے نبی البلاغہ کے ایک خط میں مصر کے گورنر مالک اشتر کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: لوگوں کو پہچاننے اور کام کرنے والوں کا انتخاب کرنے کے بعد انہیں کافی مقدار میں حقوق دو۔ (اسبغ علیہم الارزاق)، نبی البلاغہ مکتوب نمبر 53.

آیت 55:

(55) قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ حَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلَيْمُ .

"یوسف نے کہا (جب آپ نے میری قدر دانی کی ہے تو) مجھے ملکی خزانوں پر مقرر کیجئے کیونکہ میں (اسکا) امانت دار خزانچس (اور اس کے حساب کتاب سے بھی) واقف ہوں۔"

نکات:

سوال: حضرت یوسف علیہ السلام نے عہدہ کیوں مانگا؟ بزبان دیگر جناب یوسف علیہ السلام نے ریاست طلبی کیوں کی؟

جواب: چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر کے خواب سے لوگوں کے لئے خطرے کو محسوس کر لیا اور خود کو اس

اقتصادی بحران سے نجات دلانے کے لائق سمجھ رہے

تھے لہذا اس نقصان سے بچانے کے لئے انہوں نے ایسے عہدے کو قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔

سوال: حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی تعریف و توصیف کیوں کی؟ جبکہ قرآن کا فرمان ہے کہ اپنی تعریف و تجمید نہ کرو۔<sup>(1)</sup>

جواب: حضرت یوسف علیہ السلام اپنی ستائش کر کے اپنی قابلیت اور استعداد کی یاد دہانی کروا رہے تھے کہ میں عہدہ کو قبول کرنے کی قابلیت و صلاحیت رکھتا ہوں جس کی بنیاد پر قحط اور خشک سالی سے نجات دلائی جاسکتی ہے یہ ستائش تفاخر اور غلط فائدہ اٹھانے کے لئے نہ تھی۔

سوال: حضرت یوسف علیہ السلام نے کافر حکومت کا کیوں ہاتھ بٹایا؟ جبکہ خداوند عالم نے اس سے روکا ہے<sup>(2)</sup>

جواب: حضرت یوسف علیہ السلام نے ظالم کی حمایت کرنے کے لئے اس عہدہ کو قبول نہیں فرمایا تھا بلکہ مخلوق خدا کو خشک سالی کی مصیبت سے نجات دلانے کے لئے ایسا قدم اٹھایا تھا حضرت یوسف (ع) نے ذرہ برابر بھی چالوسی نہیں کی۔

تفسیر "فی ظلال القرآن" کے بیان کے مطابق سیاستمدار افراد ایسے خطرات کے وقت قوم کو چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر لیتے ہیں لیکن

حضرت یوسف (ع) پر ایسے وقت میں مخلوق

کی حفاظت لازم ہے۔

(1) فلا تزنکوا انفسکم سورہ عجم آیت 32.

(2) لا تزنکوا الی الذین ظلموا... سورہ ہود آیت 113.

علاوہ از بین اگر ظالم حکومت کو سرنگوں کرنا اور اسکے نظام میں تغیر و تبدل لانا ممکن نہ ہو تو جہاں تک ممکن ہو وہاں تک ظلم و انحرافات کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ اگرچہ کچھ امور مملکت کو قبول کرنا پڑے۔

تفسیر نمونہ میں ملتا ہے کہ "قانونِ اہم و مہم کی رعایت" عقل اور شرع میں ایک بنیادی چیز ہے، مشرک حکومت کی حملت کرنے جائز نہیں ہے لیکن ایک قوم کو قحط سے نجات دلانا ایک اہم کام ہے۔ اس دلیل کی بنیاد پر "تفسیر تبیان میں" ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے سیاسی عہدہ قبول نہیں کیا تاکہ ظالم کی مدد نہ ہو سکے اور نہ ہی کوئی دفاعی و نظامی ذمہ داری قبول فرمائی تاکہ کسی کا ناحق خون نہ بہنے پائے فقط اور فقط اقتصادی ذمہ داری کو قبول فرمایا۔ وہ بھی اس لئے کہ خلق خدا قحط سے محفوظ رہ سکے۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا جب ضرورت نے اس بات کا تقاضا کیا کہ یوسف (ع) مصر کے خزانوں کے سرپرست ہوں تو انہوں نے خود اس بات کا مشورہ دیا (1) علی بن یقطین امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بتائی ہوئی نصیحتوں کے بعد عباسی حکومت کے وزیر بنے تھے، اسی قسم کے افراد مظلوموں کے لئے پناہ گاہ ہو سکتے ہیں۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: کفار عمیل السلطان قضاء حوائج الاخوان یعنی حکومتی نظام میں کام کرنے کا کفارہ برابر مومن کی مدد کرنا ہے (2)

(1) تفسیر نور الثقلین.

(2) وسائل الشیخ ج 12 ص 139.

حضرت امام رضا علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا : آپ نے مامون کی ولی عہدی کیوں قبول کی ؟ آپ (ع) نے جواب دیا : یوسف-ف (ع) باوجودیکہ پیامبر (ع) تھے لیکن مشرک کی حکومت میں چلے گئے میں تو وصی پیامبر (ص) ہوں ۔ میں ایسے شخص کس حکومت میں داخل ہوا ہوں جو مسلمان ہونے کا اظہار کرتا ہے ۔ علاوہ انہیں مجھے عہدہ قبول کرنے پر مجبور کیا گیا ہے جبکہ یوسف (ع) نے حالات کی اہمیت کے پیش نظر بذات خود عہدہ کو قبول کیا تھا ۔<sup>(1)</sup>

حضرت یوسف (ع) نے مقام و منزلت حاصل کرتے ہی فوراً اپنے والدین سے ملاقات کی خواہش نہیں کی بلکہ خزانے کی مسسلیت کا تقاضا کیا کیونکہ والدین کے دیدار میں عاطفی پہلو تھے جب کہ لوگوں کو خشک سالی سے نجات دلانا ان کی اجتماعی و معاشرتی رسالت اور اجتماعی ذمہ داریوں کا تقاضا تھا ۔

امام صادق علیہ السلام نے ایسے افراد کو خطاب کرتے ہوئے کہ جو زہد اختیار کرنے اور دنیا سے کنارہ کشی کا اظہار کر رہے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دے رہے تھے کہ اپنی زندگی کس مپرسی میں گزر بسر کرو ، فرمایا : مجھے ذرا بت کہ تم لوگ یوسف (ع) پیامبر کے بارے میں کیا نظریہ رکھتے ہو جنہوں نے بادشاہ مصر سے خود فرمائش کس کی۔ (اجعلنی علی خزائن الارض) اسکے جوہر حضرت یوسف (ع) کے امور یہاں تک پہنچ گئے کہ پوری مملکت اور اس کے اطراف یمن کی سرحدوں تک اپنے ماتحت لے لئے تھے اسکے باوجود مجھے کوئی شخص نہیں ملتا کہ کسی نے اس کام کو حضرت یوسف (ع) کے لئے معیوب شمار کیا ہو<sup>(2)</sup>

(1) وسائل الشیخہ ج 12 ص 136.

(2) تفسیر نور العقلین.

ایک روایت میں امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے : حضرت یوسف (ع) نے پہلے سات سال گیہوں کو جمع اور ذخیرہ کیا ، دوسرے سات سال میں کہ جب خشک سالی شروع ہوگئی تو آہستہ آہستہ بہت دقت کے ساتھ اسے لوگوں کے حوالے کیا تاکہ وہ اپنے روز مرہ کے مصارف میں اسے خرچ کر سکیں اور بڑی ہی امانت داری اور دقت نظر کے ساتھ مملکت مصر کو بدبختی سے نجات دلائی ۔ حضرت یوسف (ع) نے سات سالہ قحط کے زمانے میں پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ (ع) بھوسے کے افسراد کو فراموش کر دیں۔<sup>(1)</sup>

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر المیزان میں حضرت یوسف (ع) کی انداز حکمرانی کو اس طرح ذکر کیا گیا ہے :

جب خشک سالی شروع ہوئی تو حضرت یوسف (ع) نے پہلے سات گیہوں سونے چاندی کے بدلے ، دوسرے سال جوہر اور زبورات کے بدلے ، تیسرے سال چارپلوں کے بدلے ، چوتھے سال غلام کے بدلے ، پانچویں سال گھروں کے عوض میں ۔ چھٹے سال گندم کھیتوں کے عوض میں اور ساتویں سال خود لوگوں کو غلام بنانے کے عوض میں گندم فروخت کی ۔ جب ساتواں سال ختم ہو گیا تو آپ (ع) نے بادشاہ مصر سے کہا :

تمام افراد اور ان کا تمام سرمایہ میرے پاس ہے لیکن خدا شاہد ہے اور تو بھی گواہ رہ کہ تمام لوگوں کو آزاد کر کے ان کے تمام اموال ان کو لوٹا دوں گا اور تمہارا محل ، تخت ،

-----  
(1) تفسیر مجمع البیان.



اور مہر و تلوٹھی بھی تمہیں لوٹا دوں گا حکومت میرے لئے خلائق کو نجات دینے کے علاوہ کچھ نہیں تھی۔

تم ان کے ساتھ عدالت کے ساتھ پیش بادشاہ ان باتوں کو سننے کے بعد ایسا مسحور ہوا اور خود کو یوسف (ع) کی معنوی عظمتوں کے مقابلے میں اس طرح حقیر سمجھنے لگا کہ یک بارگی بول اٹھا (اشھدان لا الہ الا اللہ و انک رسولہ) میں بھی ایمان لے آیا۔ لیکن تم کو حاکم رہنا پڑے گا۔ (فَإِنَّكَ لَدَيْنَا مَكِينٌ امین)

افراد کی تشخیص اور ان کے انتخاب میں قرآنی معیار کی طرف توجہ کرنی چاہیے "حفیظ و علیم" کے علاوہ قرآن مجید میں دوسرے معیار بھی ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

ایمان: اَفْمَنَ كَان مومنا كمن کان فاسقا لا یستوون۔<sup>(1)</sup>

کیا جو مومن ہو وہ فاسق کی طرح ہو سکتا ہے؟ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

سبققت: والسابقون السابقون اولئک المقربون<sup>(2)</sup>

اور سبققت لے جانے والے تو آگے بڑھنے والے ہی ہیں یہی مقرب لوگ ہیں۔

ہجرت: والذین آمنوا و لم یهاجروا ما لکم من ولایتهم من شی<sup>(3)</sup>

(1) سورہ سجدہ آیت 18.

(2) سورہ واقعہ آیت 10-11.

(3) سورہ انفال آیت 72.

اور جو لوگ ایمان تو لائے مگر انہوں نے ہجرت نہیں کی انکی ولایت سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔

علمی و جسمی قوت: وزادہ بسط فی العلم والجسم<sup>(1)</sup>

اور اسے (طالوت کو) اللہ نے علم اور جسمانی طاقت کی فراوانی سے نوازا ہے۔

خاندانی فضیلت: ماکان ابوک امرأ سوء<sup>(2)</sup> میرا باپ برا آدمی نہ تھا۔

جہاد و مبارزت: فضل اللہ المجاہدین علی القاعدین اجرأ عظیما<sup>(3)</sup>

اللہ تعالیٰ نے بیٹھنے والوں کی نسبت جہاد کرنے والوں کو اجر عظیم کی فضیلت بخشی ہے۔

پیام:

1- جب ضرورت پڑے تو حساس عہدوں کی فرمائش کرنی چلیئے (اجعلنی )

2- نبوت؛ حکومت اور سیاست سے جدا نہیں ہے جس طرح دیانت سیاست سے جدا نہیں ہے (اجعلنی علی خزائن الأرض)

-----  
(1) سورہ بقرہ آیت 247.

(2) سورہ مریم آیت 28.

(3) سورہ نساء آیت 95.

3- اسلامی حاکم کے لئے کسی خاص مملکت کا باشندہ ہونا ضروری نہیں ہے حضرت یوسف (ع) مصری نہیں تھے لیکن حکومت مصر میں عہدہ دار ہوئے (بعبارت دیگر قوم پرستی (Nationalism) ممنوع ہے)

4- بوقت ضرورت ہنسی لیاقت و شائستگی کا بیان توکل ، زہد ، اور اخلاص سے منافات نہیں رکھتا۔ (إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ )

5- دو صفات جو بلاشاہ نے حضرت یوسف (ع) کے لئے بیان کئے "مکین ، امین" اور دو صفات جو حضرت یوسف (ع) نے خود اپنے لئے بیان فرمائے "حفیظ ، علیم" میں ، ان بیانات سے بہترین اور شائستہ عہدے داروں کے اوصاف سمجھ میں آتے ہیں کہ ان کے اوصاف قدرت ، امانت ، حفاظت اور اپنے متعلقہ کام میں مہارت عہدے داروں کے لئے ضروری ہے ۔

6- منصوبہ بندی اور مصارف و اخراجات کی نگرانی کرتے وقت آئندہ آنی والی نسلوں کا حصہ بھی ملحوظ خاطر ہونا چاہیے (حَفِيظٌ عَلِيمٌ )

آیت 56:

(56) وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَّبِعُونَ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ

الْمُحْسِنِينَ -

"اور ہم نے یوسف کو اس ملک میں اقتدار دیا کہ اس میں جہاں چاہیں اپنا مسکن بنالیں ہم جس پر چاہتے ہیں اپنا فضل کرتے ہیں

اور ہم نیکوکاروں کے اجر کو اکارت نہیں کرتے۔"

آیت 57:

(57) وَلَا جُزْءَ الْآخِرِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ

"اور جو لوگ ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے ان کے لئے آخرت کا اجر اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔"

نکات:

ان دو آیتوں میں حضرت یوسف (ع) کی توصیف محسن، مومن اور متقی کہہ کر کی گئی ہے (1) اس پورے سورہ میں خداوند-عالم کے ارادے کا مخلوق کے ارادہ سے تقابل کیا جاسکتا ہے (یعنی اس سورہ میں مختلف لوگوں کے مختلف ارادے تھے لیکن خدا کا ارادہ سب پر مسلط ہو کر رہا)

برادران یوسف (ع) نے ارادہ کیا تھا کہ حضرت یوسف (ع) کو کنوئیں میں ڈال کر انکو غلام بنا کر ذلیل و رسوا کریں لیکن عزیز مصر نے سفارش کرتے ہوئے کہا تھا "اکرمی مثواه" یعنی انکی عزت کرو۔

(1) خداوند عالم نے آیہ شریفہ میں یوسف علیہ السلام کو محسن کے مصابیح میں سے ایک مصدق قرار دیا ہے قرآن مجید میں محسن کے لئے دس سے زیادہ الطائف

خاصہ خداوندی مذکور ہیں۔

عزیز مصر کی بیوی نے ارادہ کیا تھا کہ آپ (ع) کے دامن کردار کو آلودہ کر دے لیکن خداوند عالم نے اس سے بچا لیا۔ زلیخا نے چاہا تھا کہ حضرت یوسف (ع) کو زندان میں بھیج کر ان کی مقاومت کو درہم برہم کر دے اور ان کی تحقیر کرے "لیسجبن و لیکونہ من الصاغرین" لیکن ان سب کے مقابلے میں خداوند عالم نے ارادہ کیا تھا کہ ان کو صاحب عزت قرار دے اور ان کو مصر کا حاکم قرار دے۔ (مَكَّنَّا لِيُوسُفَ...)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا یوسف (ع) اس آزاد مرد انسان کا نام ہے جس پر بھائیوں کی حسدوت ، کنسویں میں ڈالا جاتا ، شہوت ، تہمت ، ریاست و قدرت کوئی چیز بھی ان کی مقاومت پر اثر انداز نہ ہو سکی<sup>(1)</sup>۔

قرآن مجید میں لفظ "خیر" مختلف امور کے سلسلے میں استعمال کیا گیا ہے ۔

مومن کے لئے آخرت بہتر ہے (والاخر خیر و ابقی)<sup>(2)</sup>

روزہ داروں کے لئے روزہ بہتر ہے (ان تصوموا خیر لکم)<sup>(3)</sup>

حاجی کے لئے قربانی بہتر ہے (لکم فیہا خیر)<sup>(4)</sup>

انسانوں کے لئے تقویٰ بہتر ہے (ولباس التقوی ذلک خیر)<sup>(5)</sup>

(1) تفسیر نور العقلین۔

(2) سورہ اعلیٰ آیت 17۔

(3) سورہ بقرہ آیت 184۔

(4) سورہ حج آیت 36۔

(5) سورہ اعراف آیت 26۔

سپاہی کے لئے جہاد بہتر ہے (عسی ان تکرہوا شیئاً و ہو خیر لکم) (1)

جزائے اخروی جزائے دنیوی سے بہتر ہے کیونکہ آخرت کی جزا :

(الف) نامحدود ہے (لہم ما یشاون) (2)

(ب) ختم ہونے والی نہیں ہے (خالدین) (3)

(ج) کسی خاص مکان میں محدود نہ ہوگی (نتبوا من الجنہ حیث نشاء) (4)

(د) ہمارے لئے اس کا حساب کرنا ممکن نہیں (اجرہم بغیر حساب) (5)

(ھ) وہاں مراض ، آفات اور پریشانیوں کا گزر نہیں (لا یصدعون) (6)

(و) اضطراب و بے چینی کا گزر نہیں (لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون) (7)

(ز) جزا پانے والے اولیاء خداوند عالم کے پڑوسی ہیں (وہم جیرانی)

-----  
(1) سورہ بقرہ آیت 216.

(2) سورہ زمر آیت 34.

(3) سورہ فرقان آیت 16.

(4) سورہ زمر آیت 74.

(5) سورہ زمر آیت 10.

(6) سورہ واقعہ آیت 19.

(7) سورہ بقرہ آیت 112.

پیام:

- 1- خدا کی سنت ہے کہ پاکدامن اور با تقویٰ افراد کو عزت بخشے گا۔ (کذلک...)
- 2- اگرچہ بظاہر بلاشاہ مصر نے حضرت یوسف (ع) سے کہا تھا کہ (انک الیوم لدینا مکین) لیکن در حقیقت خسرا و سرعالم نے حضرت یوسف (ع) کو قدرت دی تھی (مکن)
- 3- حضرت یوسف (ع) کے اختیارات کا دائرہ وسیع تھا (حیث یشائ)
- 4- مملکت کے بحرانی حالات میں حکومتیں اس بات کا اختیار رکھتی ہیں کہ لوگوں کے اپنے اموال و ہلاک میں تصرف کی آزادی کو محدود کرتے ہوئے اسے اپنے اختیار میں لے کر عمومی مصالح میں خرچ کریں (یَتَّبِعُوا مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ)
- 5- قدرت اگر اہل افراد کے ہاتھوں میں ہو تو رحمت ہے وگرنہ نقصان دہ ہے (نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا)
- 6- اگر انسان تقویٰ الہی اختیار کرے تو خدا اپنی رحمتیں اس پر نازل کرتا ہے (نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا... لِلَّذِينَ... كَانُوا يَتَّقُونَ)
- 7- الہی نظر ہیہ کائنات میں کوئی کام بھی بغیر اجر کے نہیں رہتا ہے (لَا نُضِيعُ)
- 8- لوگوں کے حقوق کا ضائع کرنا یا تو جہالت کی بنیاد پر ہوتا ہے یا بخل کی وجہ سے یا پھر نادانی کی وجہ سے یا... جن میں سے کوئی بھی خدا میں موجود نہیں ہے۔ (لَا نُضِيعُ)
- 9- مشیت الہی، با نظم اور قانون و ضابطہ سے ہے (نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا... وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ)
- 10- حالانکہ تمام چیزیں مشیت الہی کے تحت ہوتی ہیں لیکن چونکہ خداوند عالم حکیم ہے لہذا کسی کو بھی بغیر لیاقت کے قدرت و صلاحیت نہیں دیتا (أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ)

11- نیک سیرت اور اچھے اعمال بجالانے والے اشخاص جہاں دنیوی زندگی میں نعمتوں سے بہرہ مند ہوتے ہیں وہاں آخرت میں اس سے کہیں بہتر اجر و ثواب ان کے شامل حال ہوتا ہے۔ ( وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ وَلَا جُزْءَ الْآخِرِ حَيْرٌ )

12- راہ خدا پر گامزن مردانِ خدا کے لئے مادی وسائل اور ظاہری حکومت لذت آور نہیں ہے بلکہ ان کے لئے جو چیز مطلوب و محبوب ہے وہ آخرت ہے (وَلَا جُزْءَ الْآخِرِ حَيْرٌ )

13- ایمان کے ساتھ ساتھ با تقوی ہونا بھی ضروری ہے وگرنہ گنہگار مومن کی عاقبت مہم اور غیر یقینس ہے ( آمَنُوا وَكَاثُرُوا يَتَّقُونَ )

14- وہ تقوی قابل قدر ہے جس میں پایداری و ہمیشگی پائی جائے، ( كَاثُرُوا يَتَّقُونَ )

15- ایمان و تقوی کا لازم ملزوم ہونا آخرت کے اجر و ثواب سے بہرہ مند

ہونے کی شرط ہے (وَلَا جُزْءَ الْآخِرِ حَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَاثُرُوا يَتَّقُونَ )

16- اگر نیک سیرت افراد کو اس دنیا میں اجر و مقام و منزلت نہ مل سکے تو اسے ملاوس اور مضمحل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ آخرت

میں اس کی جزا مل جائے گی۔ (لَا نُضِيعُ... وَلَا جُزْءَ الْآخِرِ حَيْرٌ)



آیت 58:

(58) وَجَاءَ إِخْوَهُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ

"اور (چونکہ کنعان میں بھی قحط تھا، اس وجہ سے) یوسف (ع) کے (سوتیلے) بھائی (غلہ خریدنے کے لئے مصر میں) آئے اور یوسف کے پاس گئے تو یوسف نے ان کو فوراً پہچان لیا اور وہ یوسف کو پہچان نہیں رہے تھے۔"

نکات:

حضرت یوسف (ع) کی پیشین گوئی کے عین مطابق لوگوں کو سات سال تک بے حساب نعمت اور بارش میسر رہی۔ لیکن جب دوسرے سات سال آئے اور لوگ قحط و خشک سالی سے دوچار ہوئے تو اس خشک سالی کا دائرہ مصر سے فلسطین و کنعان تک آگے بڑھ گیا۔

حضرت یعقوب (ع) نے اپنے فرزندوں سے کہا کہ گیہوں مہیا کرنے کے لئے مصر ج۔ وہ لوگ مصر میں وارد ہوئے اور اپنی درخواست پیش کی۔ حضرت یوسف (ع) نے ان تقاضا مندوں کے درمیان اپنے بھائیوں کو دیکھ لیا لیکن وہ لوگ حضرت یوسف (ع) کو پہچان نہ سکے اور حق بھی یہی تھا کہ نہ پہچانیں کیونکہ حضرت یوسف (ع) کو کنوئیں میں ڈالنے سے لے کر مصر کس حکومت تک پہنچنے میں تقریباً 20 بیس سے تیس 30 سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔<sup>(1)</sup>

(1) یوسف (ع) کو جب کنوئیں سے نکالا گیا تو آپ (ع) نوجوان تھے (بلاشری ہذا غلام) چند سال عزیز مصر کے خدمت گزار رہے، چند سال قید خانہ میں زہرگی بسر کی، زندان سے آزادی کے بعد بھی سات سال کا دور (نعمت کی فراوانی اور کنیر پائی کا زمانہ) گزر چکا تھا۔ اب جب قحط کا زمانہ آیا تو اس وقت برادران یوسف مصر آئے۔

پیام:

1- خشک سالی کے زمانہ میں معین اور محدود مقدار میں غذا تقسیم کرنی چاہیے اور ہر شخص کو اپنا حصہ لینے کے لئے خود آنا چاہیے۔ تاکہ دوسرے اس کے نام سے سوء استفادہ نہ کر سکیں (اخو) حالانکہ ممکن تھا کہ ایک بھائی کو سب کا نمائندہ بنا کر مصر روانہ کر دیا جاتا لیکن سب بھائی اکٹھے مصر آئے۔

2- خشک سالی کے زمانہ میں اگر دوسرے شہروں کے افراد امداد طلب کریں تو ان کی مدد کرنی چاہیے (وَجَاءَ إِخْوَهُ يُوسُفَ)

3- حضرت یوسف (ع) سے لوگ بہت آسانی سے ملاقات کر لیا کرتے تھے یہاں تک کہ غیر مصری افراد بھی (وَجَاءَ إِخْوَهُ

يُوسُفَ... فَدَخَلُوا) حکمرانوں کو ایسا پروگرام بنانا چاہیے کہ لوگ بآسانی ان سے ملاقات کر سکیں)

آیت 59:

(59) وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَّازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَكُمْ مِنْ أَبِيكُمْ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ

"اور جب یوسف ان کے لئے سلمان تیار کر چکے تو کہنے لگے: (دوبارہ تو) باپ کی طرف سے اپنے ایک سوتیلے بھائی کو میرے پاس لانا۔

- کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پورا نلپتا ہوں اور بہترین مہمان نواز ہوں؟"

## نکات:

حضرت یوسف (ع) نے فرمایا (اِنَّتُونِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ) یعنی آئندہ اپنے اس بھائی کو اپنے ہمراہ لانا جو تمہارا پروری بھائی ہے آپ (ع) نے یہ نہیں فرمایا: میرے بھائی کو لیتے آنا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف (ع) نے دانستہ تجاہل سے گفتگو کا سلسلہ جاری کیا تھا۔

ان لوگوں نے بھی (جیسا کہ تفاسیر میں آیا ہے) بتانا شروع کر دیا کہ ہم حضرت یعقوب (ع) کے فرزند اور جناب ابراہیم کے پوتے ہیں، ہمارے والد گرامی ضعیف ہو چکے ہیں جو اپنے اس فرزند کے غم و اندوہ میں جسے بھیدے نے پھاڑ ڈالا تھا، وہ ساہا سال سے گریہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے اور نابینا ہو چکے ہیں ہم لوگوں نے اپنے ایک بھائی کو انہی کی خدمت کے لئے چھوڑ دیا ہے ممکن ہو تو اس بھائی اور والد کا حصہ ہمیں عنایت فرمادیں تاکہ ہم خوشحال ہو کر واپس لوٹیں (یہ سن کر) حضرت یوسف (ع) نے حکم دیا کہ: دس اونٹوں پر لادے جانے والے بار میں دو حصوں (حضرت یعقوب (ع) اور ان کے بیٹے کے لئے) کا اضافہ کر دیا جائے۔ حضرت یوسف (ع) نے اپنے بھائیوں کو اپنی طرف کھینچنے اور جذب کرنے کے لئے فرمایا: (اَنَا حَيِّرُ الْمُنْزِلِيْنَ) (یعنی) میں بہترین میزبان ہوں اس کا اثر یہ ہوا کہ اس جملے کو سنتے ہی وہ لوگ حضرت یوسف کے زیادہ قریب ہو گئے لیکن (مقام افسوس ہے) کہ خداوند عالم اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچنے اور جذب کرنے کے لئے مختلف تعبیرات استعمال فرماتا ہے لیکن اس کے باوجود بہت سے افراد اس کی طرف مائل نہیں ہوتے!!<sup>(1)</sup>

(1) خیر الرازقین ، وہ بہترین روزی دینے والا ہے۔ سورہ مومن آیت 72۔ خیر الغافرین ، وہ بہترین بخشنے والا ہے سورہ اعراف آیت 155۔ خیر الفاتحین ، وہ بہترین گشایش کرنے والا ہے۔ سورہ اعراف آیت 89۔ خیر الماکرین ، وہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے سورہ انفال آیت 30۔ خیر الحاکمین ، وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے، سورہ

پیام:

- 1- حضرت یوسف (ع) اس غلے کی ذاتی طور پر نگرانی فرما رہے تھے جو مصر میخٹک سہلی کے پیام کے لئے ذخیرہ کیا گیا تھا۔  
(جَهَّزَهُمْ)
- 2- راز داری و سچائی دونوں ضروری ہیں حضرت یوسف (ع) نے فرمایا (أَخِ لَكُمْ) "تمہارا بھائی" "میرا بھائی نہیں فرمایا" تاکہ۔  
سچائی اور راز داری دونوں کا پاس رکھا جاسکے۔
- 3- بحران اور خٹک سہلی کے زمانہ میں بھی بے عدالتی اور کم ناپ تول ممنوع ہے (أُوفِيَ الْكَيْلِ)
- 4- معاملے کے دوران "جنس" کی مقدار معین ہونی چاہیے (الْكَيْلِ)
- 5- جو لوگ، ادارے یا ممالک کسی کی اقتصادی مدد کرتے ہیں وہ اس کی صحیح سمت رہنمائی یا دیگر مصلحتوں کے پیش نظر بعض شرطوں کو پیش کر سکتے ہیں (اِثْتُونِي بِأَخٍ...)
- 6- کسی ادارے یا ملک میں کام کرنے والے افراد اگر کوئی برا کام کریں یا عدل و انصاف سے کام لیں تو اس کا سدا کریٹٹ سربراہ کو جانا ہے۔ (أَتَى أُوفِيَ (ع) (ع) الْكَيْلِ)
- 7- مہمان نوازی انبیاء (ع) کے اخلاق میں سے ہے (حَيِّرُ الْمُنْزِلِينَ)
- 8- وہ مسافر یا کاروان جو آپ کے علاقہ میں وارد ہو، اس کا احترام کرنا چاہیے اگرچہ قحط کا زمانہ ہی کیوں نہ ہو۔ (حَيِّرُ الْمُنْزِلِينَ)

آیت 60:

(60) فَإِنْ لَمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ.

"پس اگر تم اس کو میرے پاس نہ ل گے تو تمہارے لئے نہ میرے پاس کچھ (غلہ وغیرہ) ہوگا اور نہ۔ ہنس تم میرے نزدیک آسکو گے۔"

پیام:

- 1- انتظامی امور میں محبت و دھمکی دونوں ضروری ہیں حضرت یوسف (ع) نے پہلے مزہدہ ء محبت دیا (أَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ) پھر تہدید اور ایٹی میٹم (ultimatum) دیا (فَإِنْ لَمْ تَأْتُونِي)
- 2- قانون کو جاری کرتے وقت، بھائی، خاندان اور دیگر افراد کے درمیان فرق نہیں کرنا چاہیے (فَلَا كَيْلَ لَكُمْ) (ہر شخص کا ایک خاص حصہ تھا اور اسے اپنا حصہ خود آکر لینا تھا)
- 3- دھمکی و وعید میں ضروری نہیں ہے کہ سربراہ و مدیر صددرصد اس دھمکی کے اجرا کا ارادہ بھی رکھتا ہو (فَلَا كَيْلَ لَكُمْ) (کیونکہ حضرت یوسف (ع) ایسے نہ تھے کہ وہ قحط کے زمانہ میں اپنے بھائیوں کو مرتا ہوا دیکھیں)
- 4- رہبری کی ایک بڑی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے منصوبے اور پروگرام (program) کا اجرا کرنے میں مصمم ارادے کا حامل ہو۔ (فَلَا كَيْلَ لَكُمْ وَلَا تَقْرَبُونِ)

آیت 61:

(61) قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ

"وہ لوگ کہنے لگے ہم اس کے والد سے اس کے بارے میں جاتے ہی درخواست کریں گے اور ہم ضرور اس کام کو کریں گے۔"

نکات:

مراد: یعنی پے درپے اور مسلسل العنماں کے ساتھ یا دھوکہ کے ساتھ رجوع کرنے کو کہتے ہیں۔

ان بھائیوں کی گفتگو میں اب بھی حسد کی بو محسوس کی جاسکتی ہے ذرا غور کیجئے "ابنا" ہمارے باپ کی بجائے "ابہ" اس کے باپ

کہا ہے جب کہ سورہ کے آغاز میں ان کی گفتگو یہ ہے کہ (لیوسف و اخوہ احب الی ابینا منا) یعنی حضرت یعقوب (ع) ہمارے باپ ہیں

لیکن یوسف (ع) اور ان کے بھائی کو ہم سے زیادہ چاہتے ہیں۔

آیت 62:

(62) وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

"اور یوسف نے اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ ان کی (جمع) پونجی جو غلے کی قیمت تھی ان کے سلمان میں (چپکے سے) رکھ دو تاکہ۔ جب یہ لوگ اپنے اہل (و عیال) کے پاس لوٹ کر جائیں تو اپنی پونجی کو پہچان لیں (اور اس طرح میں) شاید پھر لوٹ کر آئیں۔"

نکات:

حضرت یوسف (ع) جیسی شخصیت جن کے بارے میں گزشتہ آیات نے صادق، محسن، مخلص جیسے گراں بہا الفاظ کے ذریعہ۔ قصیدے پڑھے، ان سے یہ بات ناممکن ہے کہ وہ بیت المال کو اپنے باپ اور بھائیوں میں تقسیم کر دیں، ممکن ہے کہ آپ (ع) نے غلے کی قیمت اپنی ذاتی ملکیت سے ادا کی ہو۔

پیسہ لوٹا دیا تاکہ فقر و ناداری دوسرے سفر میں حائل نہ ہونے پائے (لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ)

علاوہ ازیں پیسہ کا لوٹا دینا اس بات کی دلیل ہے کہ ہم قلبی لگ کی بنیاد پر دوبارہ بلا رہے ہیں اور بھائی کو بلانے میں ہمارا کوئی بسرا ارادہ بھی نہیں ہے، نیز حضرت یوسف، اجناس کے درمیان ان کی رقم کو مخفیانہ طور پر رکھوا کر نہ صرف ان پر کوئی احسان جتاننا نہیں چاہتے تھے بلکہ چوروں اور رہزنوں سے اس رقم کو محفوظ بھی کر رہے تھے۔

حضرت یوسف (ع) کہ جو کل تک غلام تھے آج آپ کے اردگرد غلام ہیں (لِفِتْيَانِهِ) لیکن بھائیوں سے ملاقات کے وقت نہ ہی ان سے انتقام لیا، نہ ہی کوئی گلہ شکوہ کیا اور نہ ہی دل میں کینہ رکھا، بلکہ ان کا سرمایہ لوٹا کر انہیں متوجہ کیا کہ میں قسم لوگوں کو چاہتا ہوں۔

پیام:

1- لائق و فائق رہبر کے منصوبے ، نئے اور جدید ہونے چاہئیں ( اجعلوا )

2- انتقام و کینہ کچھ بھی نہیں بلکہ آئندہ کے رابطے کو یقینی بنانے کے لئے ہدیہ پیش کیا جا رہا ہے۔ ( اجعلوا بضاعتہم فی

رحالہم... لعلہم یرجعون )

3- لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے روپے بھتے کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ ( اجعلوا بضاعتہم... لعلہم یرجعون )

4- محتاجی و نیاز مندی کے زمانے میں بوڑھے باپ اور بھائیوں سے پیسہ لینا کرامت نفس کے منافی ہے ( اجعلوا بضاعتہم فی

رحالہم )

5- صلہ رحم یعنی مدد کرنا ، نہ کہ کلوا کرنا ( اجعلوا بضاعتہم )

6- برائیوں کا بدلہ اچھائیوں سے دینا چاہئے ( اجعلوا بضاعتہم )

7- پروگرام (programs) اور منصوبوں کے سو فیصد قابل عمل ہونے کا یقین ضروری نہیں ہے ( لعلہم یرجعون )



آیت 63:

(63) فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَىٰ أَبَائِهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَأَرْسِلْ مَعَنَا آخَانًا نَّكَتَلُ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

"عرض جب یہ لوگ اپنے والد کے پاس پلٹ کر آئے تو سب نے مل کر عرض کی اے بابا! ہمیں (آئندہ) غلہ ملنے کس ممانعت کردی گئی ہے لہذا آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی (بنیامین) کو بھیج دیجئے تاکہ ہم (پھر) غلہ حاصل کریں اور بے شک ہم اس کس پوری حفاظت کریں گے۔"

پیام:

- 1- حضرت یعقوب (ع) کو اپنے خاندان اور بیٹوں پر مکمل کنٹرول اور تسلط حاصل تھا (يَا أَبَانَا مُنِعَ)
- 2- باپ کو حق ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو حکم دے یا کسی کام سے روک دے (فَأَرْسِلْ)
- 3- بنیامین اپنے باپ کی اجازت کے بغیر سفر نہیں کرتے تھے (فَأَرْسِلْ مَعَنَا)
- 4- کسی چیز کو لینے اور کسی کے اعتماد کو حاصل کرنے کے لئے عواطف و احساسات سے استفادہ کیا جاتا ہے (أَخَانًا)
- 5- مجرم چونکہ اپنے ضمیر کی عدالت میں پریشان ہوتا ہے لہذا اپنی گفتگو میں بے درپے یقین دلانے کس کو شش کرتا ہے (إِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ) "لفظ 'إِنَّا' اور حرف لام اور اس جملے کا جملہ اسمیہ ہونا یہ سب تاکید پر دلالت کرتے ہیں یعنی آپ (ع) کے بیٹے آپ (ع) کو بھرپور یقین دلوانا چاہتے تھے۔"

آیت 64:

(64) قَالَ هَلْ آمَنُكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا أَمَنْتُكُمْ عَلَىٰ أَخِيهِ مِنْ قَبْلُ فَأَلَّ اللَّهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ

"(حضرت یعقوب (ع) بولے: کیا میں اس کے بارے میں تم پر اسی طرح اعتماد کروں جس طرح اس سے پہلے اس کے بھائی

(یوسف) کے بارے میں کیا تھا؟ اللہ بہترین محافظ ہے اور وہ بہترین رحم کرنے والا ہے۔"

نکات:

سوال: حضرت یعقوب (ع) کے بیٹوں کی بری سیرت کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ سوال اٹھتا ہے کہ دوبارہ حضرت یعقوب (ع) نے پھر

کیوں اپنے دوسرے فرزند (بنیامین) کو ان کے حوالے کر دیا؟

اس سوال کے جواب میں فخر رازی نے متعدد احتمالات پیش کئے ہیں جس کی بنیاد پر حضرت یعقوب (ع) کے اس عمل کی توجیہ

کی جاسکتی ہے:

1- حضرت یوسف (ع) کے بھائی گزشتہ عمل کی بنیاد پر اپنا مقصد (باپ کی نگاہ میں محبوبیت) حاصل نہ کر سکے تھے۔

2- وہ بنیامین سے حضرت یوسف (ع) کی نسبت کم حسد کرتے تھے۔

3- شاید خنک سالی کی وجہ سے مشکلات اتنی زیادہ ہو گئی ہوں کہ بنیامین کے ہمراہ دوسرا سفر ضروری ہو گیا ہو۔

4- حضرت یوسف (ع) کے واقعہ کو دسیوں سال گزر چکے تھے اور اس کا زخم کافی ہلکا ہو چکا تھا۔

5- خداوند عالم نے حضرت یعقوب (ع) سے ان کے بچے کی حفاظت کا وعدہ کر لیا تھا۔

پیام:

- 1- جس شخص کا گزشتہ ریکارڈ (record) خراب ہو اس پر فوراً اعتماد کرنا صحیح نہیں ہے۔ (هَلْ آمَنُكُمْ)۔
- 2- ماضی کی تلخ یادیں انسان کو آئندہ پیش آنے والے حادثات کا سامنا کرنے کے لئے آہ-اوه کر دیتیں ہیں۔ (هَلْ آمَنُكُمْ... عَلَى أَخِيهِ مِنْ قَبْلُ)۔
- 3- خداوند عالم کی بے نظیر رحمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے نیز اس پر توکل و بھروسہ کرتے ہوئے حادثاتِ زندگی کا مقابلہ کرنا چاہئے (فَاللَّهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ)۔
- 4- ایک شکست یا کسی تلخ تجربے کی بنیاد پر انسان کو پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے۔ (هَلْ آمَنُكُمْ عَلَيْهِ... فَاللَّهُ خَيْرٌ حَافِظًا) (1) یعقوب نے خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے دوبارہ بھی دوسرے فرزند کو ان کے حوالے کر دیا۔
- 5- رحمتِ خدا، سرچشمہِ حفاظت ہے (فَاللَّهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ)۔

آیت 65:

(65) وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا نَبْغِي هَذِهِ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا وَمِمِّزُ أَهْلِنَا وَنَحْفَظُ أَخَانًا وَنَزِدَادُ كَيْلٍ بَعِيرٍ ذَلِكَ كَيْلٌ يَسِيرٌ .

"اور جب ان لوگوں نے اپنے اپنے اسباب کھولے تو اپنی اپنی پونجی کو دیکھا کہ بعینہ واپس کر دی گئی ہے (تو اپنے ہلپ سے) کہتے لگے اے بابا! ہمیں (اور) کیا چاہیے (دیکھئے) یہ ہماری (جمع) پونجی تک تو ہمیں واپس دے دی گئی ہے (اور)

(1) آیت نمبر 12 میں حضرت یعقوب (ع) نے حضرت یوسف (ع) کے لئے ان کے بھائیوں کے محافظ ہونے پر بھروسہ کیا تھا جس کے نتیجے میں یوسف (ع) کی جدائی اور نابھائی کا داغ اٹھانا پڑا لیکن بنیامین کے مورد میں خدا پر بھروسہ کیا اور کہا (فَاللَّهُ خَيْرٌ حَافِظًا) نتیجہ یہ ہوا کہ بنیامین بھی مل گئی اور فریق و جہرائی، وصل و ملن میں تبدیل ہو گئی۔

غلہ مفت ملا اب آپ بنیامین کو جانے دیجئے تو ( ہم اپنے اہل و عیال کے واسطے غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کس پوری حفاظت کریں گے۔ اور ایک بار شتر غلہ اور بڑھوا لائیں گے یہ (جو اب کی دفعہ لائے تھے) تھوڑا سا غلہ ہے (یا معنی یہ ہو کہ۔ ایک اضافی اونٹ کا بار عزیز مصر کے لئے معمولی چیز ہے)۔"

### نکات:

کلمہ "نمیر" مادہ "میر" سے ہے یعنی کھانے پینے کا سامان "نمیر اهلنا" یعنی اپنے گھر والوں کی غذا فراہم کریں گے۔  
جملہ "نَزَدًا كَيْلَ بَعِيرٍ" سے استفادہ ہوتا ہے کہ ہر شخص کا حصہ ایک بار شتر تھا جس کی بنیاد پر خود حاضر ہونا ضروری تھا کہ۔  
اسے حاصل کر سکے۔

پیام:

- 1- فرزند ان یعقوب (ع) اپنے باپ کے ساتھ تو زندگی بسر کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کے لئے اسباب خوردونوش فراہم کرنے کے لئے تلاش و جستجو کرتے تھے۔ (فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ ... يَا أَبَانَا...)
- 2- حضرت یوسف (ع) کا ہنر فقط یہ نہ تھا کہ وہ انسان کامل تھے بلکہ۔ آپ کا کمال یہ۔ تھا کہ۔ آپ انسان سزاوی کر رہے تھے۔ "اپنے حاسد اور جفاکار بھائیوں کو مخفی طور پر ہدیہ دیا تاکہ دوبارہ آنے کے لئے راستہ ہم۔ وار ہو سکے" (وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ)<sup>(1)</sup>
- 3- اگر شروع میں جنس کی قیمت نہ لی جائے تو خریدار کی تحقیر ہو گی۔ اگر ہدیہ کا قصد ہے تو پہلے قیمت لے لی جائے پھر۔ محبت آمیز شکل میں پلٹا دیا جائے (رُدَّتْ إِلَيْهِمْ)
- 4- اگر فراری کبوتر کو پکڑنا چاہو تو تھوڑا سا دانہ اسے ڈالنا پڑے گا " یوسف (ع) نے غلہ کی قیمت لوٹا دی تاکہ۔ پلٹنے کا ارادہ اور قوی ہو جائے" (بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ)
- 5- مرد گھر والوں کو غذا فراہم کرنے کا ذمہ دار ہے۔ (نمیر اهلن)
- 6- قحط اور کمیابی کے حالات میں اشیاء خوردونوش کو محدود حصوں میں بانٹنا یوسفی سنت ہے۔ (نَزِدَادُ كَيْلٍ بَعِيرٍ)

(1) قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے (ادفع باللتي هي احسن) یعنی برائی کا جواب اچھائی سے دو۔ سورہ فصلت آیت 34.

آیت 66:

(66) قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّى تُثُونِ مَوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلَّا أَنْ يُحَاطَ بِكُمْ فَلَمَّا آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ

عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ

"(یعقوب (ع) نے) کہا جب تک تم لوگ میرے سامنے خدا سے عہد نہ کر لو گے کہ تم اس کو ضرور مجھ تک (صحیح و سالم) لے گے مگر یہ کہ تم خود کسی مشکل میں گھر ج (تو مجبوری

ہے ورنہ میں تو تمہارے ساتھ ہر گز اس کو نہ بھجوں گا) پھر جب ان لوگوں نے ان کے سامنے عہد کر لیا تو یعقوب نے کہا کہ۔ ہم لوگ جو کہہ رہے ہیں خدا اس کا ضامن ہے۔"

نکات:

موثق: یعنی وہ چیز جو مد مقابل یعنی مخاطب کے بارے میں ماہیہ و وثوق و اطمینان ہو جو عہد، قسم یا نذر ہو سکتی ہے۔ (مَوْثِقًا مِّنَ

اللَّهِ)

ہمارا پروردگار ہم پر ہمارے باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ اس داستان میں حضرت یعقوب (ع) نے اپنے فرزندوں کو ایک خیانت پر اپنے دوسرے فرزند کو ان کے حوالے نہ کیا۔ لیکن ہم لوگ ہر روز خداوند عالم کے احکام کی صریحا خلاف ورزی کرتے ہیں لیکن وہ اس معصیت کے باوجود ہم سے اپنی نعمت کو سلب نہیں کرتا۔

پیام:

- 1- خدا پر ایمان ، ذات خداوند کی قسم نذر و عہد کل بھی قوی ترین سہارا تھا اور آج بھی محکم پشت پناہ ہیں (مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ)
- 2- کسی کی بدقولی و بد رفتاری کے مشاہدہ کے بعد دوسرے موقع پر اس سے محکم و مستحکم معاہدہ کرنا چلیے (مَوْثِقًا)
- 3- اپنے بچوں کو آسانی کے ساتھ دوسروں کے ساتھ بھیجنا صحیح نہیں ہے۔ (تُثُونِ مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ)
- 4- معاہدہ کرتے وقت ناگہانی اور غیر متوقع حوادث کی پیش بینی بھی کرنا چلیے (إِلَّا أَنْ يُحَاطَ بِكُمْ) یعنی تکلیف۔ الا یطیق ممنوع

ہے۔

5- تمام تر حقوق اور قانونی معاہدوں کے ہوتے ہوئے خدا پر مکمل توکل سے غافل نہیں ہونا چلیے (اللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ)

آیت 67:

(67) وَقَالَ يَا بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا مِنِّي بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنِّي أَبْوَابٍ مُتَفَرِّقٍ وَمَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ

"اور یعقوب نے (نصیحت کے طور پر چلیے وقت بیٹوں سے کہا) اے فرزندو! (دیکھو خبردار) سب کے سب ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا کہ کہیں نظر نہ لگ جائے اور متفرق دروازوں سے داخل ہونا اور میں تم سے اس (بلا) کو جو خدا کس طرف سے آئے کچھ بھی ٹال نہیں سکتا) حکم تو (دراصل) خدا ہی کے واسطے ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور بھروسہ کرنے والوں کو اس پر بھروسہ کرنا چلیے"۔

پیام:

- 1- نافرمان بیٹوں سے بھی باپ کی محبت ختم نہیں ہوتی ( یٰٰتِبٰیّٰ )
- 2- بچوں کی حفاظت و سلامتی کے لئے تدبیر و غور و فکر ضروری ہے ( یٰٰتِبٰیّٰ لَا تَدْخُلُوْا )
- 3- وعظ و نصیحت کے بہترین اوقات میں سے ایک اہم وقت وہ ہے جب انسان سفر کے لئے تیار ہو۔ حضرت یعقوب (ع) نے سفر کے موقع پر فرمایا: ( یٰٰتِبٰیّٰ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ )<sup>(1)</sup>
- 4- حساسیت ، بدگمانی اور بری نگاہ سے لوگوں کو بچانا چلیئے جو انوں کا گروہی طور پر کسی اجنبی جگہ پر جانا بے گمانی و چغیل خوری کا سبب بن سکتا ہے ( لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ )
- 5- لطف و کرم اور قدرت خداوندی کو کسی ایک راہ میں منحصر نہیں سمجھنا چلیئے اس ذات اقدس کا دست قدرت انتہائی وسیع ہے وہ جس راستہ سے چاہے مدد پہنچا سکتا ہے۔ ( لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ )<sup>(2)</sup>

-----

- (1) روایات میں بھی ہے کہ سفر کرتے وقت وعظ و نصیحت کرنی چلیئے .
- (2) روایات میں ہے کہ : تاثر افراد اپنی تمام جمع پونجی کی سرمایہ کاری ایک جگہ پر نہ کریں تاکہ اگر ایک راستہ بند ہو جائے تو دوسری راہ کھلی رہے.



6- احتیاط اور تدبیر کے ساتھ ساتھ (لَا تَدَّخُلُوا...) خدا پر توکل اور بھروسہ بھی ضروری ہے (عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ)

7- بہترین مدیر و سربراہ وہ ہے جو پروگرام اور منصوبے کے علاوہ تمام احتمالات کو مد نظر رکھے کیونکہ انسان اپنے امور کی انجام دہی میں مستقل نہیں ہے یعنی تمام تر احتیاط اور دقت کے باوجود خدا کا دست قدرت وسیع تر ہے اور ہماری تمام تر احتیاط اور حساب و کتاب کے باوجود ان کی انجام دہی پر صد در صد ضمانت نہیں ہے (وَمَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ)

8- خدا کے علاوہ کسی دوسرے پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے "عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ" کیونکہ وہ تنہا کافی ہے (و كَفَى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا)<sup>(1)</sup>

اور اللہ بہترین وکیل ہے (نعم الوکیل)<sup>(2)</sup>

9- حضرت یعقوب (ع) نے خود بھی خدا پر بھروسہ کیا اور دوسروں کو بھی خدا پر "توکل" کرنے کا حکم فرمایا۔ (تَوَكَّلْتُ... فَلْيَتَوَكَّلْ...)

10- خداوند معال کے فیصلوں کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ (مَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ)

11- اس کائنات میں حکم کرنے کا مطلقاً حق ، صرف ذات پروردگار کو ہے (إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ )

(1) سوره نساء آیت 81.

(2) سوره آل عمران آیت 173.

آیت 68:

(68) وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَ فِي نَفْسٍ يَعْقُوبَ قَضَاهَا وَإِنَّهُ لُدُو عَلِيمٍ لِمَا عَلَّمَنَاهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

"اور جب یہ سب بھائی جس طرح انکے والد نے حکم دیا تھا اسی طرح (مصر میں) داخل ہوئے تو (جو حکم) غمرا (کس طرف سے آنے کو تھا اس) سے انہیں کوئی بچانے والا نہ تھا مگر (ہاں) یعقوب کے دل میں ایک تمنا تھی جسے انہوں نے بھی یوں پورا کر لیا چہرے مختلف دروازوں سے اپنے بیٹوں کو داخلے کا حکم دے کر یعقوب ان کو نظر بد سے بچانا چاہتے تھے کیونکہ اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ اسے چونکہ ہم نے علم دیا تھا صاحب علم ضرور تھا مگر سمجھتے رہے لوگ (اس سے بھی) واقف نہیں ہیں۔"

نکات:

حضرت یعقوب علیہ السلام کی کونسی اندرونی خواہش پوری ہوئی اس میں چند احتمالات ہیں :

1- بنیامین حضرت یوسف علیہ السلام تک پہنچ جائیں اور حضرت یوسف (ع) کو تنہائی سے عجات ملے اگرچہ بنیامین پسر چوری کسی

تہمت لگے ۔

2- باپ بیٹے کے ملن میں سرعت اور جلدی ہو سکے جس کے بارے میں آئندہ اشارہ کیا جائے گا ۔

3- فریضہ کی انجام دہی ، اگرچہ نتیجہ کی کوئی ضمانت نہ ہو حضرت یعقوب علیہ السلام کی حاجت یہ ہے کہ ملاقات کے مقدمات

میں کوتاہی نہ ہو اور وہ لوگ ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہوں لیکن جو ہو گا وہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

پیام:

- 1- تلخ تجربے انسان کو باادب بنادیتے ہیں اور وہ بزرگوں کی باتوں کو قبول کرنے لگتا ہے۔ (دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ)
- 2- اگر کسی کی بے ادبی کا ذکر کیا ہے تو اس کے ادب کو بھی بیان کرنا چاہیے۔ (دَخَلُوا ... أَبُوهُمْ) (اگر سرور ان یوسف نے کل اپنے بابا پر گمراہی کا الزام لگایا تھا تو آج فرمان پداری پر سر تسلیم خم کر دیا ہے۔)
- 3- پروگرام ، عزائم ، تخمینہ جات اور مصمم ارادے کے ساتھ اگر خداوند متعال کا ارادہ بھی ہو تو پھر تمام پروگرام عملی جامہ پہن سکتے ہیں لیکن اگر خدا کا ارادہ شامل حال نہ ہو تو تمام عزم و ارادے بے کار ہو جاتے ہیں۔ ( مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ )
- 4- جناب یعقوب (ع) تمام مطالب و اسرار سے آگاہ تھے لیکن مصلحتاً ان کا اظہار نہیں فرمایا۔ (حَاجَ فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ)
- 5- اولیائے خدا کی دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔ ( حَاجَ فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ فَصَاهَا )
- 6- انبی (ع) کا علم خداوند عالم کی طرف سے ہے (عَلَّمَنَ)
- 7- اکثر لوگ اسباب و علل کو دیکھا کرتے ہیں لیکن خدا کی حاکمیت اور لزوم توکل سے بے خبر ہوتے ہیں۔ (أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ)

آیت 69:

(69) وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

"اور جب یہ لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو یوسف نے اپنے حقیقی بھائی بنیامین کو اپنے پاس جگہ دی اور (بچکے سے) اس (بنیامین) سے کہہ دیا کہ میں تمہارا بھائی ہوں تو جو کچھ (بدسلوکیاں) یہ لوگ تمہارے ساتھ کرتے رہے ہیں اسکا رنج نہ کرو۔"

نکات:

تفسیروں میں مذکور ہے کہ جب برادران یوسف (ع) وارد مصر ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی مہمان نوازی فرمائی جس میں ہر دو آدمیوں کے لئے غذا کا ایک طبق معین کر دیا آخر میں بنیامین تنہا رہ گئے تو حضرت یوسف (ع) نے ان کو اپنے نزدیک بٹھا لیا اس کے بعد ہر دو آدمیوں کے لئے ایک کمرہ معین کیا تو پھر بنیامین تنہا رہ گئے تو انہیں اپنے حجرے میں رکھ لیا وہاں بنیامین نے اپنے بھائیوں کی بے وفائی اور ظلم و ستم کا ذکر چھیڑ دیا جو انہوں نے حضرت یوسف (ع) پر ڈھائے تھے یہاں پر کاسہ صبر یوسفی لبریز ہو گیا۔ فرمایا: پریشان مت ہو میں وہی یوسف ہوں اور تاکید کے ساتھ فرمایا۔ (انی انا اخوک) میں ہی تمہارا بھائی ہوں تاکہ۔

ایسا کوئی احتمال نہ آئے کہ میں تمہارے بھائی کی جگہ پر ہوں۔

جملہ (فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) کے معنی کے سلسلے میں دو احتمال ہیں۔

1- یا تو یہ کہ وہ اپنے بھائیوں کی گزشتہ کلاستانوں سے غمناک نہ ہو۔

2- یا یہ کہ وہ پروگرام جسے ہماری غلاموں نے تمہارے لئے بنایا ہے کہ تمہارے حصے میں ہیمانہ ڈال دیں گے تاکہ تم میرے

پاس رہ سکو اس سے پریشان نہ ہونا۔

پیام:

- 1- وہ برادران جنہیں کل اپنی قدرت پر ناز تھا اور کہہ رہے تھے "نخن عصبہ" ہمراہ گروہ قوی ہے وہی آج اس درجہ کو پہنچ چکے ہیں کہ اپنا آذوقہ (انہہائی کم غذا) مہیا کرنے کے لئے آستانہ حضرت یوسف (ع) پر تواضع کے ساتھ بوسہ دینے پر مجبور ہیں۔ (دَحَلُوا عَلٰی)
- 2- کلام اور گفتگو کے مختلف مرحلے ہیں کہیں مخفیانہ گفتگو ہوتی ہے تو کہیں اعلانیہ، حضرت یوسف نے مخفیانہ۔ اسرار سے فقط بنیامین سے کہا: (إِنِّي أَنَا أَحْضُوكَ) (ہر سخن جائی و ہر کلمہ مقامی دارد) ہر سخن اور کلمہ کا اپنا موقع و محل ہوتا ہے۔
- 3- بعض امور سے فقط خاص لوگوں کو باخبر کرنا چاہیے (فَلَا تَبْتِئِينَ)
- 4- جب بھی کوئی نعمت حاصل ہو تو ماضی کی تلخ کامیوں کو بھول جانا چاہیے (یوسف (ع) اور بنیامین نے ملاقات کس چاشنی محسوس کر لی ہے تو اب ضرورت اس بات کی ہے کہ پرانی باتوں کو بھلا دیا جائے۔) (فَلَا تَبْتِئِينَ)
- 5- کسی بھی پروگرام اور نقشہ کو عملی جامہ پہنانے سے قبل بے گنہہ شخص کو روحانی و نفسیاتی طور پر آمادہ کر لینا چاہیے۔ (بنیامین سے کہا گیا کہ تمہیں چور قرار دے کر یہاں روکا جائے گا ہڈ پڑیشن نہ ہونا۔) (فَلَا تَبْتِئِينَ)

آیت 70:

(70) فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَّازِهِمْ جَعَلَ السَّقَايَ فِي رِجْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُذُنَّ أَيَّتُهَا الْعِزَّةُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ

"پھر جب یوسف نے ان کا سزا و سامان (سفر غلہ وغیرہ) تیار کرا دیا تو اپنے بھائی کے سامان میں پانی پینے کا کٹورا رکھ دیا۔ پھر ایک منبوی لٹکار کے بولا کہ اے قافلے والو (ہو نہ ہو) یقیناً تمہیں لوگ چور ہو۔"

نکات:

یہ دوسری نقشہ کشی ہے جسے حضرت یوسف علیہ السلام انجام دے رہے ہیں پہلی مرتبہ غلہ کی قیمت کو بھائیوں کے سامان میں رکھ دیا تاکہ وہ دوبارہ پلٹ آئیں اس بار قیمتی برتن اپنے بھائی کے سامان میں رکھ دیا تاکہ اسے اپنے پاس رکھ سکیں۔  
"سقاہ" اس کٹورے اور پیمانے کو کہتے ہیں جس میں پانی پیا جاتا ہے "رحل" اس خوگیر یا بوری کو کہتے ہیں جو اونٹ کے اوپر رکھی جاتی ہے اور اس کے دونوں اطراف سامان وغیرہ رکھنے کی گنجائش ہوتی ہے (پالان، محمول) "عمیر" اس قافلہ کو کہتے ہیں جو غزائی اجناس لے کر جاتا ہے (1)

تفسیروں میں بیان ہوا ہے کہ حضرت یوسف اور بنیامین کے درمیان جو نشست ہوئی اس میں حضرت یوسف نے بنیامین سے پوچھا کہ کیا وہ یوسف کے پاس رہنا پسند کرتے ہیں؟ تو جناب بنیامین نے رضایت کا اظہار کر دیا لیکن یہ بتا دیا کہ ان کے بابا نے بھائیوں سے تعہد لیا ہے کہ بنیامین کو اپنے ہمراہ واپس لے کر آئیں گے۔ اس پر حضرت یوسف نے فرمایا: گھبر نہیں، میں تمہارے رہنے کے لئے نقشہ کشی کر کے ایک راستہ نکال لوں گا۔

اس ماجرے میں بے گناہوں پر چوری کا الزام کیوں لگایا گیا؟

(1) مفردات راغب.

جواب: بنیامین نے اپنے بھائی کے پاس رکنے کے لئے بسر و چشم اس منصوبے کو قبول کیا تھا باقی برادران اگرچہ کچھ دیر کے لئے ناراض ہوئے لیکن تحقیق کے بعد ان سے الزامات مرتفع ہو گئے علاوہ انہیں کام کرنے والوں کو خبر نہ تھی کہ حضرت یوسف نے خود مسلمان کے درمیان پییمانہ ڈال دیا ہے۔ (جعل) ان لوگوں نے تو طبعی طور پہچیننا شروع کر دیا کہ **(انکم لسارقون)** تم ہی لوگ چور ہو۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ان لوگوں نے حضرت یوسف (ع) کو حضرت یعقوب (ع) کی بارگاہ سے چرا لیا تھا لہذا کام کرنے والوں نے یہ کہا کہ ہم نے بادشاہ کا پییمانہ گم کر دیا ہے یہ نہیں کہا کہ تم لوگوں نے بادشاہ کا پییمانہ چرایا ہے فقط حضرت یوسف علیہ السلام یہ بتانا چاہتے تھے تم لوگوں نے حضرت یعقوب (ع) کی بارگاہ سے یوسف (ع) کو چرایا ہے <sup>(1)</sup>

پیغمبر اسلام (ص) نے فرمایا: **"لاکذب علی المصلح"** اگر کوئی شخص دو آدمیوں کے درمیان صلح و آشتی اور رفح اختلافات کے لئے جھوٹ کا سہارا لیتا ہے تو وہ جھوٹ شمار نہیں ہوتا، اس وقت آنحضرت (ص) نے اسی آیت شریفہ کی تلاوت فرمائی۔ <sup>(2)</sup>

(1) تفسیر نور الثقلین۔ البیہ اس عمل کو اصطلاح میں "توریہ" کہتے ہیں یعنی کہنے والا ایک خاص ہدف رکھتا ہے لیکن سننے والا دوسرا ہدف سمجھتا ہے۔ بہر حال اگر موزن سے مراد آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام ہیں تو یہ توریہ صحیح ہے۔ واللہ العالم۔

(2) تفسیر نور الثقلین۔ ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے موارد کذب میں شمار ہوتے ہیں یا نہیں یعنی آیا مصلح یا اس قسم کے لوگوں سے کذب کا حکم اٹھا لیا گیا ہے یا اصلاً جھوٹ ہی نہیں ہے۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے صدق و کذب، سچ اور جھوٹ کے معنی کو دیکھنا پڑے گا عام طور پر صدق کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے: وہ خبر جو مطابق واقع ہو۔ جھوٹ کی تعریف مینہ کہا جاتا ہے: وہ خبر جو مخالف واقع ہو۔ اگر یہی تعریف صحیح ہے تو پھر بہت سے مقامات پر یہ قاعدہ ٹوٹ جائے گا مثل کے طور پر سورہ منافقین کی پہلی آیت میں خداوند عالم گواہی دیتا ہے کہ نبی اکرم (ص) خدا کے رسول ہیں لیکن وہیں پر فرماتا ہے کہ: "واللہ بیشہد ان المنافقین لکاذبون" اگر مطابق واقع خبر سچ ہے تو پھر منافقین کو سچا ہونا چاہیے لیکن قرآن کریم فرما رہا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ اسی طرح مصلح خلاف واقع گفتگو کرتا ہے لیکن نبی اکرم فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹ نہیں ہے۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ معیار صدق و کذب مطابق واقع ہونا نہیں ہے بلکہ معیار کچھ اور ہے درحقیقت معیار صدق و کذب عدل و ظلم ہے جہاں ایک کلام عدل ہوگا وہ صدق ہوگا اور جہاں ظلم ہوگا وہاں کذب اور جھوٹ ہو گا غالباً جو کلام صدق ہوتا ہے وہ عدل ہوتا ہے لیکن بہت کم موارد میں ایسا ہوتا ہے جہاں کذب عدل ہوتا ہے دوسری طرف غالباً کذب ظلم ہوتا ہے اور کم مواقع ایسے آتے ہیں جہاں صدق اور سچ ظلم ہوتا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ حکم شرعی، حرام اور مباح، دائر مدار صدق و کذب میں ہے بلکہ دائر مدار عدل و ظلم ہے۔ بنا بریں مصلح کا صلح قائم کرنے کے لئے صحیح بات بتانے سے گریز کرنا عدل ہے لہذا وہ جھوٹ نہیں ہے، منافقوں کا رسول اکرم (ص) کو رسول کہنا باوجودیکہ دل سے ان کے مخالف تھے ظلم ہے، لہذا وہ سچ نہیں ہے، جناب یوسف (ع) کا اپنے بھائی کو روکنا عدل ہے تاکہ آئندہ کے لئے راہ ہموار ہو سکے، لہذا جھوٹ نہیں ہے۔ مترجم۔

پیام:

(1) کبھی کبھی کسی ماجرے کی گہرائی تک پہنچنے کے لئے نقشہ کشی اور سازش کا سہارا لیا جاتا ہے (1) بنا بریں اہم مصلحتوں کے پیش نظر بے گناہ شخص پر چوری کا الزام لگانا کہ جس کے بارے میں پہلے آگاہ کر دیا ہو کوئی مشکل کام نہیں ہے (2)

آیت 71:

(71) قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ

"یہ سن کر یہ لوگ پکارنے والوں کی طرف رخ کر کے کہنے لگے (آخر) تمہاری کونسی چیز گم ہو گئی ہے؟"

(1) مظلماًئش، تصاویر اور فلم وغیرہ میں بظاہر لوگوں کو مجرم، گناہگار وغیرہ جسے خطاب سے مخاطب کیا جاتا ہے حتیٰ انکو شکلخچہ بھی دیا جاتا ہے لیکن چونکہ ان لوگوں کو پہلے سے متوجہ کر دیا جاتا ہے اور وہ راضی ہوتے ہیں اسی بنیاد پر اہم مصلحت کو دیکھتے ہوئے اسے قبول کر لیتے ہیں۔

(2) تفسیر المیزان ج، 11، ص 244



آیت 72:

(72) قَالُوا نَفَقِدُ صُوعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ .

" ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہمیں بادشاہ کا پیالہ نہیں ملتا ہے جو شخص اسے پیش کرے گا اس کے لئے بارشتر (غلہ انعام) ہے اور میں اس کا ضامن ہوں۔"

نکات:

" صُوعٌ " (1) اور "سقاہ" دونوں ہم معنی ہیں یعنی وہ ظرف جس سے پانی پیا جاتا ہو اور اسی سے گیہوں بھی ٹولا جاتا ہو جو صرفہ جوئی کی علامت ہے یعنی ایک چیز سے چند کام۔

" حِمْلٌ " بار کو کہتے ہیں "حمل" بھی بار ہی کو کہتے ہیں لیکن اس بار کو جو پوشیدہ ہو مثلاً وہ بارش جو بادل میں چھپی ہو یا وہ بچہ جو شکم مادر میں ہو (2)

جملہ "لِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ" یعنی جو ایسا کرے گا اس کی جزا یہ ہو گی اسے فقہی اصطلاح میں "جُعَالِه" کہتے ہیں جو سابقہ اور قانونی اعتبار کا حامل ہے

پیام:

1- انعام و اکرام کی تعیین پرانی روش ہے (لِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ)

2- انعام و اکرام انسان اور زمانے کی مناسبت سے ہونا چاہیے۔ خشک سالی کے زمانے میں بہترین انعام غلے سے لدا ہوا ایک اوٹ

ہے (حِمْلُ بَعِيرٍ)

3- حصول اطمینان کے لئے ضامن قرار دینا تاریخی سابقہ رکھتا ہے (أَنَا بِهِ زَعِيمٌ)

(1) تفسیر الطیب البیان میں آیا ہے کہ صوع اس ظرف کو کہتے ہیں جس میں ایک صاع (تقریباً تین کلو) گیہوں کی گنجائش ہوتی ہے۔

(2) مفردات راعب۔

آیت 73:

(73) قَالُوا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ .

"تب یہ لوگ کہنے لگے خدا کی قسم تم تو جانتے ہو کہ ہم (تمہارے) ملک میں فساد کرنے کی غرض سے نہیں آئے اور نہ ہی ہم لوگ چور ہیں ۔"

نکات:

برادران یوسف نے کہا : آپ لوگ جانتے ہیں کہ ہم لوگ چوری اور فساد برپا کرنے کے لئے نہیں آئے وہ لوگ یہ کیسے جانتے تھے کہ یہ چور اور فسادی نہیں ہیں ؟ اس میں چند احتمال ہیں - (1) شاید حضرت یوسف نے اشارہ کیا ہو کہ یہ لوگ چور نہیں ہیں - (2) شاید شخصی داخلہ کے وقت کچھ افراد معین ہوں کہ جو رفت و آمد پر نظر رکھتے ہوں۔ جی ہاں! یقیناً باہر سے آنے والے افراد کی نگرانی کرنی چاہیے خصوصاً اس وقت جب ملک بحرانی کیفیت میں ہو تو زیادہ گہری نگاہ رکھنی چاہئے تاکہ آنے والے مسافرین کے اہداف کا علم رہے ۔

پیام:

1- بے داغ ماضی، بری الذمہ ہونے کی علامت ہے - ( لَقَدْ عَلِمْتُمْ )

2- "چوری" بھی زمین پر فساد کا ایک مصداق ہے ( مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ )

آیت 74:

(74) قَالُوا فَمَا جَزَاءُ إِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِينَ

"وہ (ملازمین) بولے کہ اگر تم جھوٹے نکلے تو پھر اس (چور) کی سزا کیا ہونی چاہیے۔"

نکات:

جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ سوال تید کرنے والے حضرت یوسف علیہ السلام میں چونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کے بھائی کنعان کے علاقائی قانون اور حضرت یعقوب کے (نظریہ کے) مطابق اپنا نظریہ پیش کریں گے۔  
کیا قاضی کے علم اور ملزم کے قسم کھانے کے باوجود بھی تحقیق کرنا ضروری ہے؟ (تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ)  
جواب: جی ہاں۔ اس کی دلیل جملہ "فَمَا جَزَاءُ إِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِينَ" ہے۔

پیام:

1- مجرم کی سزا کو معین کرنے کے لئے اس کے ضمیر سے سوال کیا جائے (فَمَا جَزَاءُ...)

آیت 75:

(75) قَالُوا جَزَهُ مَنْ وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَهُ كَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ .

"وہ (بے دھڑک) بول اٹھے کہ اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے بورے میں وہ (پیپالہ) پایا جائے تو وہی اس کا بدلہ ہے (تو وہ مال کے بدلے میں غلام بنایا جائے گا) ہم لوگ تو (اپنے یہاں کنعان میں) ظالموں (چوروں) کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔"

پیام:

- 1- بعض گزشتہ اقوام میں چوری کی سزا چور کو غلام بنا لینا تھی<sup>(1)</sup>۔ (فَهُوَ جَزَهُ)
- 2- قانون میں کوئی استثناء اور پارٹی بازی نہیں ہونی چاہیے۔ جو بھی چور ہوگا غلامی کی زنجیر اس کے پیروں میں ہوگی۔ (مَنْ وُجِدَ فِي رَحْلِهِ)
- 3- ممکن ہے کہ مجرم کی سزا اس کے علاقے کے قانون کے مطابق ہو۔ میزبان ملک کے قانون کے مطابق سزا دینا ضروری نہیں ہے۔ (كَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ)
- 4- چوری، ظلم کا کھلا ہوا نمونہ ہے کیونکہ آیت کے آخری حصے میں لفظ "سارق" کے بجائے "ظالم" استعمال ہوا ہے۔

(1) بناہ نقل تفسیر مجمع البیان اس غلامی کی مدت ایک سال تھی۔

آیت 76:

(76) فَبَدَأَ بِأَوْعِيَّتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِعَاءِ أَخِيهِ كَذَلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ .

"غرض یوسف نے اپنے بھائی کے شلیتے کھولنے سے پہلے دوسرے بھائیوں کے شلیتوں سے (تلاشی) شروع کی اس کے بعد (آخر میں) اس (بیالے) کو یوسف نے اپنے بھائی کے شلیتے سے برآمد کیا، یوسف کے (بھائی کو روکنے کی) ہم نے یوں تدبیر بتائی ورنہ وہ (بادشاہ مصر کے) قانون کے مطابق اپنے بھائی کو نہیں روک سکتے تھے مگر ہاں جب ہم چاہتے ہیں اس کے درجات بلند کر دیتے ہیں اور ہر صاحب علم سے بڑھ کر ایک بہت بڑی دانا ذات (بھی) ہے ۔"

نکات:

چونکہ بنیامین اس واقعہ سے آگاہ تھے لہذا تلاشی کے وقت کافی مطمئن تھے ، یہی وجہ ہے کہ اس پورے ماجرے میں کہیں بھس ان کی طرف سے کوئی اعتراض نقل نہیں کیا گیا ہے ۔ علاوہ ازیں تاکہ یہ نقشہ کشی مخفی رہ سکے اور بدگمانی کا سبب نہ بنے تلاشی کو دوسرے لوگوں سے شروع کیا گیا یہاں تک کہ بنیامین کی نوبت آگئی اور جب وہ پیمانہ ان کے سامان میں پایا گیا تو اب گزشتہ قرارداد کے مطابق ان کا مصر میں رہنا ضروری ہو گیا ۔ یہ خدائی تدبیر تھی کیونکہ جناب یوسف علیہ السلام مصری قوانین کے تحت چور کو بعنوان غلام نہیں رکھ سکتے تھے۔

کلمہ "کید" تمام مقدمات پر مذموم معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ تدبیر ، چارہ اندیشی اور منصوبہ بندی کے معنی میں بھی مستعمل ہے (کدنا)

پیام:

- 1-اطلاعات جمع کرنے پر مامور افراد کو کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جس سے دوسروں کو ان پر شک ہو جائے (فَبَدَأَ بِأَوْعِيَّتِهِمْ ) (وہ تلاشی لینے کے لئے سب سے پہلے بنیامین کے پاس نہیں گئے بلکہ تلاشی دوسروں کے سلمان سے شروع کی۔)
- 2- کلارکنان کے کاموں کی نسبت مسل کی طرف دی جاتی ہے (فبدا) (بحسب ظاہر حضرت یوسف (ع) نے تلاشی نہیں لی تھی لیکن قرآن فرماتا ہے کہ تلاشی انہوں نے شروع کی تھی۔)
- 3- فکر و تخلیقی صلاحیت، منصوبہ بندی و چارہ جوئی غیبی امداد سے حاصل ہوتی ہے (كِدْنًا)
- 4- حضرت یوسف علیہ السلام کی تدبیریں الہامی تھیں۔ (كِدْنَا لِيُوسُفَ)
- 5- حضرت یوسف (ع) کے پاس بنیامین کا رہنا حضرت یوسف کے لئے فائدہ مند تھا۔ (كَذَلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ )
- 6- قانون کا احترام اور اس کی رعایت غیر الہی حکومت میں بھی ضروری ہے۔ (مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ)
- 7- معنوی مقامات مختلف درجات اور مراتب کے ایک سلسلہ کے حامل ہیں۔ (نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ...)
- 8- علم و آگاہی برتری کا سرمایہ ہے (نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ. وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ)
- 9- بشری علم محدود ہے (فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ)

آیت 77:

(77) قَالُوا إِنْ يَسْرِقَ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَهُ مِنْ قَبْلُ فَأَسْرَهَا يُوسُفُ فِي نَفْسِهِ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ قَالَ أَنْتُمْ شَرُّ مَكَانًا وَاللَّهُ  
أَعْلَمُ بِمَا تَصِفُونَ .

"(غرض بنیامین روک لئے گئے) تو یہ کہنے لگے اگر اس نے چوری کی ہے تو (کونسی تعجب کی بات ہے) اس سے پہلے اس کا بھائی  
(یوسف) چوری کرچکا ہے تو یوسف نے (اس تہمت کا کوئی جواب نہیں دیا اور) اس کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور ان پر ظاہر نہ  
ہونے دیا (مگر) یہ کہہ دیا کہ تم لوگ برے ہو (نہ کہ ہم دونوں) اور جو (اس کے بھائی کی چوری کا) حال تم بیان کر رہے ہو اس سے  
خدا خوب واقف ہے۔"

پیام:

- 1- متہم یا تو انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں چور نہیں ہوں (ماکننا سارقین) یا یہ توجیہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ۔ اس کا  
چوری کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے اس سے پہلے بھی اس کا بھائی چوری بھی کر چکا ہے۔ (فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَهُ مِنْ قَبْلُ)
- 2- حسد کا مریض ساہا سال کے بعد بھی چٹکی لینے سے باز نہیں آتا۔ (فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَهُ مِنْ قَبْلُ)
- 3- ایک بھائی کا اخلاق دوسرے بھائی پر اثر انداز ہوتا ہے (أَخٌ لَهُ) ماں کا کردار بھی بچوں پر اثر انداز ہوتا ہے (یوسف-ف (ع) اور  
بنیامین کی ماں ایک تھی)

4- جہاں محبت اور دل صاف نہ ہو وہاں تہمت بہت جلد لگا دی جاتی ہے - (إِنَّ يَسْرِقَ فَقَدْ...)(بیمانہ کا بنیامین کے سر-سلمان سے باہر نکلنا چوری کی دلیل نہیں ہے، لیکن چونکہ بھائیوں کو بنیامین سے محبت نہ تھی اس لئے ان لوگوں نے چوری کا الزام لگا دیا اور مسئلہ کو تسلیم کر لیا۔)

5- جہاں محبت نہیں ہوتی وہاں جزئی اور چھوٹی سی غلطی کو کھلی اور بڑی بھاری خطا شمار کیا جاوے۔ (انہوں نے "سرق" فعل-ماضی کے بجائے فعل مضارع "یسرق" استعمال کیا یعنی اس کام میں استمرار ہے گویا بنیامین کا روزانہ کاکام یہی تھا)۔

6- ہدف تک پہنچنے کے لئے لعن و طعن کے تیر سمے پڑتے ہیں - ( سَرَقَ أَخٌ لَهُ مِنْ قَبْلِهِ )

7- کچھ لوگ بعض مواقع پر اپنی آبرو بچانے کے لئے دوسرے پر تہمتیں لگاتے ہیں - ( سَرَقَ أَخٌ لَهُ مِنْ قَبْلِهِ )

8- جواں مردی اور کشادہ قلبی رمز رہبری ہے۔ (أَسْرَهَا يُوسُفُ)

9- راز کا فاش کرنا ہمیشہ قابل اہمیت و ارزش نہیں ہے - (وَمَ يُبْدِهَا هُمْ)

10- "تحقیق" نہیں از منکر کا ایک طریقہ ہے۔ (أَنْتُمْ شَرُّ مَكَانٍ)



آیت 78:

(78) قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدَنَا مَكَانَهُ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ .

(اس پر) ان لوگوں نے کہا: اے عزیز! اس (بنیامین) کے والد بہت بوڑھے (آدمی) ہیں (اور اس کو بہت چاہتے ہیں) تو آپ اس کے عوض ہم میں سے کسی کو رکھ لیجئے اور اس کو چھوڑ دیجئے کیونکہ ہم آپ کو نیلواکار بزرگ سمجھتے ہیں۔"

نکات:

جب برادران یوسف (ع) نے دیکھ لیا کہ بنیامین کا روکا جانا قطعی ہو گیا ہے تو حضرت یوسف (ع) کے سلسلے میں اپنے سربلے اور بنیامین کے بارے میں اپنے باپ سے کئے گئے عہد و پیمانہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے نیز یہ احساس کرتے ہوئے کہ بنیامین کے بغیر پلٹنے کے نتائج بڑے تلخ ہوں گے، نفسیاتی طریقے سے حضرت یوسف (ع) سے التماس کرنے لگے۔ گڑگڑانے لگے اور احساسات کو بھڑکاتے ہوئے یہ کہنے لگے آپ (ع) صاحب عزت و قدرت اور نیک کردار ہیں۔ اس کا باپ بوڑھا ہے اس کے بدلے میں آپ ہم میں سے کسی کو بھی غلام بنا لیجئے اور سب بھائی بنیامین کی بخشش کرانے کے لئے آمادہ ہو گئے۔

پیام:

- 1- مقدرات الہی یک دن ہر سنگ دل اور سنگمر کو ذلت و رسوائی کی خاک چھڑاتی ہے بلکہ گڑگڑانے پر مجبور کر دیتی ہے ان لوگوں کے جملہ ( يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ... ) کے آہنگ میں اس بات کا ثبوت موجود ہے۔
- 2- اقتدار کے زمانے میں بھی حضرت یوسف (ع) کا نیک کردار نمایاں تھا۔ (نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ )

آیت 79:

(79) قَالَ مَعَادَ اللَّهِ أَنْ نَأْخُذَ إِلَّا مَنْ وَجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهُ إِنَّا إِذًا لَظَالِمُونَ .

"(حضرت یوسف نے) کہا: معاذ اللہ (یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ) ہم نے جس کے پاس ہنسی چیز پائی ہے اسے چھوڑ کر دوسرے کو پکڑ لیں؟ (اگر ہم ایسا کریں) تو ہم ضرور بڑے بے انصاف ٹھہریں گے۔"

نکات:

حضرت یوسف علیہ السلام کے بچے تلے الفاظ اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ آپ (ع) بنیامین کو چور ثابت کرنا نہیں چاہتے ہیں اسی لئے آپ (ع) نے "وجدنا سارقا" نہیں فرمایا بلکہ "وَجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهُ" فرمایا۔ یعنی متاع و ہیمانہ اس کے سلمان میں تھیں۔ وہ خود چور نہیں ہے۔

اگر جناب یوسف (ع) بنیامین کے بجائے کسی دوسرے بھائی کو رکھ لیتے تو ان کے سارے کئے کرائے پر پانی پھر جانا اس کے علاوہ دوسرے بھائی، بنیامین کے ساتھ چوروں جیسا سلوک کرتے انہیں مختلف طریقوں سے اذیت پہنچاتے اور جو شخص بنیامین کے بجائے رکنا وہ یہ سوچتا کہ ناحق گرفتار ہو گیا ہوں۔

پیام:

- 1- قانون کی رعایت ہر شخص پر لازم ہے حتیٰ عزیز مصر کے لئے بھی قانون شکنی ممنوع ہے۔ (مَعَادَ اللَّهِ)
- 2- قانون شکنی ظلم ہے (کسی کے کہنے پر قانون توڑنا صحیح نہیں ہے) (مَعَادَ اللَّهِ أَنْ نَأْخُذَ ... لَظَالِمُونَ)
- 3- بے گناہ کو گناہ گار کے بدلے سزا نہیں دینی چلیئے اگرچہ وہ خود اس پر راضی ہو، (مَعَادَ اللَّهِ)

آیت 80:

(80) فَلَمَّا اسْتَيْسَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ آبَاءَكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُمْ مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُمْ فِي يُوسُفَ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّىٰ يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ .

"پھر جب یوسف کی طرف سے ملاوس ہو گئے تو باہم مشورہ کرنے کے لئے الگ کھڑے ہوئے۔ تو جو شخص ان سب میں بڑا تھا کہنے لگا! (بھائیو!) کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ تمہارے والد نے تم سے خدا کا عہد لیا ہے اور اس سے پہلے تم لوگ یوسف کے بارے میں کیا کچھ تقصیر کر ہی چکے ہو، تو (بھائی) جب تک میرے والد مجھے اجازت (نہ) دیں یا خدا مجھے کوئی حکم (نہ) دے میں اس سرزمین سے ہرگز نہ ہوں گا۔ اور خدا تو سب حکم دینے والوں سے کہیں بہتر ہے۔"

نکات:

"خلصوا" یعنی اپنے گروہ کو دوسرے سے جدا کرنا "نَجِيًّا" یعنی سرگوشی کرنا، لہذا "خَلَصُوا نَجِيًّا" یعنی محرمانہ نشست (secret

(meeting) تشکیل دی کہ اب کیا کریں۔

پیام:

- 1- احکام الہی کو جاری کرنے کی راہ میں التماس و خواہشات مانع نہیں ہونا چاہئے۔ (اسْتَيْعَسُوا مِنْهُ)
- 2- ایک دن وہ تھا جب یہی بھائی اپنی قدرت کے نشہ میں مست ہو کر جناب یوسف (ع) کے سلسلے میں مشورہ کر رہے تھے کہ۔ ان کو کیسے ختم کریں (اقتلوا یوسف او طرحوه ارضا ... لا تقتلوا ... القوه...) آج وہ زمانہ آگیا ہے کہ کاسہم التماس ہاتھوں میں لئے بنیامین کی آزادی کی بھیک مانگ رہے ہیں اور اسی کاسہم التماس کے ہمراہ نجوی اور سرگوشی کر رہے ہیں کہ کیسے بنیامین کو آزاد کر لیا جائے۔ (حَلِّصُوا نَجِيًّا)
- 3- تلخ اور ناگوار حوادث میں بڑے لوگ زیادہ ذمہ دار اور شرمسار ہوتے ہیں (قَالَ كَبِيرُهُمْ)
- 4- عہد و پیمانہ کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ (أَخَذَ عَلَيْكُمْ مَوْثِقًا)
- 5- سخت اور محکم عہد و پیمانہ غلط فائدہ اٹھانے کی راہ کو مسدود کر دیتے ہیں۔ (أَخَذَ عَلَيْكُمْ مَوْثِقًا)
- 6- خیانت اور جنائت مرتے دم تک زندہ ضمیروں کو اذیت پہنچاتی رہتی ہے۔ (مَنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُمْ فِي يُوسُفَ)
- 7- دھرنا ڈالنا ایک پرانی روش اور انداز ہے۔ (فَلَنْ أُنْبِرَ الْأَرْضَ)
- 8- غربت (یعنی پردیس کو وطن پر ترجیح دینا) شرمندگی سے بہتر ہے (فَلَنْ أُنْبِرَ الْأَرْضَ)
- 9- خداوند عالم کے بارے میں ہمیشہ حسن ظن رکھنا چاہئے۔ (هُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ)

آیت 81:

(81) إِرْجِعُوا إِلَىٰ آبَائِكُمْ فَذُكُّوا يَا أَبَانَا إِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ وَمَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلَّمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَافِظِينَ .

"تم لوگ اپنے والد کے پاس پلٹ کر ج اور (ان سے جا کر) عرض کرو اے بابا آپ کے صاحبزادے نے سچ بچ چوری کس ہے اور ہم لوگوں نے تو اپنی دانست کے مطابق (اس کے لئے آنے کا عہد کیا تھا) اور ہم کچھ (از) غیبی (آفت) کے لکھن تو تھے نہیں۔"

پیام:

1- انسان خود خواہ ہے، جب زیادہ گیہوں لانے کی بات تھی تو بھائیوں نے (ارسل معنا اخان) کہا یعنی ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ روانہ کر دیجئے لیکن جب آج تہمت کی بات آئی تو (ابنک) (یعنی آپ کے صاحبزادے نے چوری کس) کہتے لگے۔ "ہمارے بھائی" نہیں کہا۔

2- شہادت اور گواہی، علم کی بنیاد پر ہونا چاہئے۔ (وَمَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلَّمْنَا)

3- عہد و پیمان میں ان حوادث کے سلسلے میں بھی ایک تبصرہ کرنا چاہئے جس کی پیش بینی نہ ہوئی ہو (وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ...)

4- عذر کو صراحت کے ساتھ پیش کرنا چاہئے۔ (وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَافِظِينَ)

آیت 82:

(82) وَسَأَلِ الْقَرْيَیَ الَّتِی كُنَّا فِیْهَا وَالْعِیْرَ الَّتِی اَقْبَلْنَا فِیْهَا وَاِنَّا لَصَادِقُونَ .

"اور (اگر ہماری باتوں پر اعتبار نہیں ہے تو) آپ اس بستی کے لوگوں سے جس میں ہم لوگ تھے پوچھ لیجئے اور اس قافلہ سے بھسی جس میں ہم آئے ہیں (دریافت کر لیجئے) اور ہم یقیناً بالکل سچے ہیں۔"

نکات:

"قریہ" فقط دیہات کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا ہے بلکہ ہر محل اجتماع اور رہائشی علاقہ کو "قریہ" کہتے ہیں چاہے وہ شہر ہو یا دیہات۔ یہاں پر یہ واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ **وَسَأَلِ الْقَرْيَةَ** سے مراد **"وَأَسْأَلُ أَهْلَ الْقَرْيَةِ"** ہے۔ یعنی اہل قریہ سے سوال کیجئے۔

"عیر" خوردونوش کی چیزوں کو لانے لے جانے والے کارواں کو کہا جاتا ہے۔

کل حضرت یوسف (ع) کے قتل کے سلسلے میں (کہ بھیدیا یوسف کو کھا گیا) بھائیوں کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی لیکن یہاں پر انہوں نے اپنے دعوے کی دو دلیلیں پیش کیں (1) اہل مصر سے سوال کیجئے (2) اہل قافلہ سے سوال کیجئے کہ جن کے ساتھ ہم نے سفر کیا، علاوہ ازیں حضرت یوسف (ع) کے قتل کے واقعہ میں ان لوگوں نے **"لَوْ كُنَّا صَادِقِينَ"** کہا تھا جس میں "لو" تردید، بے چینی اور سستی کی علامت ہے لیکن اس واقعہ میں کلمہ **"اِنَّا"** اور حرف لام کو جو **"لَصَادِقُونَ"** میں ہے استعمال کیا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ وہ قطعاً سچے ہیں۔

پیام:

1- برا سباقہ اور جھوٹ تاوم مرگ، انسان کی گفتگو قبول کرنے میں شک و تردید پیدا کر دیتا ہے۔ (وَأَسْأَلِ الْقَرْيَةَ)

2- اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے عینی شہدوں کی گواہی ایک معتبر روش ہے۔ (وَأَسْأَلِ الْقَرْيَةَ... وَالْعِیْرَ...)

آیت 83:

(83) قَالَ بَلْ سَأَلْتُ لَكُمْ أَنْفُسَكُمْ أَمْراً فَصَبْرٌ جَمِيلٌ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعاً إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ .

"(غرض جب ان لوگوں نے جاکر بیان کیا تو) یعقوب نے کہا: (اس نے چوری نہیں کی ہے) بلکہ یہ بات تم نے اپنے دل سے گڑھ لی ہے، میں تو صبر جمیل (اور خدا کا شکر) کروں گا خدا سے تو مجھے امید ہے کہ میرے سب (لوگوں) کو میرے پاس پہنچا دے بے شک وہ بڑا واقف کار حکیم ہے۔"

نکات:

جب حضرت یوسف (ع) کے بھائی بناوٹی غمگین صورت میں ٹسے پہاتے ہوئے خون بھرا کرتا لے کر اپنے بابا کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یوسف کو بھیدیا کھا گیا تو اس وقت حضرت یعقوب (ع) نے فرمایا تھا (بَلْ سَأَلْتُ لَكُمْ أَنْفُسَكُمْ) یعنی یہ۔ تمہارا نفس ہے جس نے اس کام کو تمہارے سامنے اچھا کر کے پیش کیا ہے لیکن میں بہترین صبر کروں گا۔ اور آج اس موقع پر جب آپ (ع) کے دو فرزند (بنیامین اور بڑا بیٹا) آپ (ع) سے جدا ہو گئے تو آپ (ع) نے پھر وہی جملہ۔ دھرایا۔ یہاں پر ممکن ہے ایک سوال پیدا ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ماجرے میں تو ان لوگوں نے سازش اور خیانت کس تھیں لیکن بنیامین کے سلسلے میں اس قسم کی بات نہ تھی پھر دونوں مواقع پر حضرت یعقوب (ع) کا لب و لہجہ ایک ہی کیوں ہے؟ (بَلْ سَأَلْتُ لَكُمْ أَنْفُسَكُمْ أَمْراً فَصَبْرٌ جَمِيلٌ) تفسیر المیزان میں اس کا جواب اس طرح دیا گیا ہے: "حضرت یعقوب (ع) بتانا چاہتے تھے کہ بنیامین کی دوری بھی تمہاری اسی پہلی حرکت کا نتیجہ ہے جو تم نے حضرت یوسف (ع) کے ساتھ انجام دی تھی یعنی یہ تمام تلخیوں اسی بد رفتاری کا نتیجہ ہیں۔"

یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ تم یہاں بھی یہی خیال کر رہے ہو کہ تم بے گناہ ہو اور تمہارا کام صحیح ہے جبکہ تم گناہ گار ہو کیونکہ سب سے پہلے تو یہ کہ تم نے اپنے بھائی کے سامان میں پیمانہ دیکھ کر اسے چور سمجھ لیا، ہو سکتا ہے کسی دوسرے نے اس کے غلہ میں پیمانہ ڈال دیا ہو۔ دوسری بات یہ کہ تم لوگ اتنا جلدی کیوں پلٹ آئے، تمہیں تحقیق کرنا چاہیے تھی۔ اور تیسری بات یہ کہ تم نے چور کی سزا اس کو غلام بنانا کیوں قرار دیا (1)

صبر کبھی ناچاری اور بے چارگی کی بنیاد پر ہوتا ہے جیسا کہ اہل جہنم کہیں گے (سواء اصبرنا ام جزعنا) مقصود یہ ہے کہ صبر یا فریاد کرنا ہماری نجات کا باعث نہیں بن سکتا، لیکن کبھی کبھی صبر باخبر ہونے کے باوجود اپنی پسند سے خداوند عالم کی رضا کی خاطر کیا جاتا ہے اس صبر کا رخ زیبا مختلف مقالات پر مختلف انداز میں لکھتا ہے۔ میدان جنگ میں اس کا نام "شجاعت"، دار دنیا میں اس کا نام "زہد"، گناہوں کے مقابلے میں اس کا نام "تقویٰ"، شہوت کے مقابلے میں اس کا نام "عفت" اور مال حرام کے مقابلے میں اس کا نام "ورع" ہے۔

(1) تفسیر نمونہ، لیکن صاحب تفسیر الہیزان کا کلام زیادہ مناسب ہے کیونکہ بنیامین کے سامان میں پیمانہ ملنے کی وجہ سے سب کو یقین ہو جاتا ہے کہ وہی چور نہیں علاوہ ازیں بڑے بھائی کا مصر میں رکنا اسی کام کی تحقیق اور احسانات کو جلب کرنے کے لئے تھا اور چور کی سزا کی جو بات ہے تو اس علاقے میں چور کی سزا وہی تھی جو انہوں نے قرار دی بنا بریں ان تینوں میں سے کوئی ایک مسئلہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں نفس کا دخل ہو اور (بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ) کہا جائے۔



پیام:

- 1- نفس گناہوں کی توجیہ کے لئے برے کام کو انسان کی نگاہ میں اچھا کر کے دکھانا ہے ( بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ )<sup>(1)</sup>
- 2- صبر کرنا مردانِ خدا کا شیوہ ہے اور " صبر جمیل " اس صبر کو کہتے ہیں جس میں رضائے الہی کے لئے سر تسلیم خم کیا جائے اور زبان سے کوئی فقرہ بھی ادا نہ ہو <sup>(2)</sup> ( فَصَبْرٌ جَمِيلٌ )
- 3- کبھی بھی قدرتِ خدا سے ملایوس نہیں ہونا چاہیے ( عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعٌ )
- 4- حضرت یعقوب (ع) کو اپنے تینوں فرزندوں (یوسف ، بنیامین - بڑے بیٹے) کی زندگی کا یقین تھا اور ان سے ملاقات کس امیر تھی ( أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعٌ )
- 5- پروردگارِ عالم تمام مسائل کو حل کرنے پر مکمل قدرت رکھتا ہے خداوندِ عالم کل کے یوسف اور آج کے بنیامین وغیرہ کو جمع کر سکتا ہے - ( جَمِيعٌ )
- 6- مومن تلخِ حوادث کو بھی خداوندِ عالم کی حکمت سمجھتا ہے - ( الْحَكِيمُ )
- 7- افعالِ الہی کے عالمانہ اور حکیمانہ ہونے پر یقین رکھنا انسان کو دشوار سے دشوار حالات میں صبر و شکیبائی پر آمادہ کرتا ہے - ( فَصَبْرٌ جَمِيلٌ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ )

-----

(1) شیطان بھی اسی چال کا استعمال کرتا ہے - (زین لہم الشیطان ماکانوا یعملون- انعام:43) اسی طرح دنیا کے زرق برق بھی اس قسم کی خوشنمائی میں کارآمد ثابت ہوتے ہیں - حتیٰ اذا اخذت الارض زخرفها و ازینت بیونس 24.

(2) تفسیر نور الثقلین.

آیت 84:

(84) وَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسْفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ وَأَبْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزَنِ فَهُوَ كَظِيمٌ .

"اور یعقوب نے ان لوگوں سے منہ پھیر لیا اور (رو کر) کہنے لگے : ہائے افسوس یوسف پر (اور اس قدر روئے کہ) غم کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں وہ تو بڑے رنج کے ضابط تھے۔"

نکات:

کلمہ "اسف" غضب کے ہمراہ حزن و ملال کو کہتے ہیں جناب یعقوب (ع) کی آنکھیں گریں ، زبان پر "یاسفا" اور دل میں حزن و ملال تھا ۔

ایک روایت میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ (ع) نے فرمایا: میرے بابا علی بن الحسین + واقعہء کربلا کے بعد بیس (20) سال تک ہر گھڑی آنسو بہاتے رہے۔ آپ (ع) سے سوال کیا گیا آپ اتنا کیوں روتے ہیں ؟ تو آپ (ع) نے جواب دیا : یعقوب کے گیارہ فرزند تھے جس میں سے ایک غائب ہوا تھا جبکہ (وہ جانتے تھے کہ) وہ زندہ ہے لیکن اتنا روئے کہ آنکھیں سہمید ہو گئیں جبکہ ہم نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے باپا، اپنے بھائیوں اور خاندان نبوت کے سترہ افراد کو شہید ہوتے ہوئے دیکھا ہے (ذرا بت) ہم کیسے آنسو نہ بہائیں؟

پیام:

- 1- حاسد کو ایک زمانہ تک حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے - ( وَتَوَلَّى عَنْهُمْ )
- 2- ان لوگوں نے چاہا کہ یوسف کو درمیان سے نکال کر اپنے بابا کے محبوب ہو جائیں گے - ( يَخْلُ لَكُمْ وَجْهَ أَبِيكُمْ ) لیکن حاسر و جلن نے باپ کے قہر و غضب میں اضافہ کر دیا ( تَوَلَّى عَنْهُمْ )
- 3- غم و اندوہ اور گریہ و زاری کبھی کبھی بصارت کے زائل ہونے کا سبب ہوتی ہے - ( ابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ )
- 4- گریہ و غم، ضبط و تحمل اور صبر کے منافی نہیں ہے ( فَصَبْرٌ جَمِيلٌ يَا أَسْفَى، فَهُوَ كَظِيمٌ )
- 5- حضرت یعقوب (ع) کو معلوم تھا کہ ظلم صرف یوسف (ع) پر ہوا ہے دوسروں پر نہیں۔ ( يَا أَسْفَا عَلَىٰ يَوْسُفَ )
- 6- فریاد و بکا سوز و عشق معرفت کے محتاج ہے ( حضرت یعقوب (ع) کو حضرت یوسف (ع) کی معرفت تھی اسی بنیاد پر ان کس آنکھوں کی بنیائی زائل ہو گئی۔ )
- 7- مصائب کی اہمیت کا دارومدار افراد کی شخصیت پر ہے ( یوسف (ع) پر ڈھائے گئے مظالم دوسروں پر کئے گئے مظالم سے فرق رکھتے ہیں اسی لئے یوسف (ع) کا نام لیا جاتا ہے دوسروں کا ذکر بھی نہیں ہوتا )
- 8- عزیزوں کے فراق میں غم و اندوہ، آہ و بکا اور نوحہ و ماتم جائز ہے۔ ( وَأَبْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ )

آیت 85:

(85) قَالُوا تَاللّٰهِ تَفْتَأُ تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتَّىٰ تَكُونَ حَرَضًا أَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ .

"(یہ دیکھ کر ان کے بیٹے) کہنے لگے آپ تو ہمیشہ یوسف ہی کو یاد کرتے رہئے گا یہاں تک کہ بیمار ہو جائے گا یا جان دے دیجئے گا۔"

نکات:

"حرض" اس شخص کو کہتے ہیں جسے عشق یا حزن، کمزور و ناتواں بنا دے۔

پیام:

- 1- ہر یوسف (ع) کو ہمیشہ اپنی یادوں کے فانوس میں سجائے رکھنا چاہئے (تَفْتَأُ تَذْكُرُ يُوسُفَ) (جیسا کہ اولیائے الہی دے گئے تدبیر میں یوسف زماں کو آواز دے کر آنسو بہاتے ہیں۔)
- 2- مقدس عشق اور ملکوتی آہیں قابل قدر ہیں۔ ( تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتَّىٰ تَكُونَ حَرَضًا) (اولیائے خدا کی یاد خدا کی یاد ہے) (1)
- 3- نفسیاتی اور روحی مسائل جسم پر اثر انداز ہوتے ہیں (حَرَضًا أَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ) (فراق اور جدائی انسان کے وجود کو توڑ دیتی ہے بلکہ موت کی حد تک پہنچا دیتی ہے چہ جائیکہ اگر کوئی داغ مفارقت اور مصیبت کے پہاڑ اٹھائے ہوئے ہو۔)
- 4- باپ کی محبت عام محبتوں سے جدا ہے۔ ( تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ)

(1) یعقوب (ع) اس سوز و گداز میں ہیں جسے عام افراد سمجھ نہیں سکتے ہیں (مجلس عزرا، نوحہ و ماتم پر طنز نہ کیجئے)

آیت 86:

(86) قَالَ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ .

"یعقوب نے کہا : (میں تم سے کچھ نہیں کہتا) میں تو ہنی بے

قراری اور رنج کی شکایت خدا ہی سے کرتا ہوں اور خدا کی طرف سے جو باتیں میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔"

نکات:

"بث" اس شدید حزن و ملال کو کہتے ہیں جس کی شدت کو صاحب غم بیان نہیں کر پاتا ۔

قرآن مجید میں ہے کہ حضرت آدم (ع) نے اپنے فعل پر خدا کی بارگاہ میں نالہ و شیون کیا۔ (ربنا ظلمنا انفسنا) (1) حضرت

ایوب (ع) نے ہنی بیماری پر خدا سے فریاد کی (مسنی الضر) (2) حضرت موسیٰ (ع) نے فقر و ناداری کس شـکایت کس (رب انی لما

انزلت الی من خیر فقیر) (3) اور حضرت یعقوب (ع) نے فراق فرزند میں آنسو بہائے (انما اشکو بثنی و حزنی)

پیام:

1- توحید پرست انسان، اپنا درد فقط خدا سے کہتا ہے (إِنَّمَا أَشْكُو... إِلَى اللَّهِ)

2- جو چیز مذموم ہے وہ یا تو خاموشی ہے جو انسان کے قلب و اعضاء پر حملہ آور ہوتی ہے اور انسان کی سلامتی خطرے میں پڑ

جاتی ہے یا وہ نالہ و شیون ہے جو انسان کے

-----

(1) سورہ اعراف آیت 23.

(2) انبیاء آیت 83 .

(3) سورہ قصص آیت 24.

سامنے کیا جاتا ہے جس سے انسان کی قدر و منزلت میں کمی آجاتی ہے لیکن خدا سے شکایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔  
(أَشْكُو... إِلَى اللَّهِ)

3- خدا سے گفتگو کرنے میں ایک لذت ہے جسے عام لوگ نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ (أَشْكُو بَنِي إِلَى اللَّهِ... مَا لَا تَعْلَمُونَ.)<sup>(1)</sup>

4- ظاہر بین افراد، حوادث کے سامنے سے بڑی آسانی سے گزر جاتے ہیں اور اس سے کچھ حاصل نہیں کر پاتے ہیں، لیکن

حقیقت بین افراد حادثات کے آثار کا تا قیامت مشاہدہ کرتے ہیں۔ (أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ...)

5- حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی، فراق کے خاتمہ کی مدت، نیز خداوند-عالم اور اس کس صفات

سے آگاہ تھے لیکن یہ امور دوسروں پر مخفی تھے۔ (أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ)

-----

(1) ایک فارسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

دست حاجت چوں بری نزد خداوند بر

کہ کریم است و رحیم است و غفور است و ودود

نصمتش ناتناہی کر مش بی پلایاں

ہیچ خوانندہ از لہن در نرود بی مقصود

آیت 87:

(87) يَا بَنِي آدْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِنْ يُوسُفَ وَأَخِيهِ وَلَا تَيْسَّرُوا مِنْ رُوحِ اللّٰهِ إِنَّهُ لَا يَأْتِئِسُّ مِنْ رُوحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ

الْكَافِرُونَ.

"اے میرے بیٹو! (ایک بار پھر مصر) ج اور یوسف اور اس کے بھائی کو (جس طرح بنے) تلاش کرو اور خدا کے فیض سے ناامید نہ ہونا کیونکہ خدا کے فیض سے کافروں کے سوا اور کوئی ناامید نہیں ہوا کرتا۔"

نکات:

کسی چیز کے بارے میں حواس کے ذریعہ جستجو کرنے کو "تحسس" کہتے ہیں، "تحسس" کسی کی لپچھائی کے سلسلے میں جستجو کو کہتے ہیں لیکن کسی کی برائی کے کھوج اور تلاش میں لگنے کو "تجسس" کہتے ہیں۔

راغب اصفہانی کے بیان کے مطابق "روح اور روح" دونوں جان کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن روح، فرج، گشاہش اور رحمت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے گویا مشکلات کا حل ہونا، انسان میں ایک تازہ اور نئی جان ڈال دینا ہے، تفسیر تمبیان میں ہے کہ۔  
روح کا مادہ ریح ہے جس طرح انسان ہوکے جھونکوں سے سکون و اطمینان محسوس کرتا ہے اسی طرح رحمت الہی سے بھس شادمان ہوتا ہے۔

پیام:

- 1- باپ کو اپنے بچوں سے دائمی طور پر قطع تعلق نہیں کرنا چاہیے۔ (فتولی عنہم ... یا بنی)
- 2- معرفت و شناخت کے لئے کوشش ضروری ہے۔ (اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا)
- 3- لطف الہی تک پہنچنے میں سستی و کالی مانع ہے (اذْهَبُوا ، وَلَا تَيَسَّسُوا)<sup>(1)</sup>
- 4- اولیائے خدا بھی مایوس نہیں ہوتے اور دوسروں کو بھی ناامیدی کی راہ سے دور رکھتے ہیں (لَا تَيَسَّسُوا)
- 5- ناامیدی ، کفر کی علامت ہے کیونکہ مایوس ہونے والا اپنے اندر یہی محسوس کرتا ہے کہ۔ خیرا کس قدرت محسوس ہو گئی (لَا تَيَسَّسُوا...إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ)

آیت 88:

(88) فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعٍ مُّزْجٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ .

" پھر جب یہ لوگ (نیسری بار) یوسف کے پاس گئے تو (بہت گڑگڑا کر) عرض کیں : اے عزیز مصر ! ہم کو اور ہمارے (سارے) کنبہ کو قحط کی وجہ سے بڑی تکلیف ہو رہی ہے اور ہم کچھ تھوڑی سی پونجی لے کر آئے ہیں تو ہم کو (اس کے عوض) پورا غلہ دلوا دیجئے اور (قیمت ہی پر نہیں) ہمیں (پنا) صدقہ خیرات دیجئے اس میں تو کوئی شک نہیں کہ خدا صدقہ و خیرات دینے والوں کو جزائے خیر دیتا ہے۔

(1) روایت سے ثابت ہے کہ رحمت خداوندی سے مایوسی گناہ کبیرہ ہے (من لا یحضرہ الفقیہ باب معرف الکبائر)



## نکات:

"بضاعت" اس مال کو کہتے ہیں جس پر قیمت کا عنوان صادق آتا ہو "مزج" کا مادہ "ازجاء" ہے جس کے معنی "دور کرنے" کے ہیں کیونکہ بچنے والے کم قیمت دیتے ہیں اس لئے "بضاعت مزج" کہتے ہیں۔

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ "تصدق علینا" سے مراد یہ ہے کہ آپ بنیامین کو لوٹا دیجئے۔

روایت میں ہے کہ حضرت یعقوب (ع) نے حضرت یوسف (ع) کے نام ایک خط لکھا تھا جس میں ان کی جلالت قدر کو بیان فرمایا۔ تھلا کنعان کی خشک سالی کا ذکر تھا اور بنیامین کی آزادی کی درخواست تھی آپ (ع) نے لکھا تھا کہ "اب ہم پر رحم کرو اور احسان کر کے اسے رہائی دیدو اور اسے چوری کے الزام سے بری کر دو" اس خط کو آپ نے اپنے بیٹوں کے ہمراہ حضرت یوسف (ع) کو خدمت میں روانہ کیا تھا، جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے سامنے اس خط کو کھول کر پڑھا اس کا بوسہ لیا آنکھوں سے لگایا اور آنسوؤں کی بارش ہونے لگی جن کے قطرات آپ کے لباس پر گرنے لگے برادران جو ابھی تک حضرت یوسف (ع) کو نہیں پہچانتے تھے تعجب کرنے لگے کہ یہ ہمارے باپ کا اتنا احترام کیوں کر رہے ہیں۔ آہستہ آہستہ ان کے دلوں میں امیدوں کی کرن پھوٹنے لگی جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ہنستے ہوئے دیکھا تو سوچنے لگے کہ کہیں یہی یوسف (ع) نہ ہوں (1)

(1) تفسیر مومنہ۔

پیام:

1- حضرت یعقوب کو یوسف (ع) کی تلاش ہے - (فَتَحَسَّسُوا مِنْ يُوسُفَ) لیکن بھائیوں کو گیہوں کی پڑی ہے - (فَأَوْفِ لَنَا

الْكَيْلَ)

2- رسوا کرنے والے ایک دن خود رسوا ہوتے ہیں - وہ لوگ جو کل کہہ رہے تھے (نحن عصب) ہم طاقتور ہیں (سرق اخ له

من قبل) اس سے پہلے اس کے بھائی نے چوری کی ہے - (انا ابانا لفي ضلال) ہمارے بابا گمراہی میں پڑ گئے ہیں - آج نوبت

یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ذلیل و رسوا ہو کر خود کہہ رہے ہیں - (مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ)

3- حملیت اور مدد حاصل کرنے کے کچھ خاص طریقے ہیں۔

جس نے حملیت و مدد کی ہے اس کی تعریف و تجمید کی جائے۔ (يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ)

اپنی نیاز مندی کے حال و احوال بیان کئے جائیں (مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ)

مالی فقر کا تذکرہ ہو۔ (بِضَاعٍ مُّزْجٍ)

مدد کے لئے کوئی سبب و علت پہنچا کرنا (وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ)

4- فقر و محتاجی انسان کو ذلیل کر دیتی ہے۔ (مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ)

بقول فارسی شاعر:

آنچه شیران را کند روبہ مزاج

احتیاج است احتیاج است احتیاج

آیت 89:

(89) قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ يُّوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ .

"(اب تو یوسف سے نہ رہا گیا) کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ جب تم نادان تھے تو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا۔ سلوک کیا؟"

نکات:

ایک سوال میں ممکن ہے کہ مختلف مقاصد و اہداف پوشیدہ ہوں ، مثبت اور تعمیری اہداف یا منفی اور اذیت کنندہ مقاصد ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ سوال : تمہیں معلوم ہے کہ تم نے یوسف اور ان کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا ؟

1- شاید اس لئے ہو کہ مجھے سب کچھ معلوم ہے۔

2- ممکن ہے کہ سوال کا مقصد یہ ہو کہ تم نے بہت برا کام کیا ہے لہذا توبہ کرو ۔

3- ممکن ہے بنیامین کی تسلی خاطر مد نظر ہو جو وہاں موجود تھے ۔

4- ممکن ہے کہ ان کی سرزنش اور ملامت مد نظر ہو ۔

5- یا اپنی عزت آشکار کرنا مقصود ہو ۔

6- یا اس بات کی سرزنش کر رہے ہوں کہ تم کو اتنے مظالم کے بعد صدقہ و خیرات کی امید کیسے ہو گئی ؟ مذکورہ اہداف و مقاصد

میں سے پہلے تین اہداف حضرت یوسف علیہ السلام کے اہداف سے مطابقت رکھتے ہیں لیکن بقیہ موارد یوسفی کرامت اور جواں مردی

(جسے آئندہ آیتیں واضح کریں گی) کے خلاف ہے (آپ (ع) نے بادشاہت کے رتبہ پر پہنچنے کے بعد چوری کا الزام سنا ) ، آپ کو

چور کہا گیا لیکن آپ (ع) نے کچھ نہ کہا اور آخر کار اپنے بھائیوں سے کہہ دیا (لا تثریب علیکم الیوم)

جہالت فقط نادانی کا نام نہیں ہے بلکہ ہوا و ہوس کا غلبہ بھی ایک قسم کی جہالت ہے ۔ گناہگار انسان چاہے جتنا بڑا عالم ہو جاے۔

ہے کیونکہ وہ متوجہ نہیں ہے کہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ خرید رہا ہے ۔

پیام:

- 1- جوان مردی یہ ہے کہ جرم کی جزئیات کو بیان نہ کیا جائے۔ (مَا فَعَلْتُمْ)
- 2- جوان مردی یہ ہے کہ (اشاروں میں) خطا کار کو عذر خواہی کا راستہ دکھایا جائے۔ (إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ)

آیت 90:

(90) قَالُوا إِنَّكَ لَأَنْتَ ۖ يُوسُفُ قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَذَا أَخِي قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ .

"(اس پر وہ لوگ چونکے اور) کہنے لگے (ہائیں) کیا تم ہی یوسف ہو؟ یوسف نے کہا: ہاں میں ہی یوسف ہوں اور یہ۔ میرا بھائی ہے، بے شک خدا نے مجھ پر احسان کیا ہے کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص (اس سے) ڈرتا ہے اور (مصیبت میں) صبر کرتا ہے تو خدا ہرگز (ایسے) نیکوکاروں کا اجر برباد نہیں کرتا"۔ نکات:

زمانہ جتنا گزرتا جا رہا تھا برادران اتنا ہی تعجب کی شدت سے مبہوت ہوئے جا رہے تھے کہ عزیز مصر ہمارے بابا کے خط کو دیکھ کر کیوں رو رہے ہیں؟ عزیز کو ماجرائے یوسف (ع) کا علم کہاں سے ہو گیا! غور سے دیکھا جائے تو اس کا چہرہ بالکل یوسف (ع) سے ملتا۔ جلتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہی یوسف (ع) ہو؟ بہتر ہے کہ انہی سے پوچھ لیں اگر یہ یوسف (ع) نہ ہوئے تو کوئی ہمیں دیوانہ نہیں کہے گا لیکن اگر یہ یوسف (ع) ہوئے تو شرمندگی کی پھرنگار کا کیا ہوگا؟ اس فکر نے بھائیوں کے وجود میں ہیجان برپا کر دیا کہ ہم کیا کریں؟ اسی ادھیڑ بن میں یکایک اس سوال سے سکوت کا طلسم ٹوٹا: **أَأَنْتَ ۖ يُوسُفُ**۔ کیا آپ ہی یوسف (ع) ہیں اس طلسم کے ٹوٹنے کے بعد کا سماں کیسا تھا وہاں کا ماحول کیا تھا آیا کسی نقاش میں اتنی صلاحیت ہے کہ اس کا نقشہ کھینچ سکے؟ آیا شرمندگی و خوشی، گریہ و محبت اور آغوش پھیلا کر سمیٹ لینا ان تمام دل کش اور روح فرسا مناظر کی تصویر کشی ہو سکتی ہے؟ اسے تو بس خدا ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں۔

ایسا ماحول فراہم کر دیا جائے کہ لوگ خود سوال کرنے لگیں۔ رشد و تربیت کے لئے جوش و ولولہ کو بلند کرنا چاہئے۔ بھائیوں کے لحظہ بہ لحظہ جذبہء جستجو اور سوال میں زیادتی ہو رہی تھی۔ اپنے آپ سے کہہ رہے تھے۔ انہیں اصرار کیوں تھا کہ ہم بنیائین کو اپنے ساتھ لائیں؟ پیمانہ ہمارے ہی غلے میں کیوں ملا؟ پہلی مرتبہ ہمارا پیسہ کیوں لوٹا دیا گیا یوسف (ع) کے قصہ سے یہ کیسے باخبر ہو گئے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ اب ہمیں غلہ نہ دیں؟ جب یہ تمام ہیچانات ذہن پر اثر انداز ہوئے، جب روح بلبلاتا ٹھی، ذہن کی نسبیں پھٹنے لگیں تو یکایک سوال کر دیا: کیا آپ (ع) ہی یوسف ہیں؟ جواب دیا: ہاں!

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا درحقیقت حضرت قائم علیہ السلام کے سلسلے میں حضرت یوسف (ع) کی سنت ہے سوگ ان کو نہیں پہچانیں گے مگر جب خداوند عالم انہیں اجازت دے گا تو وہ خود کو پہچنائیں گے<sup>(1)</sup>

پیام:

- 1- گزرتے وقت اور تلخ و شیریں حوادث سے روابط اور شناسائی میں تبدیلی آتی ہے۔ (أَأَنْتَ أَتَى يُونُسَ)
- 2- عوام کے احسانات تلخ ہیں لیکن احسانات الہی شیریں ہیں۔ (مَنْ اللَّهُ عَلَيْنَ)
- 3- اولیائے الہی تمام نعمتوں کا مصدر و منبع خداوند عالم کو جانتے ہیں۔ (مَنْ اللَّهُ عَلَيْنَ)
- 4- لطف خداوندی، حکیمانہ اور معیار کے مطابق ہوتا ہے (مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ ...)

5- جو عہدہ داری اور حکومت کا اہل ہوتا ہے اسے حواث ، حسالت ، شہوت ، ذلت ، قید خانہ ، اور پروہینگن ٹرے جیسے امتحانات کا

مقابلہ کرنا پڑے گا۔ (مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ...)

6- خطرناک اور حساس ترین اوقات سے تبلیغ کے لئے استفادہ کرنا چاہیے۔ جب بھائیوں کو اپنے کئے پر شرمندگی کا پورا احساس

ہو گیا اور وہ دریائے شرم میں ڈوبنے لگے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی تمام باتوں کو بغور سنانے کے لئے آہستہ ہو گئے تب آپ

(ع) نے فرمایا: (مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ...)

7- صبر اور تقویٰ عزت کا پیش خمیمہ ہیں (مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ...)

8- صالحین کی حکومت ، خدا کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے (لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ)

آیت 91:

(91) قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ آتَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِئِينَ .

"وہ لوگ کہنے لگے خدا کی قسم آپ کو خدا نے ہم پر فضیلت دی ہے اور بے شک ہم ہی (سرتاپا) خطاکار تھے۔"

نکات:

بیٹا یعنی دوسروں کو خود پر برتری دینا۔ یوسف (ع) کے بھائیوں نے اپنی کج فکری (خمن عصب) کی بنیاد پر اتنا بڑا غلط کام انجام دیا کہ

کہنے لگے اسے کنویں میں پھینک دو، "القوه فی غیابت الجب" خداوند عالم نے ان کو ایسے مقام پر پہنچا دیا کہ اپنا پیٹ بھرنے کے لئے

گدائی پر مجبور ہو گئے (مَسْنَا وَأَهْلْنَا الضُّرُّ)

آخر کار اعتراف پر مجبور ہو گئے کہ ہماری ساری سازشوں پر پانی پھر گی " كُنَّا حَاطِئِينَ " بالآخر انہوں نے اپنے غلط فکسر کے بجائے ایک حقیقت کو قبول کر لیا " لَقَدْ آتَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا "

برادران یوسف (ع) نے تالہ کہہ کر چند بار قسم کھائی ہے۔ ( تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنَفْسِدَ فِي الْاَرْضِ ) خدا کی قسم آپ خود جانتے ہیں کہ ہم فساد اور چوری کے لئے آپ کی سرزمین پر نہیں آئے ہیں۔

( تَاللّٰهِ نَفْتِ تَذَكَّرُ يُوْسُفَ ) اللہ کی قسم آپ تو ہمیشہ۔ یوسف۔ یوسف کسرتے رہتے ہیں۔ ( تَاللّٰهِ اِنْكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ) خدا کی قسم باباجان آپ تو یوسف کی محبت میں گمراہ ہو کر اپنی پرانی گمراہی میں پڑے ہیں۔  
( تَاللّٰهِ لَقَدْ آتَرَكَ عَلَيْنَا ) خدا کی قسم اللہ نے تمہیں ہم پر فضیلت دی ہے۔

پیام:

1- اگر حسد و بغض کی بنیاد پر ہم کسی کی فضیلت کا اعتراف نہیں کریں گے تو ذلت و خواری کے ساتھ اس کا اقرار کرنا۔ پڑے گا۔ ( لَقَدْ آتَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا )

2- خدا کے ارادے کے مقابلے میں کوئی ٹھہر نہیں سکتا ہے (1)۔ ( آتَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا )

3- خطا و غلطی کا اعتراف، عفو و بخشش کی راہیں ہموار کرتا ہے۔ ( اِنْ كُنَّا لِحَاطِئِينَ )

(1) فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے

وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

آیت 92:

(92) قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ .

"یوسف نے کہا: آج تم پر کوئی عقاب نہیں ہوگا خدا تمہارے گناہ معاف فرمائے وہ تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔"

نکات:

"تثريب" کے معنی توبيخ، گناہ گنونا اور زیادہ ملامت کرنا ہے۔ فح مکہ کے موقع پر مشرکین نے کعبہ میں پناہ لی تھی۔ عمر نے کہا: ہم تو انتقام لے کر رہیں گے۔ پیغمبر (ص) نے فرمایا: آج کا دن، رحمت کا دن ہے، پھر مشرکین سے پوچھا: آج تم لوگ میرے بارے میں کیا گمان رکھتے ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا: بہتری! آپ (ع) ہمارے کریم بھائی ہیں۔ اس وقت پیغمبر اسلام (ص) نے فرمایا: آج میں وہی کہوں گا جو حضرت یوسف علیہ السلام کا کلام تھا۔ (لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ) عمر نے کہا: میں اپنی بات پر شرمندہ ہو گیا۔<sup>(1)</sup>

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اذا قدرت على عدوك فاجعل العفو عنه شكر القدر عليه جب تم اپنے دشمن پر قابو پاؤ تو اس کا شکر اس کی بخشش قرار دو<sup>(2)</sup>

حدیث میں وارد ہوا ہے: جوان کا دل نرم ہوتا ہے پھر معصوم نے اسی آہیہ شریفہ کی تلاوت فرمائی:، فرمایا: یوسف چونکہ۔ جوان تھے اس لئے بھائیوں کو فوراً بخش دیا<sup>(3)</sup>

-----

(1) تفسیر قرطبی .

(2) نَجِّ الْبَلَاءِ كَلِمَاتُ تَصَدَّقُ 11.

(3) بحار الانوار ج 12 ص 280.



پیام:

- 1- کشادہ قلبی ، ریاست و حکومت کا سبب ہے - ( لَا تَتَّزِبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ )
- 2- جو ان مردی حضرت یوسف سے سیکھنا چاہیے جنہوں نے اپنا حق بھی معاف کر دیا اور خداوند عالم سے بھسی عفو و درگزر کسی درخواست کی - ( لَا تَتَّزِبَ عَلَيْكُمُ ... يَعْفِرُ اللَّهُ )
- 3- لوگوں کی خطوں کو فوراً معاف کر دینا چاہیے - ( الْيَوْمَ )
- 4- جیسے ہی برائی کرنے والا غلطی کا اعتراف کر لے اسے فوراً قبول کر لینا چاہیے اسے زیادہ شرمندہ نہیں کرنا چاہیے - ( إِنْ كُنَّا لَخَاطِبِينَ قَالَ لَا تَتَّزِبَ ... )
- 5- عفو و درگزر کا اعلان کر دینا چاہیے تاکہ دوسرے افراد بھی سزائیں نہ کریں ( لَا تَتَّزِبَ عَلَيْكُمُ )
- 6- بھر پور عزت و قدرت کے وقت عفو و درگزر کرنا، اولیائے الہی کی سیرت رہی ہے ( لَا تَتَّزِبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ )
- 7- خداوند عالم کی بخشش ان لوگوں کے بھی شامل حال ہوتی ہے جنہوں نے ساہا سال خیرا کے دو پیغمبروں (یعقوب (ع) و یوسف (ع)) کو اذیت پہنچائی تھی - ( هُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ )
- 8- جب بندہ معاف کر رہا ہے تو "ارحم الراحمین" خدا سے بخشش کے علاوہ کیا امید رکھی جاسکتی ہے ( يَعْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ )
- 9- شرمندہ افراد کو معاف کر دینا الہی سنت ہے (یعفر- صیغہ مضارع ہے جو استمرار پر دلالت کرتا ہے )
- 10- مظلومین کا ظالموں کو معاف کر دینا رحمت الہی کے شامل حال ہونے کا پیش خیمہ ہے لیکن ایسے افراد کو معاف کر دینا جاننا - مغفرت و رحمت الہی پر موقوف ہے - ( لَا تَتَّزِبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَعْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ . )
- 11- خداوند عالم کو صفت مغفرت و رحمت (مانند رحم الراحمین) سے یاد کرنا، دعا و استغفار کے آداب میں سے ہے -

آیت 93:

(93) اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا فَاَلْفُوهُ عَلَيَّ وَجْهَ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا وَاْتُونِي بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِينَ

"یہ میرا کرتا لے ج اور اس کو ابا جان کے چہرہ پر ڈال دینا کہ وہ پھر بینا ہو جائیں گے اور تم لوگ اپنے سب اہل و عیال کو لے کر میرے پاس آج۔"

نکات:

حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان میں آپ (ع) کے کرتے کا تذکرہ مختلف مقامات پر ملتا ہے۔

(الف) (و جا علی قمیصہ بدم کذب) بھائیوں نے جناب یوسف (ع) کے کرتے کو جھوٹے خون سے آغشته کر دیا اور اسے پاپ کے

پاس لے گئے کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔

(ب) (فَدَّ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ) پیچھے سے پھٹا ہوا کرتا جرم اور مجرم کے کشف کا سبب بنا۔

(ج) (اذْهَبُوا بِقَمِيصِي) کرتا ناہینا یعقوب (ع) کے لئے شفا کا سبب بنا۔

اگر ایک کرتا یوسف (ع) کے ہمراہ رہنے کی بنیاد پر ناہینا کو بینا بنا دیتا ہے تو مرقد و محن اس کے در و دیوار اور کپڑے بلکہ ہر وہ

چیز جو اولیائے الہی کے جوار میں ہے وہ تبرک ہے اور اس سے شفا کی امید ہے۔

یہ مرحلہ تو حل ہو گیا جس میں بھائیوں نے جناب یوسف (ع) کو پہچان لیا، عذر خواہی کر لی اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بخشش

بھی دیا۔ لیکن ابھی دوسرا مرحلہ باقی ہے ابھی بھائیوں کے ظلم کے آثار باپ کی ناہینائی کی شکل میں آشکار ہیں۔ لہذا اس مشکل کو

یوسفی تدبیر نے اس آیت میں حل کیا۔ روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: میرا کرتا لے کر بابا کے پاس وہی

جائے جو میرا خون بھرا کرتا لے گا اٹھاتا کہ جس طرح بابا کو آرزوہ خاطر کیا تھا اسی طرح ان کا دل شفا کرے۔

روایتوں میں آیا ہے کہ اس عذر خواہی وغیرہ کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام ہر روز و شب اپنے بھائیوں کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے جس کی وجہ سے (حضرت یوسف (ع) کا سامنا کرنا پڑتا اور) بھائیوں کو شدید شرمندگی کا احساس ہوتا لہذا ان لوگوں نے پیغمبرؐ کو بھیجا کہ ہمارا کھانا الگ لگایا جائے کیونکہ آپ (ع) کا چہرہ دیکھ کر ہم بے حد شرمندہ ہوتے ہیں اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا: لیکن میرے لئے یہ باعث افتخار ہے کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ رہوں اور ایک ساتھ کھانا تناول کروں۔ دنیا جب مجھے دیکھتی تھی تو یہ کہتی تھی: "سبحان من بلغ عبدہ ببع بعشرین درہما ما بلغ" خدا کی شان تو دیکھو کہ بیس درہم میں کئے والا غلام آج کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ لیکن آج آپ لوگوں کا وجود میرے لئے عزت کا سبب ہے ان لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ میں غلام اور بے حسب و نسب نہیں ہوں بلکہ آپ جیسے ہمارے بھائی اور حضرت یعقوب (ع) جیسے ہمارے بابا ہیں، یہ الگ بات ہے کہ میں غریب الوطن ہو گیا تھا (اللہ اکبر یہ جواں مردی، یہ حلم و بردباری)

ظاہر واقعہ: منقول ہے کہ جب حضرت آی اللہ العظمیٰ شیخ عبدالکریم حائری یزدی اعلیٰ اللہ مقامہ (حوزہ علمیہ قم کے مسس) نے علاج کے لئے اراک سے تہران کی سمت حرکت فرمائی تو درمیان راہ ایک شب قم میں ٹھہرے وہاں لوگوں نے تقاضا کیا کہ حوزہ علمیہ۔ اراک کو قم منتقل کر دیجئے کیونکہ قم حرم اہلبیت اور حضرت معصومہ x کا مدفن ہے۔ آپ نے استخارہ کیا تو یہ آیت برآسر ہوئی ( وَأَتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ )

پیام:

1- جو چیزیں اولیائے الہی سے مربوط ہیں ان سے برکت حاصل کرنا جائز ہے۔ ( اَذْهَبُوا بِقَمِيصِي ) (یوسفی کرتا نابینا کو بینا بناتا ہے)

( دیتا ہے )

2- جو ہوا و ہوس کا مقابلہ کرتا ہے اس کا لباس بھی مقدسات میں شمار ہو جاتا ہے (بِقَمِيصِي)

3- غم اور خوشی آنکھوں کی روشنی میں موثر ہیں۔ (وَابْيَضَتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ... يَأْتِ بِصِيرًا) شاید اس وجہ سے ہونہار

فرزند کو "قر عین" اور خنکی چشم کہا جاتا ہے (یہ اس صورت میں ہے جب اس واقعہ کے معجزاتی پہلو کو مد نظر نہ رکھا جائے)

4- معجزہ اور کرامت میں سن و سال کی قید نہیں ہے (بیٹے کا کرتا باپ کی آنکھوں کی بینائی کا باعث بنتا ہے)

5- حضرت یوسف علیہ السلام عالم علم غیب تھے وگرنہ انہیں کہاں سے معلوم ہو گیا کہ یہ کرتا باپ کو بینائی عطا کر دے گا )

يَأْتِ بِصِيرًا

6- صاحب قدرت فرزندوں کو اپنے کمزور رشتہ داروں خصوصاً بوڑھے ماں باپ کو اپنے ساتھ رکھنا چاہیے۔ ( وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ

أَجْمَعِينَ )

7- معاشرتی حالات ، فریضہ کی انجام دہی میں موثر ہیں ( وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ ) (جناب یوسف (ع) کا ایسے حالات میں صلہ

رحم ایسا تھا کہ رشتہ داروں کو مصر آنا ہی پڑا )

8- تمام افراد کے حقوق کا لحاظ رکھتے ہوئے رشتہ داروں کا خیال رکھنا لازم ہے۔ (أْتُونِي بِأَهْلِكُمْ

9- گھر کا بدل دینا اور ہجرت کرنا بہت سارے آثار کا حامل ہے مثلاً غم انگیز یادیں خوشیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ ( وَأْتُونِي

بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ )

10- جن لوگوں نے فراق اور جدائی کی مصیبت اٹھائی ہے ان کی آسائش کس قدر کرنا چاہیے۔ (أَجْمَعِينَ) اب حضرت یعقوب

(ع) مزید فراق کی تاب نہیں رکھتے۔

11- بہترین لطف وہ ہے جو سب کے شامل حال ہو۔ ( أَجْمَعِينَ )

آیت 94:

(94) وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ.

"اور جوں ہی یہ قافلہ (مصر سے حضرت یعقوب کے شہر کنعان کی طرف) چلا تو ان لوگوں کے والد (یعقوب) نے کہہ دیا کہ۔ اگر مجھ کو سیٹھلایا ہوا نہ کہو تو (ایک بات کہونکہ) مجھے یوسف کی بو معلوم ہو رہی ہے۔"

نکات:

"فَصَلَّتِ" یعنی دور ہو گئے۔ فَصَلَّتِ الْعِيرُ یعنی کارواں، مصر سے دور ہو گیا۔ "تُفَنِّدُونِ" کا مادہ (فند) سٹھیلانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

جناب یعقوب (ع) کو اس کی فکر تھی کہ کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ ان کی عقل جواب دے گئی ہے۔ لیکن ہائے افسوس پیغمبر اسلام (ص) کے اردگرد رہنے والے بعض صحابیوں نے پیغمبر (ص) کو اس نسبت سے منسوب کر دیا یہ اس وقت ہوا جب بوقت رحلت آپ (ص) نے فرمایا: قلم و کاغذ لے تاکہ ایسی چیز لکھ دوں کہ اگر اس پر عمل کرو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اس وقت تیسرا کس ایک طویل القامت شخصیت نے کہا: ان الرجل لیسبح۔ یہ مرد ہڈیان بک رہا ہے۔ اسکے بعد آنحضرت (ص) کو کچھ لکھنے نہ دیا۔

انی لاجد ریح یوسف۔ کوئی مشکل نہیں ہے۔ کیونکہ جس طرح اہلبیاء (ع) وحی کو درک کرتے ہیں لیکن ہم درک کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اسی طرح بقیہ امور میں بھی ممکن ہے کہ ایسی چیزوں کو درک کر لیں جو ہماری عقول سے بالاتر ہیں۔ کیا پیغمبر اسلام (ص) نے جنگ خندق میں خندق کھودتے ہوئے کدال اور پتھر سے مل کر پکلتی ہوئی چنگاری کو دیکھ کر نہیں فرمایا کہ۔ میں نے اس چنگاری میں بڑے بڑوں کو خاک چاٹے ہوئے دیکھ لیا؟ لیکن جو ضعیف الایمان تھے وہ کہنے لگے پیغمبر (ص) تو ہنس جان کے خوف سے اردگرد خندق کھود رہے ہیں لیکن آنحضرت (ص) نے کدال کی ہر ضرب پر ایک حکومت کی شکست اور فتح کا وعدہ دے دیا۔

شرح نوح البلاغہ آی اللہ خوی قدس سرہ میں ہے کہ امام کے لئے ایک نوری ستون ہے جب خدا چاہتا ہے تو امام اس پر نگاہ کرنے کی وجہ سے آئندہ کو دیکھ لیتا ہے اور کبھی ایک عام آدمی کی طرح ہوتا ہے<sup>(1)</sup> ایک فارسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے :

زمصر بوی پیراہن شنیدی  
چرا در چاہ کعاش ندیدی۔

مصر سے تو (حضرت یعقوب(ع)) کو کرتے کی خوشبو آگئی مگر کنعان کے کنویں میں حضرت یوسف (ع) کو آپ نہ دیکھ سکے۔

بلغت احوال ما برق جہان است  
گہی پیدا و دیگر دم نہان است

انہوں نے کہا: ہمارا حال آسمانی بجلی کی مانند ہے کبھی روشن اور کبھی پیمہان ہو جاتی ہے۔

گہی برطرم اعلیٰ نشینم  
گہی تا پشت پای خود نہیںم

(حکمت خدا کے تحت) کبھی ہم لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں اور کبھی اپنے پس کے نیچے پڑی چیز سے بھی بے خبر ہوتے ہیں

ممکن ہے کہ خوشبوئے یوسف (ع) سے مراد جناب یوسف (ع) کے بارے میں کوئی نئی خبر ہو یہ

-----  
(1) تفسیر نمونہ۔

مسئلہ آج کی ترقی یافتہ دنیا میں بنام (telepathy) (یعنی انتقال فکر یا ارتباط معنوی و فکری) مشہور و معروف ہے اور "مسلم علمیں مسئلہ" کے عنوان سے قبول شدہ ہے۔ یعنی جو لوگ ایک دوسرے سے نزدیکی تعلق رکھتے ہیں یا ایک خاص قسم کی روحی قسرت سے سرشار ہیں جیسے ہی دنیا کے کسی گوشے میں کسی شخص پر کوئی مصیبت آتی ہے وہ دوسری جگہ اس سے مطلع ہو جاتے ہیں<sup>(1)</sup>۔

ایک شخص نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا: کبھی کبھی میرا دل کسی سبب کے بغیر غمناک ہو جاتا ہے اور وہ بھس اس حد تک کہ دوسرے سمجھ لیتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: مسلمین خلقت میں ایک حقیقت و طینت سے ہیں جیسے ہس کوئی تلخ حادثہ کسی پر رونما ہوتا ہے دوسرا شخص دوسری زمین پر غمناک ہو جاتا ہے۔

اگر حضرت یوسف (ع) کی خوشبو کے سونگھنے کا تعلق صرف "قوت شامہ" سے ہے تو یہ ایک معجزہ اور خارق عادت واقعہ ہے کہ۔ حضرت یعقوب (ع) اتنے طویل فاصلے پر حضرت یوسف (ع) کی خوشبو کو محسوس کر لیتے ہیں۔

آپ بیتی: جس وقت عراق نے ایران پر حملہ کیا تھا اور امام خمینی (رح) کے فرمان پر پوری قوم غربی و جنوبی محاذ پر موجود اور حاضر تھی میں بھی شہید امی اللہ اشرفی کے ہمراہ جو 90/ نوے سال کے تھے، عملیات "مسلم بن عقیل" میں موجود تھا۔ انہوں نے بارہا حملے کی رات مجھ سے کہا: میں بہشت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ لیکن میں نے اپنی تمام تر کوششوں

-----  
(1) تفسیر نمونہ.

کے باوجود کوئی خوشبو محسوس نہ کی۔ ہاں کیوں نہ ہو جس نے نوے سال علم و تقویٰ و زہد میں پنہن زہرگی گزاری ہو وہ اتنی قدرت رکھتا ہے کہ وہ ایسی چیزوں کا احساس کرے جس سے دوسرے عاجز ہوں۔ اسی طرح آپ کی وہ پیشین گوئی کہ میں چوتھا شہید محراب ہوں، دنیا کے سامنے آشکار ہوگئی<sup>(1)</sup> بہر حال ممکن ہے کہ بوئے بہشت سے مراد عرفانی خوشبو ہو جیسے مناجات کی شیرینی جو ایک معنوی مزہ ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ طبعی خوشبو ہو لیکن ہر مٹام اس خوشبو کو محسوس نہیں کرپاتا۔ جیسے فضا میں ریڈیو کی تمام موجیں ہیں لیکن تمام ریڈیو اسے نہیں کھینچ پاتے۔

پیام:

1- انسان باطنی صفات کے ذریعہ معنوی حقائق کو درک کر سکتا ہے۔ (ابن ماجہ رحمہ اللہ یوسف)۔ لیکن درک حقائق محسوس ہے اس سے نہیں ہے کہ ہر زمان و مکان میں جو چاہیں درک کر لیں، یہی وجہ ہے کہ یوسف کی خوشبو کو اس وقت محسوس کیا جب کاروان مصر سے دور ہو گیا (فَصَلَّتِ الْعَيْبُ)

2- اگر حقائق کو درک نہیں کر سکتے تو دوسروں کے بلند مقام کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔ (لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ)

3- نادانوں کے درمیان عالموں کی زندگی بڑی تکلیف دہ ہے (لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ)

(1) منافقین نے ایک دو سال کے اندر اندر آیت اللہ مدنی، صدوقی، دستغیب، کو نماز جمعہ یا نماز جمعہ کے راستے میں بم سے شہید کر دیا۔



آیت 95:

(95) قَالُوا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِي ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ .

"وہ لوگ کہنے لگے : آپ یقیناً اپنے پرانے خبط (محبت) میں (مبتلا) ہیں۔"

نکات:

اس سورہ کی آٹھویں آیت میں ہم نے پڑھا کہ بھائیوں نے باپ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہا: (انا ابانا لفی ضلال مبین) ہمارے باپا تو یوسف (ع) اور اس کے بھائی کی بے جا محبت میں آشکارا گمراہی میں پڑ گئے ہیں۔ اس آیت میں کہہ رہے ہیں کہ (ضلالک القدیم) یوسف (ع) کے سلسلے میں اب بھی اسی غلطی پر ڈٹے ہیں۔ عوام الناس، اولیائے الہی کو اپنی ناقص عقل کی کسوٹی پر نہ تولیں اور یہ فیصلہ صادر نہ کریں کہ فلاں کام ہو سکتا ہے اور فلاں کام نہیں ہو سکتا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: الناس اعداء ماجهلوا۔ انسان ہر اس چیز کا دشمن ہے جسے نہیں جانتا۔

پیام:

- 1- نیک کردار افراد کے افعال کو خود سے قیاس نہ کیجئے (اِنَّكَ لَفِي ضَلٰلِكَ...) (باپ کی طرف گمراہی کس نہبت دینے اس بات کی دلیل ہے کہ وہ لوگ نبی کو اپنی عقل سے درک کرنا چاہتے تھے)
- 2- حضرت یعقوب علیہ السلام اس جدائی کی طولانی مدت میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی سے مطمئن تھے اور اس کا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے اسی وجہ سے آپ کے بیٹوں نے کہا (اِنَّكَ لَفِي ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ)

آیت 96:

(96) فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْفَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بِصِيرًا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ.

"پھر یوسف کی خوشخبری دینے والا آیا اور یوسف کے کرتے کو یعقوب کے چہرہ پر ڈال دیا تو یعقوب فوراً بینا ہو گئے (تب یعقوب نے) کہا کیوں میں تم سے نہ کہتا تھا جو باتیں خدا کی طرف سے میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔"

نکات:

اگر آنکھ کے سفید ہونے "وابيضت عيناه" سے مراد بینائی میں کمی واقع ہونا ہے تو "بصيراً" سے مراد آنکھوں کا پر نور ہونا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خوشی اور غم انسان کی قوت باصرہ پر اثر انداز ہوتے ہیں لیکن اگر مراد مطلق نابینائی ہے یعنی جناب یعقوب (ع) فریق یوسف (ع) میں دیکھنے کی صلاحیت کھو بیٹھے تھے جیسا کہ ظاہر آیت "فَارْتَدَّ بِصِيرًا" سے یہی سمجھ سکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک معجزہ اور توسل تھا جس کی طرف قرآن مجید اشارہ کر رہا ہے۔

دنیا نشیب و فراز سے بھری ہوئی ہے حضرت یوسف (ع) کے بھائیوں نے ایک دن خبر پہنچائی تھی کہ یوسف (ع) کو بھیڑیا کھا گیا اور آج وہی بھائی حضرت یوسف (ع) کے حاکم ہونے کی خبر لا رہے ہیں۔

پیام:

- 1- علم انبیاء (ع) کا سرچشمہ، علم الہی ہوتا ہے۔ (أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ ...)
- 2- الہی نمائندوں کو خدا کے وعدوں پر یقین و اطمینان ہونا ہے۔ (أَلَمْ أَقُلْ ...)
- 3- حضرت یعقوب (ع) اپنے فرزندوں کے برعکس حضرت یوسف (ع) کی زندگی اور فریق کے وصال میں تبدیل ہونے پر مطمئن تھے۔ (أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ)

4- ارادہ الہی طبیعی قوانین پر حاکم ہوتا ہے۔ (فَارْتَدَّ بِصِيرًا)

5- اولیائے الہی کا لباس اور ان سے ارتباط بااثر ہو سکتا ہے۔ (فَارْتَدَّ بِصِيرًا)

آیت 97:

(97) قَالُوا يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ .

"ان لوگوں نے عرض کی : اے بابا ہمارے گناہوں کی مغفرت کی (خدا کی بارگاہ میں) ہمارے واسطے دعا مانگئے ہم بے شک از سر-تاپا گنہگار ہیں۔"

نکات:

فرزند ان حضرت یعقوب (ع) موحد تھے اور اپنے باپ کے والا مقام سے آگاہ تھے (يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا) بناہیں اپنے باپ کو جو-گمراہی اور ضلالت " کی نسبت دی تھی اس کا مقصد عقیدہ میں گمراہی نہ تھا بلکہ ان کے زعم ناقص میں حضرت یعقوب (ع) حضرت یوسف (ع) کی محبت میں غلط تشخیص کی بنا پر گمراہ تھے۔

ظالم کے تین طرح کے دن ہوتے ہیں:

1- قدرت کے روز۔

2- مہلت کے روز۔

3- ندامت کے روز۔

اسی طرح مظلوم کے بھی تین طرح کے دن ہوتے ہیں:

1- "روز حسرت" جس دن اس پر ظلم ہوتا ہے۔

2- "روز حیرت" جس میں وہ کسی تدبیر کی فکر میں ہوتا ہے۔

3- "روز نصرت و مدد" چاہے وہ دنیا میں ہو یا آخرت میں۔

پیام:

- 1- ظلم، مایہ ذلت و خواری ہے ، جس دن بھائیوں نے حضرت یوسف کو کنویں میں ڈالا تھا۔ وہ روز ان کس خوشی اور حضرت یوسف (ع) کی ذلت کا دن تھا۔ لیکن آج معاملہ برعکس ہے۔
- 2- گناہوں کی بخشش کے لئے اولیائے الہی سے توسل جائز ہے۔ (يَا اَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا)

آیت 98:

(98) قَالَ سَوْفَ اسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَفُورُ الرَّحِيمُ

"یعقوب نے کہا میں بہت جلد اپنے پروردگار سے تمہاری مغفرت کی دعا کروں گا بے شک وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔"

نکات:

جو کل اپنی غلطیوں کی بنیاد پر اپنے باپ کو (ان ابانا لفی ضلال مبین) کہہ رہے تھے، آج وہی اپنی غلطیوں کی طرف متوجہ ہو کر (إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ) کہہ رہے ہیں۔

پیام:

- 1- باپ کو کینہ توڑ نہیں ہونا چاہیے اور بچوں کی لغزشوں کو دل میں نہیں رکھنا چاہیے۔ (اسْتَغْفِرُ لَكُمْ)
- 2- دعا کے لئے خاص اوقات اولویت رکھتے ہیں۔ (سَوْفَ)<sup>(1)</sup>
- 3- لطف الہی، عظیم سے عظیم گناہ اور بڑے بڑے گناہگاروں کے بھی شامل حال ہوتا ہے۔ (هُوَ الْعَفُورُ الرَّحِيمُ) حالانکہ سر-الہا سال دو الہی نمائندے اذیت و آزار میں مبتلا رہے لیکن پھر بھی بخشش کی امید ہے۔
- 4- باپ کی دعا فرزندوں کے حق میں انتہائی موثر ہوتی ہے (سَوْفَ اسْتَغْفِرُ لَكُمْ)<sup>(2)</sup>
- 5- اگر غلطی کرنے والا غلطی کا اعتراف کر لے تو اس کی ملامت نہیں کرنا چاہیے جسے ہی بیٹوں نے کہا۔ (إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ) ہم خطا کار تھے۔ ویسے ہی باپ نے کہا (سَوْفَ اسْتَغْفِرُ لَكُمْ)

-----  
(1) تفسیر مجمع البیان میں اور الطیب البیان میں موجود ہے کہ حضرت یعقوب شب جمعہ یا سحر کے معطر تھے تاکہ بچوں کے لئے دعائیں کریں۔  
(2) اس سلسلے میں بہت ساری روایات موجود ہیں۔

آیت 99:

(99) فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَبْوَابُهُ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ إِن شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ

"(غرض) جب یہ لوگ (حضرت یوسف کے والد، والدہ، اور بھائی) یوسف کے پاس پہنچے تو یوسف نے اپنے والدین کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا: مصر میں داخل ہو جائیے اللہ نے چاہا تو امن سے رہیں گے۔"

نکت:

داستان کے اس حصے کو میں کیسے لکھوں میں نہیں جانتا حضرت یوسف (ع) اپنے والدین کے استقبال کے لئے بیرون شہر عیمہ۔ ڈال کر انتظار کی گھڑیاں گزار رہے ہیں تاکہ بڑے ہی عزت و احترام سے انہیں شہر مصر میں لے جائیں (دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ... ادْخُلُوا مِصْرَ...)

اسی طرح فطری بات ہے کہ ادھر جب حضرت یوسف (ع) کے والدین اور بھائی سفر کی تیاری کر رہے ہوں گے تو پورے کنعان میں ہسنگمہ ہوگا۔ لوگ بغور ملاحظہ کر رہے تھے کہ کس طرح ساہاسال کے بعد بیٹے کی سلامتی کی خبر سن کر خوشی سے جھومتے ہوئے حضرت یعقوب روشن و منور آنکھوں کے ہمراہ مشتاقانہ دیدار فرزند کے لئے آمادہ سفر ہیں۔

اہل کنعان بھی باپ اور بیٹے کے اس ملن کی خبر سے بے حد خوشحال تھے بطور خاص اس بات پر خوش تھے کہ حضرت یوسف (ع) مصر کے خزانہ دار ہیں اور خشک سالی کے زمانے میں غلہ بھیج کر ان کی مدد فرمائی ہے۔ نہیں معلوم کس شوق و ولولہ اور عشق و محبت کے ساتھ اس واقعہ کو حواہمہ قرطاس کیا جائے اور کہاں پر اسے تمام کیا جائے!

کلمہ "ابویہ" سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف (ع) کی ماور گرامی بھی زندہ تھیں۔ لیکن سوال جو ذہن میں اٹھتا ہے اور ہمیں خود بھی اس کا جواب نہیں جانتا کہ آخر وجہ کیا تھی کہ پورے قصے میں حضرت یوسف (ع) کی ماور گرامی کا گریہ، نالہ و شیون کہیں نہیں ملتا۔ پوری داستان اس سلسلے میں خاموش ہے۔<sup>(1)</sup>

روایات میں آیا ہے کہ حضرت یعقوب (ع) نے قسم دے کر حضرت یوسف (ع) سے اصرار کیا کہ انہیں اپنی پوری داستان سنائیں۔ حکم پدیری پر حضرت یوسف (ع) نے داستان شروع کی جب اس موقع پر پہنچے کہ بھائیوں نے کنوئیں کے پاس لے جا کر زبردستی میسرا کرتا اترا لیا تو یہ سنتے ہی حضرت یعقوب (ع) بے ہوش ہو گئے۔ جسے ہی ہوش میں آئے فرمایا: داستان سناتے رہو۔ لیکن حضرت یوسف (ع) نے فرمایا: بابا آپ (ع) کو ابراہیم و اسماعیل و اسحاق کے حق کا واسطہ، مجھے اس داستان کے سنانے سے معاف فرمائیں! حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسے قبول فرمایا<sup>(2)</sup>

(1) تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جناب یوسف کی ماں بچپن میں ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئی تھیں، حضرت یوسف کو ان کی خالہ نے پالا تھا، آہہ۔ شریفہ میں "ابویہ" اس لئے کہا گیا ہے کہ آپ F کی خالہ آپ کی تربیت کی ذمہ داری تھیں، جس طرح قرآن مجید نے آذر کو جناب ابراہیم (ع) کا باپ کہا ہے، جبکہ وہ آپ کا چچا تھا۔

علاوہ ازلت، ماں کا گریہ، آہ و نالہ، نوحہ و ماتم اور فریاد و زاری ایک عام بات ہے، کیونکہ ہر ماں اپنے بچے کے فراق پر آنسو بہاتی ہے، یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے لیکن اس کے مقابلہ میں مرد عقل کے ساتھ قدم آگے بڑھتا ہے، باپ ہونے کے باوجود وہ صبر و ضبط سے کام لیتا ہے، اور اگر وہ باپ ہی ہو تو پھر اس کا آنسو بہانا بہت بعید ہے، کیونکہ یہ خلاف عقل ہے، گمشدہ چیز پر رونے سے کیا فائدہ، مخصوصاً جب یقین ہو کہ فرزند زندہ ہے تو پھر آنسو بہانا دیوانہ بن ہے، زندہ شخص پر آنسو بہانے سے کیا فائدہ۔

انہی تمام پندار غلط اور تصورات ناقص پر خط بطلان کھینچنے کے لئے خداوند عالم نے حضرت یعقوب (ع) کے آنسوؤں کا تذکرہ فرمایا کہ جو اپنے وقت کے نبی بھی تھے اور اس کی تائید بھی فرمائی کہ یہ آنسو مقدس ہے، اور اس کا ذکر کر کے دنیا کے سامنے ایک مثال قائم کرنا ہے کہ یوسف کے فراق میں حزن و ملال، نالہ و شیون مقدر ہے، قابل اعتراض نہیں۔ مترجم۔

(2) تفسیر موند، تفسیر مجمع البیان.

پیام:

1- بیرون شہر استقبال کرنا اچھی بات ہے۔ ( دَخُلُوا عَلٰی يُوْسُفَ ) شہر کے باہر استقبالیہ مراسم ادا کئے گئے تھے اور وہاں پر

خیمہ ڈالا گیا تھا۔

2- عہدہ اور مقام ہمیں والدین کے احترام سے غافل نہ کریں (قَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ...)۔

3- سربراہ مملکت بھی اگر اپنے ملک کے امن و امان کے سلسلے میں گفتگو کر رہا ہے تو اس کو بھی خداوند عالم کے لطف کی طرف

متوجہ ہونا چاہیے (إِنْ شَاءَ اللّٰهُ) (1)

4- رہائش و محل وقوع کے انتخاب میں سب سے پہلا قابل غور مرحلہ اہمیت ہے۔ (أَمِنِينَ)

5- اگر ہر دور میں یوسف زمان حاکم ہوں تو اہمیت برقرار ہو جائے گی۔ (أَمِنِينَ)

(1) ایک قوم نے پہاڑوں کو تراش کر اپنے گھر بنائے تھے تاکہ امن و سکون سے رہ سکیں لیکن خدائی قہر نے ان کے امن و امان کو درہم برہم کر دیا۔ (وكانوا مستخون من)

الرجال بيوتاً آمنين فاخذتهم الصبح مصبحين) حجر 82-83.



آیت 100:

(100) وَرَفَعَ أَبُوتَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا وَقَالَ يَا أَبْتِ هَذَا تَأْوِيلُ رُيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ أَنْ نَزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِمَا يَشَاءُ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

"اور (مصر پہنچ کر) یوسف نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور وہ سب کے سب (یوسف کی تعظیم کے واسطے) ان کے سر-مانے سجدہ میں گر پڑے اور (اس وقت) یوسف نے کہا: اے بابا یہ تعبیر ہے میرے اس مکملے خواب کس میسرے پروردگار نے اسے سچ کر دکھلایا، بے شک اس نے میرے ساتھ احسان کیا ہے جب اس نے مجھے قیدخانہ سے نکالا اور بلاجودیکہ کہ مجھ میں اور میرے بھائیوں میں شیطان نے فساد ڈال دیا تھا، اس کے بعد بھی آپ لوگوں کو صحرا سے (کنعان سے مصر) لے آیا (اور مجھ سے ملا دیا) بے شک میرا پروردگار جو چاہتا ہے اسے تدبیر خفی سے انجام دیتا ہے، بے شک وہ بڑا واقف کار حکمت والا ہے۔"

نکات:

"عرش" اس تخت کو کہتے ہیں جس پر بادشاہ بیٹھتا ہے "خَرُّوا" زمین پر گرنا "بدو" بادیا اور صحرا، "نَزَغَ" کسی کے درمیان فساد کس غرض سے وارد ہونا۔

"لطیف" خداوند عالم کا ایک نام ہے، یعنی اس کی قدرت پیچیدہ اور مشکل امور میں بھی اپنا راستہ بنا لیتی ہے اس نام کا تناسب آیت میں یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی میں ایک ایسی مشکل گرہ تھی جسے صرف قدرتِ خدائی ہی کھول سکتی تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام مثل کعبہ ہو گئے تھے اور انکے ماں باپ اور بھائیوں نے انکے بلند رتبے اور کرامت کس وجہ سے انکس طرف رخ کر کے خداوند عالم کا سجدہ کیا (خَرُّوا لَهُ سُجَّدًا) اگر یہ سجدہ غیر خدا کے لئے اور شرک کا باعث ہوتا تو یوسف اور یعقوب + جسے دو بیٹے مبر الہی کبھی ایسے عظیم گناہ کے مرتکب نہ ہوتے۔

پیام:

- 1- ہم جس مقام پر بھی ہیں اپنے والدین کو اپنے سے برتر سمجھیں (رَفَعَ أَبْوَيْهِ) جس نے زیادہ رنج و مصیبت کا سامنا کیا ہے اس کو زیادہ صاحب عزت ہونا چاہئے۔
- 2- اہلبیاء بھی تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوئے ہیں (عَلَى الْعَرْشِ)
- 3- حاکم برحق کا احترام اور اس کے سامنے تواضع ضروری ہے۔ (خَرُّوا لَهُ سُجَّدًا)
- 4- سجدہ، شکر ہمارا معنی سابقہ رکھتا ہے (خَرُّوا لَهُ سُجَّدًا)<sup>(1)</sup>
- 5- خداوند عالم حکیم ہے کبھی کبھی ساہاساں کی طولانی مدت کے بعد دعا مستجاب فرماتا ہے یا خواب کی تعبیر دکھاتا ہے (هَذَا تَأْوِيلُ رُيَايَ مِنْ قَبْلِ)
- 6- تمام پروگرام کو اس کے حقیقی انجام تک پہنچانا خداوند عالم کے ہاتھ میں ہے (فَدَّ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا) جی ہاں حضرت یوسف (ع) اپنی مقاومت اور صبر کے سلسلے میں رطب اللسان نہ تھے بلکہ ہر چیز کو خداوند عالم کا لطف سمجھ رہے تھے۔
- 7- اولیاء خدا کے خواب برحق ہوتے ہیں (جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا)
- 8- تمام اسباب و علل اور وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے ہمیشہ حقیقی اصل اور سبب خداوند عالم کو سمجھنا چاہئے حضرت یوسف (ع) کی زندگی میں مختلف اسباب و علل نے مل کر انہیں اس بزرگ مقام تک پہنچایا لیکن پھر فرماتے ہیں (فَدَّ أَحْسَنَ بِي)
- 9- ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت گزشتہ تلخیوں کا ذکر نہیں کرنا چاہئے۔ (أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ) باپ سے ملاقات کے وقت حضرت یوسف (ع) کا سب سے پہلا کام خدا کا شکر تھا گزشتہ واقعات کی تلخیوں کا ذکر نہیں فرمایا۔
- 10- انسان کو جواں مرد ہونا چاہئے اور مہمان کی دل آزاری نہیں کرنی چاہئے (آیہ شریفہ میں حضرت یوسف (ع) زندان سے نکلنے کا واقعہ تو بیان فرماتے ہیں لیکن کنوئیں سے

(1) امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا: جناب یعقوب (ع) اور ان کے فرزندوں کا سجدہ، سجدہ، شکر تھا۔ احسن القصص.

باہر نکلنے کی داستان نہیں دہراتے کہ کہندوبادہ ایسا نہ ہو کہ بھائی شرمندہ ہو جائیں) (إِذْ أَخْرَجْنِي مِنَ السِّجْنِ)

11- انسان کو جواں مرد ہونا چلیئے اہل کینہ و انتقام نہیں حضرت یوسف (ع) فرما رہے ہیں۔ (نَزَعَ الشَّيْطَانُ) یعنی شیطان نے

وسوسہ کیا ورنہ میرے بھائی برے نہیں ہیں۔

12- اولیائے الہی زندان میں قید ہونے اور وہاں سے آزادی کو توحید و ربوبیت کا محور سمجھتے ہیں (رب السجین احب) گزشتہ آیتوں

میں ملتا ہے اور ابھی فرمایا: (أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجْنِي مِنَ السِّجْنِ)

13- مصیبتوں کے بعد خوشی ہے ، مشغلوں کے بعد آسانی ہے۔ (أَخْرَجْنِي مِنَ السِّجْنِ)

14- بادیہ نشینی ضرورت ہے، فضیلت نہیں۔ (قَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ... جَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدْوِ...)

15- بچوں کے ہمراہ والدین کا زندگی بسر کرنا ایک لطف الہی ہے (قَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ... جَاءَ بِكُمْ)

16- بھائیوں ، بلکہ گھر کے ہر ہر فرد کو یہ جان لینا چلیئے کہ شیطان ان کے درمیان اختلاف، افتراق اور جھگڑا کرانے کے چکسر

میں لگا رہتا ہے۔ (نَزَعَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي)

17- اپنے آپ کو برتر شمار نہ کیجئے (بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي) حضرت یوسف (ع) نے یہ نہیں کہا کہ شیطان نے ان لوگوں کو

فریب اور دھوکا دیا بلکہ فرمایا میرے اور ان کے درمیان ... یعنی اپنے آپ کو بھی ان کے ہمراہ مد مقابل قرار دیا۔

18- خداوند عالم کے امور نرمی، مہربانی ، اور لطف و کرم پر استوار ہوتے ہیں۔ (لطيف)

19- تمام تلخ و شیریں حادثات ، علم و حکمت الہی کی بنیاد پر وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ (الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ)

20- کسی کو معاف کرنے کے بعد اسے شرمندہ نہ کیجئے جب حضرت یوسف (ع) نے بھائیوں کو بخش دیا تو واقعہ بیان کرنے میں

کنویں کا نام نہیں لیتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ بھائیوں کو شرمندگی ہو۔

آیت 101:

(101) رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّ فِي الدُّنْيَا  
وَالْآخِرِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحَقْنِي بِالصَّالِحِينَ .

"(اس کے بعد یوسف نے دعا کی) پروردگار تو نے مجھے اقتدار کا ایک حصہ بھی عطا فرمایا اور مجھے خواب کی تعبیر بھیس سکھائی، اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے تو ہی میرا مالک و سرپرست ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تو مجھے (دنیا سے) مسلمان اٹھالے اور مجھے نیکوکاروں میں شامل فرما۔"

نکات:

اولیائے خدا جب بھی اپنی عزت و قدرت کو ملاحظہ کرتے ہیں تو فوراً یاد خدا میں سر نیاز خم کر دیتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں: خدایا جو کچھ بھی ہے تیرا ہی دیا ہوا ہے۔ حضرت یوسف (ع) نے بھی یہی کہا، باپ سے گفتگو کرتے کرتے خدایا کس طرف متوجہ ہو گئے۔ خداوند عالم نے مصر کی حکومت دو افراد کے ہاتھ میں دی ایک فرعون کہ جس نے اس حکومت کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔ (الیس لی ملک مصر) (1) دوسرے حضرت یوسف علیہ السلام جنہوں نے اس کی نسبت خداوند عالم کی طرف دی (اتیتنی من الملک) ابراہیمی طرز تفکر، ان کی نسل میں بھی جلوہ گر ہے۔ کل حضرت ابراہیم (ع) نے فرمایا تھا۔ (اسلمت لرب العالمین) (2) میسروردگار عالم کے سامنے تسلیم ہوں۔ آپ (ع) کے بعد آپ (ع) کے پوتے حضرت یعقوب (ع) اپنے فرزندوں سے وصیت فرماتے ہیں کہ باایمان اس دنیا سے رخصت ہوں (لا تموتن الا و انتم مسلمون) (3) یہاں فرزند یعقوب حضرت یوسف بھی وقت وفات تسلیم و رضائے الہی کی درخواست کر رہے ہیں (توفنی مسلماً)۔ بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شمد صالحین میں ہوتا ہے (انہ فی الاخر لمن الصالحین) (4) اور حضرت یوسف (ع) چاہتے ہیں کہ انہی سے ملحق

(1) سورہ زخرف آیت 51 . (2) سورہ بقرہ آیت 131 .

(3) سورہ بقرہ آیت 132 . (4) سورہ بقرہ آیت 130 .

ہوجائیں (الحقنى بالصالحين)

خداوند عالم نے حضرت آدم (ع) کو اسما کی تعلیم دی (علم آدم الاسماء کلہا) (1) حضرت دو (ع) کو زرہ سہاڑی کس تعلیم دی (علمناہ صنعہ لبوس) (2) حضرت سلیمان (ع) کو منطق الطیر (پرندوں کی بولی سمجھنا) کا علم دیا (علمنا منطق الطیر) (3) اسی طرح حضرت یوسف (ع) کو تعبیر خواب کا علم عنایت فرمایا (علمتنی من تاویل الاحادیث) لیکن ہماری نبی کو علم اولین و آخرین عنایت فرمایا۔ علمک ما لم تکن تعلم (4)

یوسفی چہرہ (ایک کامیاب رہبر کی صفات و خصوصیات)

حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان کے اختتام پر ان کا رخ زبیا دیکھتے چلیں۔

- 
- (1) سورہ بقرہ آیت 31 .
  - (2) سورہ انبیاء آیت 80 .
  - (3) سورہ نمل آیت 16 .
  - (4) سورہ نساء آیت 113 .

(1) تلخیوں میں خداوند عالم پر بھرپور بھروسہ (رب السجن احب... ) اور خوشی و شاد کامی میں بھی اسی پر توجہ۔ (رب قد اتیننی من الملک)

(2) ہر منحرف گروہ کی اغرائی راہ اور نقوش ترک کرنا (انی ترکت مل قوم لا یؤمنون باللہ و ہم بالاخر کافرون)

(3) بزرگوں کی راہ مستقیم پر گامزن ہونا (واتبع مل آبائی ابراہیم ،  
والحقنی بالصالحین)

(4) خدا کی راہ میں تلام مرگ پائیداری (توفنی مسلما)

(5) رقیبوں کے مقابلے میں وقار (احب الی ابینا منّا)

(6) حوادث اور تلخیوں میں صبر (یجعلوه فی غیابت الحب ، اراد باہلک سوئ)

(7) آرام و آسائش پر پاکدامنی اور تقویٰ کو ترجیح دینا (معاذ اللہ ، رب السجن احب الی مما یدعوننی)

(8) غیروں سے باتوں کو چھپانا (وشروه بئمن بحس)

(9) وافر علم (علمنی من تاویل الاحادیث ، انی حفیظ علیم...)

(10) فصیح اور خوبصورت انداز بیان (فلما کلمہ قال انک لدینامکین)

(11) خاندانی عظمت و بزرگی (آبائی ابراہیم و اسحق...)

(12) دینی اور فکری مخالفین سے محبت سے پیش آنا (یا صاحبی السجن)

(13) اخلاص۔ (کان من المخلصین)

(14) دوسروں کی ہدایت کے لئے سوز دل (ء ارباب متفرقون)

(15) منصوبہ بندی کرنے کی قدرت و تخلیقی صلاحیت (جعل السقای ، ائتونی باخ لکم ، فذروه فی سنبله..)

(16) تواضع اور فروتنی (رفع ابویہ علی العرش )

(17) عفو و اغماض نظر (لا تتریب علیکم)

(18) شجاعت و جواں مردی (نزغ الشیطان بینی و بین اخوتی)

(19) مامنداری (اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم)

(20) مہمان نوازی (انا خیر المنزلین)

پیام:

1- اعطائے حکومت؛ الہی ربوبیت کی شان ہے ( رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ )

2- حکومت کو اپنی فکر، مال، قدرت، پارہ و پارہ اور منصوبہ بندی کا نتیجہ نہ سمجھئے بلکہ ارادہ خداوند ساری اصلی اور حقیقی عامل

ہے ( آتَيْتَنِي )

3- جو چیز خدا ہمیں دیتا ہے یا ہم سے لے لیتا ہے سب کے سب ہماری تربیت کے لئے ہیں (رب بما آتیتنی، رب السجن

احب)

4- حکومت تعلیم یافتہ افراد کا حق ہے جاہلوں کا نہیں ( آتَيْتَنِي... عَلَّمْتَنِي ) حضرت یوسف (ع) کا علم ان کی حاکمیت کا وسیلہ

قرار پایا۔

5- ہر حال میں خود کو خدا کے سپرد کر دینا چلیے ( أَنْتَ وَلِيٌّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ )

6- قدرت و حکومت و سیاست ، دین الہی سے دور ہونے کی راہ کو ہموار کرتے ہیں مگر یہ کہ لطف خداوند شامل حال ہو ( تَوْفَّقَنِي

مُسْلِمًا ) حضرت یوسف (ع) نے کنوئیں میں ایک دعا کی ، قید خانہ میں ایک دوسری دعا کی لیکن جیسے ہی مسند حکومت پر پہنچے آپ

(ع) کی دعا یہ تھی: "خدا یا میں مسلمان اس دنیا سے رخصت ہوں"



7- اللہ کے بندے عزت و طاقت کی معراج پر بھی موت ، قیامت اور عاقبت کی یاد میں ہوتے ہیں (توفنی مسلما و الحقنی

بالصالحین)<sup>(1)</sup>

8- عظمت خدا فقط یہی نہیں کہ وہ ہماری نعمتوں میں اضافہ کرے بلکہ وہ تمام ہستی کو معرض وجود میں منصہء شہود پر ظہور

پذیر کرنے والا ہے (فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ)

9- افتخار یوسف (ع) یہ نہیں کہ وہ لوگوں پر حاکم ہیں بلکہ آپ (ع) کا افتخار یہ ہے کہ خدا آپ (ع) پر حاکم ہے (أَنْتَ وَلِيٌّ فِي

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ)

10- کل خیر میں پائیداری اور اس کا نیک انجام اس کے شروع ہونے سے بہتر ہے ۔ اہلبیاء حسن عاقبت کے لئے دعا فرماتے ہیں)

تَوْفَنِي مُسْلِمًا) یعنی مجھے اپنی تسلیم و رضا کی راہ میں تلام مرگ پائیداری عملیت فرما<sup>(2)</sup>

11- دعا میں مکملے خداوند عالم کی نعمتوں کا ذکر کیجئے ( رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي) اس کے بعد اپنی

-----

(1) اسی طرح فرعون کی بیوی آسیہ بھی اس کے محل میں قیامت کی فکر میں تھیں۔ فرمایا: (رب ابن لی عندک بیت فی الجنة) خدایا جنت میں تو اپنے پاس میرے لئے

ایک گھر بنا دے۔

(2) تفسیر المیزان۔

درخواست پیش کیجئے (تَوْفَنِي مُسْلِمًا) (1)

12- جب قدرت مل جائے تو خدا سے مناجات فراموش نہ ہو (رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي...)

13- دعا اور مناجات میں فقط دنیا اور مادیات کے چکر میں نہیں رہنا چاہئے (فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ)

14- انسان کی قدرت ناچیز ہے (مِنَ الْمُلْكِ) انسان کا علم کم ہے (مِنَ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ...) لیکن خدا و سرعالم کس حکومت

تمام ہستی پر حکم فرما ہے (فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ)

15- باایمان دنیا سے رخصت ہونا اور صالحین میں شمار ہونا ایک بہت بڑی فضیلت ہے - (تَوْفَنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ)

(

-----

(1) حضرت یوسف (ع) جن کو خداوند عالم نے شروع سے محفوظ رکھا، انہیں علم عطا فرمایا۔ حکومت عملت فرمائی، خطرات سے بچایا، وہ پتلی عاقبت اور انجام کار سے مضطرب اور پریشان ہیں، ان لوگوں کا کیا برا حال ہوگا جنہوں نے کرسی، حکومت، علم سب کے سب مکاری اور فریب کاری سے حاصل کئے ہیں۔

آیت 102:

(102) دَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْعَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ

"(اے رسول) یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جسے ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں ورنہ جس وقت یوسف کے بھائی مشورہ کر رہے تھے اور (ہلاک کرنے کی) تدبیریں کر رہے تھے آپ انکے پاس موجود نہ تھے۔"

پیام:

1- انبیاء (ع) بذریعہ وحی غیب کی باتوں سے آشنا ہوتے ہیں (دَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْعَيْبِ...)

2- انبیاء (ع) غیب کی تمام خبروں سے واقف نہیں ہوتے (مِنْ أَنْبَاءِ الْعَيْبِ)

3- جب تک مشیت خداوندی نہ ہو تو نہ کسی کا ارادہ (أَمْرَهُمْ) نہ کسی قوم کا اجماع (أَجْمَعُوا) اور نہ ہی کسی کی پالیسی اور سازش ( )

يَمْكُرُونَ) کوئی بھی اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

4- جب پے درپے حوادث رونما ہو رہے ہوں تو اس میں اصلی نکتہ اور شروع ہونے کے محل کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے

حضرت یوسف (ع) کی داستان کا مرکزی نقطہ حضرت یوسف (ع) کو نابود کرنا تھا۔ (أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ)

آیت 103:

(103) وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ

"اور آپ کتنے ہی خواہش مند ہوں مگر بہترے لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔"

نکات:

"حرص" یعنی کسی چیز سے بے حد لگ اور اس کو پانے کے لئے حد سے زیادہ جدوجہد کرنا۔

پیام:

1- بدہا قرآن مجید میں انسانوں کی کثیر تعداد اپنے دینی عقائد و نظریات کس وجہ سے مسورد تنقیہ قرار پائی ہے (وَمَا أَكْثَرُ

النَّاسِ... بِمُؤْمِنِينَ)

2- الہی نملندے دوسروں کی ہدایت کے لئے سوز، درد، اور اشتیاق رکھتے ہیں (حَرَصْتَ)

3- اکثر و بیشتر لوگوں کا ایمان نہ لانا پیغمبروں (ع) کی کوتاہی کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ خود انسان کی آزادی اور اختیار کا نتیجہ ہے کہ وہ

ایمان لانا نہیں چاہتے تھے (مَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ)

آیت 104:

(104) وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ هُوَ إِلَّا دِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ

"حالانکہ آپ ان سے اس بات (تبلیغ رسالت) کا کوئی صلہ بھی نہیں مانگتے اور یہ قرآن تو تمام جہان کے واسطے نصیحت (ہے) نصیحت ہے۔"

نکات:

دوسرے پیغمبروں % کی طرح پیغمبر اسلام (ص) نے بھی قوم کی ہدایت کے لئے کوئی اجرت نہیں مانگی کیونکہ اگر لوگوں سے اجر کی توقع رکھی جائے تو لوگ دعوت حق کو قبول کرنے سے اجتناب اور بوجھ محسوس کرتے ہیں۔ سورہ طور کسی 40 ویں آیت میں خداوند عالم فرماتا ہے: (ام تنظّم اجرا فہم من مغرمٍ مخلون) مگر کیا ان سے آپ نے کسی اجر کی درخواست کی ہے کہ جس کی ادائیگی ان پر بھاری ہے۔ اب اگر ہم دوسری آیت میں ملاحظہ فرماتے ہیں کہ قربی کی مدت اجر رسالت قرار پاری ہے (الآمد فی القربی)<sup>(1)</sup> تو اس کا ہدف یہ ہے کہ اہلبیت (ع) کی پیروی میں خود امت کا فائدہ ہے، پیغمبر اسلام (ص) کا نہیں۔ کیونکہ۔ اس قرآن میں ایک دوسری جگہ پر موجود ہے کہ (وما سئلتکم من اجر فہو لکم)<sup>(2)</sup> ہم جو اجر تم سے مانگ رہے ہیں تمہارے لئے ہی ہے۔ جی ہاں جو شخص اہل بیت (ع) سے محبت کرے گا اور ان کی اطاعت کرے گا درحقیقت اس نے خدا و پیغمبر (ص) کی اطاعت کی ہے۔

(1) سورہ شوری آیت۔ 23.

(2) سورہ نبا آیت 43.

قرآن ذکر ہے اس لئے کہ :

خدا کی آیات و نعمت و صفات کا یاد دلانے والا ہے -

انسان کے ماضی و مستقبل کو یاد دلانے والا ہے -

سماج کی عزت و ذلت کے اسباب کو یاد دلانے والا ہے -

میدان قیامت کے احوال یاد دلانے والا ہے -

جہنم و ہستی کی عظمتوں کو یاد دلانے والا ہے -

تاریخ ساز شخصیتوں کی تاریخ اور زندگی یاد دلانے والا ہے -

قرآن مجید کے معارف و احکام وہ حقائق ہیں جن کا جاننا ضروری ہے اور انہیں ہمیشہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے کیونکہ "ذکر" اس علم و معرفت کو کہتے ہیں جو ذہن میں حاضر ہو اور اس سے کبھی غفلت نہ ہو۔

پیام:

1- جس طرح انبیاء (ع)، قوم سے کوئی توقع نہیں رکھتے اس طرح مبلغ کو بھی قوم سے توقع نہیں رکھنی چاہیے (مَا تَسْأَلُهُمْ مِنْ

أَجْرٍ)

2- اجر کی درخواست بری چیز ہے نہ اجر کا دریافت کرنا (تَسْأَلُ)

3- پیغمبر اسلام (ص) کی رسالت تمام کائنات کے لئے ہے (لِلْعَالَمِينَ)

4- امت کا ایک گروہ حتی اکثریت کہیں کسی وقت ایمان نہ لائے تو دینی مبلغ کو ملاوس اور غمگین نہیں ہونا چاہیے اگر زمین کے کسی

حصے میں کسی گروہ نے ایمان قبول نہیں کیا تو دوسری جگہ جا کر تبلیغ کرنی چاہیے (لِلْعَالَمِينَ)

آیت 105:

(105) وَكَأَيِّنْ مِنْ آيٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ .

"اور آسمانوں اور زمین میں (خدا کی قدرت کی) کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے یہ لوگ (دن رات) گزرا کرتے ہیں اور اس سے منہ پھیرے رہتے ہیں۔"

نکات:

در حقیقت یہ آیہ شریفہ رسول اکرم (ص) کی تسلی خاطر کے لئے نازل ہوئی ، بلکہ ہر برحق رہبر و پیشوا کے لئے تسلی ہے کہ۔ اگر قوم ان کے فرامین کی نسبت بے توجہ ہے اور اسے قبول نہیں کر رہی ہے تو اس سے پریشان نہ ہوں ، ایسے لوگ تو ہمیشہ طبیعت و خلقت خدائی میں قدرت و حکمت خداوندی کے شاہکار کا سامنا کرتے ہیں لیکن کبھی بھی اس سلسلے میں غور و فکر نہیں کرتے ہیں۔ یہ لوگ زلزلے ، سورج گرہن چاند گرہن ، بجلیوں کی کڑک ستاروں کی گردش ، کہکش کا اپنے مدار پر حرکت کرنا ان سب نشانیوں کو دیکھتے ہیں پھر بھی ان سے منہ موڑ لیتے ہیں ۔

یہ یرون علیہا کا تین طرح معنی کیا گیا ہے : (الف) آیات الہیہ کا سامنا کرنے سے مقصد۔ ان نشانیوں کا مشاہدہ کرنا ہے

۔ (ب) انسانوں کا "الہی نشانیوں سے گزرنے" سے مراد زمین کی حرکت ہے کیونکہ زمین کی حرکت سے انسان اجرام فلکی پر مرور کرتا ہے۔<sup>(1)</sup>

(1) تفسیر المیزان۔

3- "الہی نشانیوں سے گزرنا" ایک پیشنگوئی ہے کہ انسان فضائی وسائل پر سوار ہوگا اور آسمانوں میں حرکت کرے گا۔<sup>(1)</sup>

کسی چیز سے منہ موڑنا، غفلت سے زیادہ خطرناک ہے چونکہ ان نشانیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے (کَآئِنًا) اور انسان ان سے دائمًا رابطے میں بھی ہے "يَمْرُونًا" لیکن اسکے باوجود نہ صرف اسے فراموش کرتا، اور ان سے غافل رہتا ہے بلکہ بعض اوقات متوجہ ہونے کے باوجود ان سے منہ موڑ لیتا ہے۔

پیام:

1- انسان اگر ہٹ دھرمی سے کام لے تو کسی نشانی کو بھی قبول نہیں کر سکتا (وَكَايِنًا مِّنْ آيٍ... يَمْرُونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا

مُعْرِضُونَ)

2- تمام کائنات خدا کی پہچان کے اسرار و رموز اور نشانیوں سے بھری ہوئی ہے۔ (آی)

(1) سفر نامہ حج آیت اللہ صافی.



آیت 106:

(106) وَمَا يُمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ .

"اور ان میں کی اکثریت خدا پر ایمان بھی لاتی ہے تو شرک کے ساتھ۔"

**نکات:**

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: شرک اس آیت میں کفر و بت پرستی کے معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ غیر خدا کی طرف سو

لگانا مقصود ہے (1)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: شرک انسان میں "اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر سیاہ چھوٹی کی حرکت" سے بھی خفیف تر ہے (2)

امام باقر علیہ السلام نے بھی فرمایا لوگ عبادت میں موحد ہیں لیکن اطاعت میں غیر خدا کو شریک بنالیتے ہیں (3) دوسری روایت میں

آیا ہے کہ اس آیت میں شرک سے مراد شرک نعمت ہے۔

مثلاً انسان کہے "کہ فلاں انسان نے ہمارا کام کر دیا"۔ "اگر فلاں صاحب نہ ہوتے تو ہم ناپود ہو گئے ہوتے" اس جیسی دوسری

مثالیں (4)

(1) تفسیر نمونہ.

(2) صفحہ اجماع، ج 1، ص 697.

(3) کافی، ج 2، ص 692.

(4) تفسیر نمونہ.

## مخلص انسان کی علامتیں

- 1- انفاق میں کسی سے اجر کی توقع اور تشکر کا احتظار نہیں رکھتا (لانرید منکم جزاء ولا شکور) (1)
- 2- عبادت میں خدا کے علاوہ کسی دوسرے کی بندگی نہیں کرتا۔ (ولا یشرک بعباد ربہ احد) (1)
- 3- تبلیغ میں خدا کے علاوہ کسی دوسرے سے اجر نہیں چاہتا (ان اجری الا علی اللہ) (2)
- 4- شادی بیاہ میں فقر و تنگدستی سے نہیں ڈرتا بلکہ خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے شادی کر لیتا ہے (ان یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہ) (3)
- 5- لوگوں سے سلوک کرنے میں خدا کی رضا کے علاوہ دوسری تمام چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے (قل اللہ ثم ذرہم) (4)
- 6- جنگ اور دشمن سے مقابلہ کرنے میں خدا کے علاوہ کسی دوسرے سے خوفزدہ نہیں ہوتا۔ (لا یخشون احد الا اللہ) (5)
- 7- مہر و محبت میں خدا سے زیادہ کسی سے محبت نہیں کرتا (والذین آمنوا اشد حبا للہ) (6)

-----  
(1) سورہ انسان آیت 9.

(1) سورہ کہف آیت 110.

(2) سورہ یونس آیت 72.

(3) سورہ نور آیت 32.

(4) سورہ انعام آیت 91.

(5) سورہ احزاب آیت 39.

(6) سورہ بقرہ آیت 165.

(x) عباس ساجری ہو کہ اکبر سامہہ جمیں

تجھ کو سبھی عزیز تھے لیکن خدا کے بعد

8- تجارت اور کسب معاش میں خداوند عالم کی یاد سے غافل نہیں ہوتا۔ (لاتلہیہم تجار ولا بیع عن ذکر اللہ)<sup>(1)</sup>

### مومن مشرک کی علامتیں

1- دوسروں سے عزت کا آرزو مند ہوتا ہے (ایبتغون عندہم العز)<sup>(2)</sup>

2- عمل میناچھے اور برے عمل کو مخلوط کر دیتا ہے (خلطوا عملا صالحا و آخر سی)<sup>(3)</sup>

3- لوگوں سے ارتباط میں حزبی اور گروہی تعصبات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (کل حزب بما لدیہم فرحون)<sup>(4)</sup>

4- عبادت مینے توجہ اور ریاکار ہو جاتا ہے (الذین ہم عن صلاتہم ساهون والذین ہم یرن)<sup>(5)</sup>

5- جنگ و جدال میں انسانوں سے ڈرتا ہے (یخشون الناس کخشی اللہ)<sup>(6)</sup>

-----

(1) سورہ نور آیت 37.

(2) سورہ نساء آیت 139.

(3) سورہ توبہ آیت 102.

(4) سورہ مومنون آیت 53.

(5) سورہ ماعون آیت 6-5.

(6) سورہ نساء آیت 77.

6- تجارت اور دنیاوی امور میں زیادتی اور اضافہ کی طلب سے سرگرم کئے رکھتی ہے (الھکم التکاثر)<sup>(1)</sup>

7- دنیا اور دین کے انتخاب میں دنیا کو منتخب کر لیتے ہیں اور پیغمبر (ص) کو تنہا چھوڑ دیتے ہیں (واذا رأو تجاراً أو لھوا انفضوا

الیھا وترکوک قائم)<sup>(2)</sup>

پیام:

1- ایمان کے مختلف مراتب ہیں۔ خالص ایمان جس میں کوئی شرک نہ ہو بہت کم ہے۔ (وَمَا يُجِنُّ... إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ)

آیت 107:

(107) أَفَأَمِنُوا أَنْ تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَ بَغْتًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ.

”کیا وہ لوگ (جو ایمان نہیں لائے) اس بات سے مامون ہیں کہ خدا کی طرف سے گھیرنے والا عذاب جو ان پر چھا جائے یا ان پر

اچانک قیامت کی گھڑی آجائے اور ان کو کچھ خبر بھی نہ ہو۔“

نکات:

”غاشیہ“ اس عذاب و عقاب کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا معاشرے کو اپنے گھیرے میں لے لے۔

-----  
(3) سورہ نکات آیت 1.

(4) سورہ جمعہ آیت 11.

پیام:

1- کوئی بھی خود کو ضمانت یافتہ نہ سمجھے (افامنوا...)

2- خدائی قہر، ناگہاں دامن گیر ہوتا ہے۔ (بغت)

3- خدائی قہر، ہمہ گیر ہوتا ہے جس سے فرار کی کوئی راہ نہیں ہے (غاشیہ)

4- قہر الہی کا احتمال ہی انسان کے لئے حق کی طرف قدم بڑھانے کے لئے کافی ہے۔ مشکل یہ ہے کہ بعض افراد قہر الہی کا

احتمال بھی نہیں دیتے۔ (افامنو)

5- عذاب کا ایک چھوٹا سا نمونہ انسان کو گرفتار کرنے کے لئے کافی ہے۔ (غاشیمن عذاب)

6- قیامت کی یاد، تربیت کے لئے بہترین عامل ہے۔ (تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ)

آیت 108:

(108) قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ.

"(اے رسول) ان سے کہہ دو: یہی میرا راستہ ہے میں اور میرے پیروکار پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور خدا (ہر عیب و نقص سے) پاک و پاکیزہ ہے اور میں مشرکین سے نہیں ہوں۔"

نکات:

توحید کی طرف دعوت دینے والا شخص عوام سے جدا ہوتا ہے کیونکہ گزشتہ دو آیتوں سے ثابت ہے کہ عوام الناس کا ایمان غالباً شرک سے آلودہ ہوتا ہے ( وَمَا يُمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ) لیکن دینی مبلغ کو ایسا ہونا چاہیے کہ عیسٰی الاعلان کہہ سکے:

(وما انا من المشركين):

پیام:

- 1- انبیاء (ع) کی راہ تمام افراد کے سامنے واضح اور روشن ہے ( هَذِهِ سَبِيلِي )
- 2- رہبر کو بصیرتِ کامل کا حامل ہونا چاہیے ( عَلِيَّ بَصِيرًا )
- 3- رہبر کی دعوت خدا کی طرف سے ہو، نہ کہ اپنی طرف سے ( أَدْعُو إِلَى اللَّهِ )
- 4- دینی مبلغ کو خالص و مخلص ہونا چاہیے ( وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ )
- 5- تبلیغ کا مرکز و محور "خداوند عالم کو ہر شرک و شریک سے منزہ کرنا" ہونا چاہیے ( سُبْحَانَ اللَّهِ )
- 6- پیغمبر اسلام (ص) کے ہر پیروکار کو ایسا مبلغ ہونا چاہیے کہ وہ بصیرت و آگاہی کے ساتھ لوگوں کو خدا کس طرف بلا سکے ( أَدْعُو إِلَى اللَّهِ... أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي )
- 7- توحید کا اقرار اور شرک کی نفی دین اسلام کی بنیاد ہے۔ ( أَدْعُو إِلَى اللَّهِ... مَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ )

آیت 109:

(109) وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ أَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا أَفَلَا تَعْقِلُونَ .

"اور (اے رسول) آپ سے پہلے بھی ہم ان بستیوں میں صرف مردوں کو ہی بھیجتے رہے ہیں جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے تو کیا یہ لوگ روئے زمین پر چل پھر کر نہیں دیکھتے کہ ان سے پہلے والوں کا انجام کیا ہوا؟ اور جن لوگوں نے پرہیزگاری اختیار کی ان کے لئے آخرت کا گھر (دنیا سے) یقیناً بدرجہا بہتر ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟"

نکت:

مخالفین انبیاءؑ نے یہی بہانہ تراشی کی کہ پیغمبران (ع) ہم ہی جیسے انسان کیوں ہیں؟ گویا پیغمبر اسلام (ص) کے زمانے میں بھسی یہی فکر کل فرماتھی اور لوگ یہی سوال کر رہے تھے، یہ آیہ شریفہ اسی کا جواب ہے اور لوگوں کو خبردار کر رہی ہے۔

پیام:

1- تمام انبیاء (ع) مرد تھے (رجالاً) کیونکہ تبلیغ اور ہجرت و جستجو کا امکان مرد کے لئے زیادہ ہے۔

2- انبیاء (ع) کے علوم، وحی کے ذریعے یا بعبارت دیگر "لدنی" تھے (نوحی إِلَيْهِمْ)

3- انبیاء (ع) انسانوں ہی کی صنف سے تھے اور انسانوں کے درمیان ہی زندگی بسر کرتے تھے (نہ تو فرشتہ تھے نہ ہی گوشہ نشین

تھے اور نہ ہی آرام و آسائش کے خوگر تھے) (مِنْ أَهْلِ الْقُرَى)

4- سیر و سفر باہف ہونا چاہئے۔ (أَفَلَمْ يَسِيرُوا... فَيَنْظُرُوا)

5- زمین میں سیر و سیاحت کرنا، تاریخی معلومات اور اس سے عبرت حاصل کرنا ہر اہمیت و تربیت کے لئے بے حد ضروری ہے

(فَيَنْظُرُوا)

6- عبرت اور آنے والی نسلوں کے لئے آثارِ قدیمہ کا محفوظ رکھنا بے حد ضروری ہے۔ (فَيَنْظُرُوا)

7- انبیاء (ع) کا بھیجنا، وحی کا نزول اور ہٹ دھرم مخالفین کی ہلاکت سب کے سب تاریخ میں سنتِ الہی کے عنوان سے محفوظ

ہیں (كَيْفَ كَانَ عَاقِبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ)

8- پیغمبروں (ع) کی مخالفت کر کے کفار کچھ بھی حاصل نہیں کر پاتے بلکہ دنیا ہی میں قہر و عذاب میں گرفتار ہو جاتے ہیں جبکہ اہل

تقویٰ آخرت تک پہنچتے ہیں جو دنیا سے بہتر ہے۔ (وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ)

9- عقل و خرد انسان کو انبیائی مکتب کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ (أَفَلَا تَعْقِلُونَ)



آیت 110:

(110) حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّىَ مَنْ نَشَاءُ وَلَا يَرُدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ

الْمُجْرِمِينَ

"(پیغمبران ماسلف نے تبلیغ رسالت کی) یہاں تک کہ جب (قوم کے ایمان لانے سے) انبیاءِ ملبوس ہو گئے اور لوگ بھسی یہ۔ خیال کرنے لگے کہ ان سے (عذاب کا وعدہ بطور) جھوٹ کہا گیا تھا تو انبیاء کے لئے ہماری نصرت پہنچ گئی اس کے بعد جسے ہم نے چاہا۔ اسے نجات مل گئی اور مجرموں سے تو ہمارا عذاب ٹالا ہی نہیں جاسکتا۔"

نکات:

ہمیشہ سے تاریخ گواہ ہے کہ انبیاء (ع) اپنی دعوت میں پائیدار اور مصر رہے اور آخری وقت تک خداوند عالم کی طرف بلایا کرتے تھے۔ مگر یہ کہ کسی کی ہدایت سے ملبوس ہو جائیں۔! اسی طرح ہٹ دھرم مخالفین بھی مقابلہ سے دست بردار نہیں ہوتے تھے۔ اس کے نمونے قرآن مجید میں موجود ہیں:

## انبیاء (ع) کی تائیدی کا نمونہ

ساہا سال حضرت نوح علیہ السلام قوم کو خدا کی طرف دعوت دیتے رہے لیکن چند افراد کے علاوہ کوئی بھی دولت ایمان سے بہرہ مند نہ ہوا، خداوند عالم نے حضرت نوح (ع) کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: **(لن یمن من قومک الا من قدامن)**<sup>(1)</sup> جو ایمان لائے۔ ان کے علاوہ کوئی بھی آپ کی قوم میں سے ایمان نہیں لائے گا۔

حضرت نوح (ع) اپنی قوم کے لئے بددعا کرتے ہوئے جو ان کی ملبوسی کی علامت ہے فرماتے ہیں: **(لا یلدوا الا فاجراً وکفاراً)**<sup>(2)</sup> ان سے کافر و فاجر کے علاوہ کوئی دوسرا پیدا نہ ہوگا اسی طرح حضرت ہود، صالح، شعیب، موسیٰ، عیسیٰؑ بھی اپنی اپنی زرہ سرگی میں امت کے ایمان لانے سے ملبوس دکھائی دیتے ہیں۔

## قوم کی انبیاء (ع) سے بدگمانی کا نمونہ

انبیاءؑ کی تہدید کو کفار کھولے دعوے اور جھوٹ سمجھتے تھے۔ سورہ ہود کی 27 ویں آیت میں کفار کا قول نقل کیا گیا ہے کہ۔ **(بل نظنکم کاذبین)** یعنی ہمرا گمان تو یہی ہے کہ تم لوگ جھوٹے ہو، یا فرعون نے حضرت موسیٰ (ع) سے کہا **(انی لاظنک یا موسیٰ مسحور)**<sup>(3)</sup> درحقیقت میرا گمان ہے کہ اے موسیٰ تم سحر زدہ ہو گئے ہو۔

-----  
(1) سورہ ہود آیت 36.

(2) سورہ نوح آیت 27 .

(3) سورہ بنی اسرائیل آیت 101.

## خدا کی مدد

ایسی حالت میں خداوند عالم نے نصرت و مدد کو اپنا حق بتایا ہے اور اپنے اوپر لازم کیا ہے کہ مومنین کس نصرت فرمائے (وكان حقا علينا نصر المؤمنين)<sup>(1)</sup> یا دوسری جگہ فرمایا: (نجينا هودا والذين آمنوا معه)<sup>(2)</sup> ہم نے ہود اور ان مومنین کو نجات دی جو ان کے ساتھ تھے۔

## خدائی تہر

وہی خداوند عالم یہ بھی فرماتا ہے کہ میرا تہر و غضب نازل ہونے کے بعد پلٹنے والا نہیں ہے۔ سورہ رعد میں ارشاد ہوا: (اذا اراد الله بقوم سوء فلا مرد له)<sup>(3)</sup> جب بھی خدا کسی قوم کو برے حال سے دوچار کرنے کا ارادہ کر لے تو اس کے ٹلنے کسی کوئی صورت نہیں ہوتی۔

## پیام:

1- انسان میں قساوت اور ہٹ دھرمی کبھی کبھی اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ بردبار خدائی نمائندوں کو بھی ملامت کر دیتی ہے۔ (إِذَا اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ)

2- خوش بینی، حسن نیت اور حوصلہ کی ایک حد ہوتی ہے (حتیٰ)

-----  
(1) سورہ روم آیت 47.

(2) سورہ ہود آیت 58.

(3) سورہ رعد آیت 11.

- 3-ہنی طاقت کو غیر قابل نفوذ افراد میں صرف نہیں کرنا چاہیے بلکہ بعض لوگوں سے صرف نظر کر لینا چاہیے (اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ)
- 4-مجرمین کو مہلت دینا اور انکے عذاب میں تاخیر کرنا سنت الہی ہے (حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ) یعنی ہم نے مجرموں کو اتنی مہلت دی کہ انبیاء بھی ان کی ہدایت سے ملبوس ہو گئے۔
- 5-عذاب الہی میں تاخیر مجرموں کو جری بنا دیتی ہے اور وہ جھٹلانے لگتے ہیں۔ (حَتَّىٰ إِذَا... وَظَنُوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا)
- 6-انبیاء (ع) کا کسی قوم کی ہدایت سے ملبوس ہو جانا نزول عذاب کی شرط ہے۔ (إِذَا اسْتَيْسَسَ... لَا يُرَدُّ بَأْسُنَا...)
- 7-پیغمبروں (ع) کے لئے خدائی امداد کی بھی ایک خاص گھڑی ہوتی ہے (إِذَا اسْتَيْسَسَ... جَاءَ هُمْ)
- 8-قہر الہی، انبیاء (ع) اور حقیقی مومنین کے شامل حال نہیں ہوتا (فَنَجِّيْ)
- 9-قہر و عذاب اور لطف و امداد دونوں خدا کے دست قدرت میں ہیں (نَصْرُنَا... بَأْسُنَا)
- 10-قہر یا نجات کا انجام خود انسان ہی کے ہاتھ میں ہے (مَنْ نَشَاءُ ، مُجْرِمِينَ )
- 11-خداوند عالم کا ارادہ، قانون مندر ہے (مَنْ نَشَاءُ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ لَمُجْرِمِينَ)
- 12-خدا کی راہ کہیں پر ختم نہیں ہوتی (إِذَا اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ... جَاءَ هُمْ نَصْرُنَا )
- (یعنی جہاں پر لوگ راستہ کو بند پاتے ہیں اور اندھیرے کا احساس کرتے ہیں وہیں پر خدائی قدرت جلوہ نما ہوتی ہے)
- 13-قہر خدا کو کوئی طاقت ٹال نہیں سکتی ( لَا يُرَدُّ بَأْسُنَا )
- 14-انبیاء (ع) کی حملت ، مجرمین کی ہلاکت، سنت خداوندی ہے (جَاءَ هُمْ نَصْرُنَا، لَا يُرَدُّ بَأْسُنَا )

آیت 111:

(111) لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَكِن تَصَدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ

كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ

"اس میں شک نہیں کہ ان انبیاء کے قصوں میں عقل مندوں کے واسطے (اچھی خاصی) عبرت و نصیحت ہے یہ۔ (قرآن) کسوٹی  
ایسی بات نہیں جو (خواجواہ) گڑھ لی گئی ہو بلکہ (جو آسمانی کتابیں) اسکے پہلے سے موجود ہیں یہ قرآن ان کی تصدیق کرتا ہے اور ہر  
چیز کی تفصیل اور ایمان داروں کے واسطے (از سرتاپا) ہدایت و رحمت ہے۔"

نکات:

"عبرت" و "تعمیر" یعنی عبور کرنا ، ایک واقعہ سے دوسرے واقعہ کی طرف عبور کرنا، "تعمیر خواب" یعنی خواب سے حقیقت کس  
طرف عبور کرنا۔ "عبرت" یعنی دیکھنے والی اور سنی جانے والی چیزوں سے ایسی چیز کی طرف عبور کرنا جو دیکھی اور سنی نہ جاسکیں۔  
"قصصہم" سے مراد شاید تمام انبیاء (ع) کی داستان ہو ، نیز یہ بھی ممکن ہے کہ حضرات یعقوب (ع) و یوسف (ع) اور ان کے  
بھائیوں اور عزیز مصر کی داستان مد نظر ہو جس میں تلح و شیریں حوادث رونما ہوئے جو اسی سورہ میں آئے ہیں۔

پیام:

1- داستانوں کے امتیاز کی سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ وہ نصیحت آموز ہوں۔ سورہ کے شروع میں ارشاد فرمایا: (لَحْنِ نَقْصِ

عَلَيْكَ احْسِنِ الْقِصَصِ) اور آخر میں فرمایا (لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرٌ )

2- قرآن مجید کی داستانیں چشم دید واقعات کو بیان کرتی ہیں اور عبرت آموز ہوتی ہیں (گڑھے ہوئے افسانے نہیں ہیں) (مَا كَانَ

حَدِيثًا يُفْتَرَى )

3- سچی اور حقیقی باتیں زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں۔ (عِبْرٌ... مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَى )

4- فقط عقلمند افراد ہی داستانوں سے پند و عبرت حاصل کرتے ہیں (عِبْرٌ لِأُولَى الْأَلْبَابِ)

5- قرآن مجید دوسری آسمانی کتابوں سے جدا نہیں ہے بلکہ ان کی تصدیق کرتا ہے (ان کے شانہ بشانہ ہے) (تَصْدِيقَ

الَّذِي...)

6- قرآن مجید انسان کی تمام نیاز مندوں اور احتیاجات کو بیان فرماتا ہے (تَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ)

7- قرآن عظیم خالص ہدایت ہے اور کسی گمراہی سے آمیختہ نہیں ہے۔ (هُدًى)

8- فقط اہل ایمان ہی قرآنی ہدایت اور رحمت سے بہرہ مند ہوتے ہیں (هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ )

9- نکتہ سنجی اور درس حاصل کرنے کے لئے عقل درکار ہے (عِبْرٌ لِأُولَى الْأَلْبَابِ) لیکن نور اور رحمت الہی کو درک کرنے

کے لئے ایمان بھی لازمی ہے (لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ )

10- قرآنی قصوں سے عبرت اور نصیحت آموزی کسی ایک زمانے سے مخصوص نہیں ہے۔ (لِأُولَى الْأَلْبَابِ)

اللہم صل علی محمد و آل محمد و عجل فرجہم.

تمت بالخیر

## فہرست

- 3..... حرف اول
- 6..... کفارہ ڈلف
- 8..... سورہ یوسف کا رخ نبیا
- 10..... آیت 1:
- 10..... آیت 2:
- 10..... نکات:
- 12..... پیام:
- 13..... آیت 3:
- 13..... نکات:
- 18..... پیام:
- 19..... آیت 4:
- 19..... نکات :
- 20..... خواب کے سلسلے میں یک اور کفتکو
- 25..... پیام:
- 26..... آیت 5:
- 26..... نکات:
- 27..... پیام:
- 28..... آیت 6:
- 28..... نکات:
- 29..... پیام:

- 30..... آیت 7:
- 30..... نکت:
- 32..... پیام:
- 32..... آیت 8:
- 32..... نکت:
- 34..... پیام:
- 35..... آیت 9:
- 35..... نکت:
- 36..... پیام:
- 36..... آیت 10:
- 37..... نکت:
- 37..... پیام:
- 38..... آیت 11:
- 38..... پیام:
- 39..... آیت 12:
- 39..... نکت:
- 40..... پیام:
- 41..... آیت 13:
- 41..... نکت:
- 42..... پیام:
- 43..... آیت 14:



- 43.....: نکات
- 43.....: پیام
- 44.....: آیت 15
- 44.....: نکات
- 44.....: پیام
- 46.....: آیت 16
- 46.....: پیام
- 47.....: آیت 17
- 47.....: نکات
- 47.....: پیام
- 48.....: آیت 18
- 48.....: نکات
- 49.....: پیام
- 50.....: آیت 19
- 50.....: نکات
- 51.....: پیام
- 52.....: آیت 20
- 52.....: نکات
- 52.....: پیام
- 53.....: آیت 21
- 53.....: نکات

- 54.....: پیام
- 55.....: آیت 22
- 55.....: نکات
- 56.....: پیام
- 56.....: آیت 23
- 57.....: نکات
- 58.....: پیام
- 61.....: آیت 24
- 61.....: نکات
- 63.....: آیت 25
- 63.....: نکات
- 64.....: پیام
- 65.....: آیت 26
- 65.....: نکات
- 66.....: پیام
- 66.....: آیت 27
- 66.....: نکات
- 67.....: پیام
- 67.....: آیت 28
- 68.....: نکات
- 68.....: پیام

69.....	آیت 29:
69.....	پیام:
70.....	آیت 30:
70.....	نکات:
71.....	پیام:
71.....	آیت 31:
71.....	نکات:
72.....	پیام:
73.....	آیت 32:
73.....	نکات:
74.....	پیام:
75.....	آیت 33:
75.....	نکات:
76.....	پیام:
78.....	آیت 34:
78.....	پیام:
78.....	آیت 35:
79.....	پیام:
80.....	آیت 36:
80.....	نکات:
81.....	پیام:

82.....	آیت 37:
82.....	نکات:
84.....	پیام:
85.....	آیت 38:
85.....	نکات:
86.....	پیام:
87.....	آیت 39:
88.....	پیام:
88.....	آیت 40:
89.....	پیام:
90.....	آیت 41:
90.....	نکات:
90.....	پیام:
91.....	آیت 42:
91.....	نکات:
92.....	پیام:
92.....	آیت 43:
93.....	نکات:
94.....	پیام:
95.....	آیت 44:
95.....	نکات:

95.....	پیام:
96.....	آیت 45:
96.....	نکات:
96.....	پیام:
97.....	آیت 46:
98.....	نکات:
99.....	پیام:
99.....	آیت 47:
99.....	نکات:
100.....	پیام:
101.....	آیت 48:
101.....	آیت 49:
101.....	نکات:
103.....	پیام:
104.....	آیت 50:
104.....	نکات:
106.....	پیام:
107.....	آیت 51:
107.....	نکات:
108.....	پیام:
109.....	آیت 52:

109.....	نکات:
110.....	پیام:
111.....	آیت 53:
111.....	نکات:
112.....	پیام:
113.....	آیت 54:
113.....	نکات:
115.....	پیام:
116.....	آیت 55:
116.....	نکات:
122.....	پیام:
123.....	آیت 56:
124.....	آیت 57:
124.....	نکات:
127.....	پیام:
129.....	آیت 58:
129.....	نکات:
130.....	پیام:
130.....	آیت 59:
131.....	نکات:
132.....	پیام:

133.....	آیت 60:
133.....	پیام:
134.....	آیت 61:
134.....	نکات:
135.....	آیت 62:
135.....	نکات:
136.....	پیام:
137.....	آیت 63:
137.....	پیام:
138.....	آیت 64:
138.....	نکات:
139.....	پیام:
139.....	آیت 65:
140.....	نکات:
141.....	پیام:
142.....	آیت 66:
142.....	نکات:
143.....	پیام:
143.....	آیت 67:
144.....	پیام:
146.....	آیت 68:

146.....	نکات:
147.....	پیام:
148.....	آیت 69:
148.....	نکات:
149.....	پیام:
150.....	آیت 70:
150.....	نکات:
152.....	پیام:
152.....	آیت 71:
153.....	آیت 72:
153.....	نکات:
153.....	پیام:
154.....	آیت 73:
154.....	نکات:
154.....	پیام:
155.....	آیت 74:
155.....	نکات:
155.....	پیام:
156.....	آیت 75:
156.....	پیام:
157.....	آیت 76:



- 157.....: نكات
- 158.....: پیام
- 159.....: آیت 77
- 159.....: پیام
- 161.....: آیت 78
- 161.....: نكات
- 161.....: پیام
- 162.....: آیت 79
- 162.....: نكات
- 162.....: پیام
- 163.....: آیت 80
- 163.....: نكات
- 164.....: پیام
- 165.....: آیت 81
- 165.....: پیام
- 166.....: آیت 82
- 166.....: نكات
- 166.....: پیام
- 167.....: آیت 83
- 167.....: نكات
- 169.....: پیام

170.....	آیت 84
170.....	نکات:
171.....	پیام:
172.....	آیت 85
172.....	نکات:
172.....	پیام:
173.....	آیت 86
173.....	نکات:
173.....	پیام:
175.....	آیت 87
175.....	نکات:
176.....	پیام:
176.....	آیت 88
177.....	نکات:
178.....	پیام:
179.....	آیت 89
179.....	نکات:
180.....	پیام:
180.....	آیت 90
181.....	پیام:
182.....	آیت 91

182.....	نکات:
183.....	پیام:
184.....	آیت 92:
184.....	نکات:
185.....	پیام:
186.....	آیت 93:
186.....	نکات:
188.....	پیام:
189.....	آیت 94:
189.....	نکات:
192.....	پیام:
193.....	آیت 95:
193.....	نکات:
193.....	پیام:
194.....	آیت 96:
194.....	نکات:
194.....	پیام:
195.....	آیت 97:
195.....	نکات:
196.....	پیام:
196.....	آیت 98:

196.....	نکات:
197.....	پیام:
198.....	آیت 99:
198.....	نکات:
200.....	پیام:
201.....	آیت 100:
201.....	نکات:
202.....	پیام:
204.....	آیت 101:
204.....	نکات:
208.....	پیام:
211.....	آیت 102:
211.....	پیام:
212.....	آیت 103:
212.....	نکات:
212.....	پیام:
213.....	آیت 104:
213.....	نکات:
214.....	پیام:
215.....	آیت 105:
215.....	نکات:

- 216.....:پیام:
- 217.....:آیت 106:
- 217.....:نکات:
- 218.....مخلص انسان کی علامتیں
- 219.....مومن مشرک کی علامتیں
- 220.....:پیام:
- 220.....:آیت 107:
- 220.....:نکات:
- 221.....:پیام:
- 222.....:آیت 108:
- 222.....:نکات:
- 222.....:پیام:
- 223.....:آیت 109:
- 223.....:نکات:
- 223.....:پیام:
- 225.....:آیت 110:
- 225.....:نکات:
- 226.....اہلباء (ع) کی نامیدی کا نمونہ
- 226.....قوم کی اہلباء (ع) سے بدگمانی کا نمونہ
- 227.....خدا کی مدد
- 227.....خدائی قہر

227 .....: پیام

229 .....: آیت 111

229 .....: نکات

230 .....: پیام